آداب
علم و اخلاق

★

ایم عبدالرحمٰن خان

★

شیخ اکیڈمی، بل روڈ، لاہور

بار اوّل ——————— جون ۱۹۷۴ء
ناشر ——————— محمد طارق
مطبع ——————— آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس لاہور
قیمت ——————— ۸/۵۰ روپے

۳۔ تعمیرِ سیرت کی ضرورت

آج راعی سے لے کر رعایا تک سب محسوس کر رہے ہیں کہ ہر پیشہ۔ ہر فن، ہر کسب اور کمال کے لوگ بددیانتی اور بدمعاملگی پر اتر آئے ہیں۔ مسلمان کو مسلمان سے دینی تو کیا انسانی ہمدردی تک نہیں رہی۔ بلکہ ہر مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو دنیوی اغراض کا شکار بنا رہا ہے۔ معاشرہ میں ایک طوائف الملوکی سی پھیل گئی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص دوسرے سے نالاں ہے۔ اس مردم آزار بلکہ مردم کش انقلاب کو روکنے کے لئے قانون سازی اور اس سے بڑھ کر تعمیرِ سیرت کی ضرورت ہے۔

جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے۔ اس میں حکومت بخل سے کام نہیں لے رہی اور وہ لوگوں کو براہِ راست پر لانے کے لئے ہر قسم کی امکانی کانونی کوشش کر رہی ہے جس کی وجہ سے حکومت کی کتابِ قوانین روز بروز ضخیم ہوتی جا رہی ہے۔ مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔ کیونکہ بدسرشت لوگ قانون کے شکنجہ سے بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال لیتے ہیں۔ اس لئے قانون سازی سے زیادہ سیرت گری پر توجہ دی جاوے۔ تو نتائج خلافِ توقع حوصلہ افزا برآمد ہونگے

اسلامی تعلیمات نے سیرت سازی کی بنیاد یومِ قیامت پر ایمان اور جزائے اعمال کے یقین پر رکھی ہے اور اسی میں دینی اور دنیوی عروج و اقبال کا راز نہاں ہے

قوم افراد کا مجموعہ ہوا کرتی ہے۔ جب قوم کا ہر فرد ایک پاکیزہ معاشرت کا حامل بن جائے۔ تو ساری کی ساری قوم اخلاق و کردار کی بلندی پر پہنچ سکتی ہے مگر اس کے لئے علم اور اخلاق کی ضرورت ہے اور علم وہی اچھا ہو سکتا ہے۔ جو اعمال حسنہ کی تعلیم دے۔ اور اعمالِ حسنہ کی تعلیم کا بہترین نصاب صرف اسلام کے پاس موجود ہے۔ جس کا خود مخالفینِ اسلام کو بھی اعتراف ہے اس لئے جب تک قوم کے ہر فرد کو یہ چیز یا بہ رغبت اسلام کا بھولا ہوا سبق یاد نہ کرایا جائے اس کے دل میں اُس جبار و قہار کا خوف پیدا نہ کیا جائے۔ اسے موت کا احساس نہ دلایا جائے۔ اسے حساب و کتاب کا اندیشہ لاحق نہ کرایا جائے اور جزا اور سزا کی فکر دامنگیر نہ کرائی جائے۔ اس کی سیرت میں انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ان تدابیر کے بغیر کسی قانونی سہارے سے معاشرہ کی اصلاح ممکن ہے۔

انسان خلافت فی الارض کے بلند و بالا منصب پر اس وقت تک فائز رہ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ دائرہ انسانیت کے اندر رہے حیوان اور درندہ نہ بن جائے۔ بلکہ اپنی ساری قوتیں اپنی سیرت کے بنانے اور سنوارنے پر لگا دے۔ جس پر اس کی راحت و آرام کا دار و مدار ہے کیونکہ انسان کی سعادت اس کے اعمال کی عمدگی پر منحصر ہے۔ ہر کام خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی اسکی عمدگی کا انحصار اس کے طریق کار کی عمدگی پر ہے۔ اور طریق کار وہی عمدہ ہو سکتا ہے جس کی بنیاد عقل انسانی کی بجائے وحی الٰہی پر ہو۔ کیونکہ انسانی عقل غلطی کر سکتی ہے اور دھوکا کھاتی ہے۔ مگر وحی الٰہی میں اس چیز کا امکان نہیں اسلئے حق تعالیٰ

نے بتقاضائے حکمت اس باشعور مگر کوتاہ عقل انسان کی سیرت سازی کا قانون وقتاً فوقتاً بذریعہ وحی نازل فرمایا۔ اور اس کی تعلیم و تفسیر کے لئے انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ اور منزہ عن الخطا جماعت بھیجی تاکہ وہ ہر شخص تک اس کا یہ پیغام پہنچا دے کہ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

جو کوئی صالح عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ بشرطیکہ صاحب ایمان ہو۔ تو ہم اس شخص کو پرلطف زندگی بسر کرائیں گے اور ان کے کاموں کے عوض ان کو بدلہ دیں گے۔

اور عمل صالح کا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین نمونہ بنایا تاکہ وحی الٰہی کے سمجھنے میں کسی کو غلطی نہ ہو وہ ہر امر و نہی کا نمونہ سیرۃ رسول میں دیکھ لے۔ اس کے مطابق چل کر زندگی کا پورا پورا لطف اٹھائے۔ اور دنیا و آخرت کی راحت و فلاح کا سامان کرے۔ تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان جب تک کتاب و سنت پر عامل رہا۔ وہ نہ خود پریشان ہوا اور نہ اس نے کسی دوسرے کو پریشان ہونے دیا۔

ساڑھے تیرہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی کتاب و سنت کی تعلیمات ہمارے پاس روزِ اول کی طرح محفوظ ہیں۔ سامانِ راحت و نشاط بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح پہلے تھا۔ بلکہ اس میں کمی کی بجائے بہت حد تک اضافہ ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود کسی کو بھی راحت و مسرت نصیب نہیں۔ جسے ٹٹولو اس کے دل کا کنول مرجھایا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر شخص راحت و آرام کا متلاشی ہے مگر اسے حسنِ

اخلاق اور خوش معاملگی کی بجائے بددیانتی اور بدمعاملگی کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے
وہ صحیح اور فطری طریقے استعمال کرنے کی بجائے اپنی عقل اور خواہش پر چلنا چاہتا ہے
جس کی وجہ سے وہ گوہر مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ہم اپنے معاشرہ پر ایک
طائرانہ نظر ڈالیں۔ تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ آج ہر شخص کی نظر سامانِ راحت
کی اصل خوبیوں پر نہیں جم رہی۔ بلکہ وہ اپنی اغراض و خواہشات کے زیر اثر بظاہر ایسی
حسین اور خوشنما خوبیوں کے پیچھے مارا مارا پھر رہا ہے جو سراپا دھوکا۔ نمائشی
اور عارضی ہیں۔ اس نے انہیں مقصودِ حیات ٹھہرا لیا ہے۔ اور انہی کو معراج
ترقی سمجھ رکھا ہے۔ وہ حوادث دنیا سے عبرت اور مناظر فطرت سے لطف اٹھانے
کی بجائے پردہ سینما کی تصویروں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ مختلف النوع طیور
کی نغمہ سنجیوں اور خوش الحانیوں کی بجائے کسبیوں کے رقص و سرود پر سر دھنتا
ہے۔ عزت نفس کے بجائے رفعتِ جاہ کا طالب رہتا ہے۔ کھانے کی لذت
و لطافت پر سونے چاندی کی پلیٹوں کو ترجیح دیتا ہے۔ گھر میں اسلامی علمی لٹریچر
کے بجائے فحش رسالے اور مخرب اخلاق افسانے لانے اور صرف عشقیہ اور
فلمی گانے سننے کے لئے ریڈیو۔ گراموفون ایسے آلات لہو و لعب رکھنا تہذیب
سمجھتا ہے۔ ایک باعصمت سلیقہ شعار دوشیزہ کو بیوی بنانے کی بجائے نازنین
رقاصہ یا سوسائٹی گرل کو فوقیت دیتا ہے۔ بزرگوں کا ادب۔ استادوں کی عزت
چھوٹوں سے شفقت۔ ہمسائیوں سے مروت کو خلاف تہذیب تصور کرتا ہے شکم
پری اور تن پوشی کی بجائے فیشن پرستی اور تن پروری کو اہمیت دیتا ہے اپنی
بیوی اور بہو بیٹیوں کو پردہ کے اندر رکھنے کے بجائے انہیں زینت محفل اور

رونق بازار بنانے میں خاندان کی عزت سمجھتا ہے۔ جب ان اعمالِ سو کے بُرے نتائج برآمد ہونے شروع ہوتے ہیں اور عارضی لذت و لطف ختم ہو جاتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے۔ گاہے خودکشی کرتا ہے۔ گاہے جرائم کے ذریعہ ان کو دوبارہ حاصل کرنے کی سعی کرتا۔ اور آخر کار ذلت و رسوائی اٹھاتا ہے۔

مسلمانوں کی مصیبتوں کا آغاز اس وقت سے شروع ہوا۔ جب بعض نے افرنگی تعلیم کے زیرِ اثر سرے سے اپنے مالک و خالق کی ذات سے انکار کر دیا اور اس کی غلامی کا طوق اتار کر ارباب من دون اللہ کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لیا اور بعض نے خدا کی ذات سے تو انکار نہ کیا۔ مگر اس کی تعلیمات اور قانونِ جزا و سزا اور حساب و کتاب سے عملاً انکار و انحراف کرنا شروع کر دیا۔ اس کے پسندیدہ دینِ اسلام سے نفرت کرنے اور اس کے عملی تمسخر اور استہزا میں مصروف ہو گئے انہوں نے اپنی کوتاہ اندیشی سے دین کو صرف عبادات کا مجموعہ سمجھ کر اخلاق و عادات۔ معاشرت و معاملات کو اس سے خارج کر دیا۔ ان کے لئے اپنی اغراض و خواہشات کے مطابق اصول و قواعد کا اختراع شروع کر دیا۔ اور بزعم خود یہ سمجھنے لگے کہ وہ خدا اور رسولؐ کی پابندیوں سے آزاد ہو کر اب راحت و اطمینان کا سانس لے سکیں گے۔ اس طرح دینی بیزاری کا جنون جتنا بڑھتا گیا۔ فتنہ و فساد اتنا زور پکڑتا گیا۔ جنہوں نے خدائے واحد سے منہ موڑا تھا۔ انہیں اب کئی خداؤں کو راضی کرنا پڑ گیا۔ اور عالمگیر اسلام ازم کو چھوڑنے کی پاداش میں نازی ازم، فاسزم کمیونزم۔ بالشوزم۔ امپیریلزم غرضیکہ کئی کئی ازموں کا شکار بننا پڑا۔ جس کی وجہ سے ہر ایک پر عرصہ حیات تنگ ہوتا جا رہا ہے۔

ان حالات نے ہمیں پھر اسی دورِ جاہلیت میں داخل کردیا ہے جس میں آفتاب نبوت طلوع ہوا تھا۔ اس لئے اب اصلاح کے لئے وہی طریق کار اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کے ذریعہ اس وقتِ اصلاحِ افراد کی مہم شروع کی گئی تھی۔ اور اس مہم کی کامیابی کے لئے احکام کتاب وسنت اور مسائل تہذیب اخلاق بقدرِ کفایت جاننے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ کوئی طاقت خواہ خدا کی ہو۔ یا انسان کی۔ اس وقت تک صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتی جب تک وہ خدائی قانون یا انسانی آئین کے موافق یا مطابق نہ ہو۔ ان امور کے جاننے کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔

۱۔ مدارس میں طلباء کو اسلامی اخلاق و آداب کی تعلیم دی جائے۔

۲۔ تبلیغ و تلقین اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ لوگوں کو احسن طریق سے اسلام کے اصول و ضوابط سے آگاہ کیا جائے۔

پہلا طریق حکومت اور اہل ثروت کے اختیار کرنے کا ہے۔ مگر حکومت کو اپنے سیاسی مشاغل سے اور امراء کو عیش و عشرت ہی سے فرصت نہیں دوسرا طریق اہل علم کے اختیار کرنے کا ہے مگر اہل علم میں اول تو متبع شریعت طبقہ کی کمی ہے۔ اور جو کتاب وسنت کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے رسوم کو شریعت اور بدعت کو سنت بنا رکھا ہے۔ عوام میں اتنا شوق نہیں اور نہ انہیں معاشی تفکرات کی وجہ سے اتنی فرصت ہے کہ وہ علماء حق کو تلاش کرکے ضروری احکام دین معلوم کریں۔

ان حالات نے مجبور کیا کہ قرآن وسنت اور کتب فقہ و اخلاق کی روشنی میں اخلاق و آداب جمع کرکے عام فہم انداز اور بیان میں ہر شخص تک پہنچانے کی

کوشش کی جائے تاکہ اسے ان کے جاننے میں آسانی اور ان پر عمل کرنے میں سہولت ہو۔ اور اپنے قول و فعل کو ان کے مطابق بنا کر خود بھی لطفِ زندگی اٹھاتے اور اپنے معاشرہ کو بھی پاکیزہ۔ شائستہ اور مہذب بنائے۔ لیکن مسندِ نبوت کے جانشینوں کے فریضہ کو ہاتھ میں لینا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ علمی بے مائیگی نے بارہا توسنِ ہمت کو لگام دینے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص۔ مجددِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ علم۔ اہل اللہ کے فیضِ صحبت و کفش برداری نے آخر اس سمندر کی غواصی گرا کے ہی چھوڑی جس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے یہ مجموعہ دس ابواب پر مشتمل ہے جس میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے قریباً اڑھائی سو امور کے اصول و قواعد اور اخلاق و آداب پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی ترتیب و تدوین میں اختصار، جامعیت دلچسپی اور دلکشی پیدا کرنے اور اختلافی امور سے پاک رکھنے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ ملت کا ہر فرد۔ بلا امتیاز مذہب و عقیدہ ان سے نفع اٹھا سکے اور ان کے ذریعہ ایک معاشرتی انقلاب پیدا کر سکے۔ جس کے بغیر ہمارا سیاسی انقلاب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

دنیا میں کوئی چیز مشکل اور محال نہیں ہے صرف ہماری اپنی کمزوریاں آسان سے آسان کام کو مشکل اور محال بنا دیتی ہیں۔ نظامِ حکومت درست کرنے کیلئے حکومت کو نئے نئے عہدے پیدا کرنے کی بجائے اپنے افسران اور ملازمان کے لئے ایسا تربیتی کورس جاری کرنا چاہئے۔ جس میں اخلاق و آداب کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام ہو۔ موجودہ نونہالوں کی اخلاقی تربیت کے لئے ایسی کتابوں

کو داخل نصاب کرنا چاہیئے۔ جس کے لئے کسی علیحدہ بجٹ یا انتظام کی ضرورت نہیں توجہ خاص سے ہی یہ کام سرانجام ہو سکتا ہے۔ اور عوام کو اپنی دنیا و آخرت کی بہتری کے لئے ان کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اس کیلئے کسی انجمن یا چندے کی ضرورت نہیں نہ جلسہ وجلوس یا مقابلہ تصادم کی ضرورت ہے۔ بلکہ اپنے اختیار اور ہمت کو کام لانے کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شروع میں انسان کو یہ پابندی قبول کرنے کے لئے خواہشات نفسانی بہت ستائینگی۔ دل ان قیود سے بہت گھبرائیگا۔ مزاج میں تلون پیدا ہو جائیگا۔ مگر یقین محکم اور عزم مصمم جلد اس مہم کو سر کرے گا۔ اگر آج ان باتوں پر سرکاری شخصی اور خانگی زندگی میں سو فیصدی تو کیا پچاس یا تیس فیصدی بھی ہر شخص عمل شروع کر دے تو بفضل تعالیٰ انفرادی و اجتماعی مفاسد کی سرے سے جڑ کٹ جائے اور یہ دنیا جہنم کی بجائے جنت میں بدل جائے۔

آخیر میں شفیق معظم حضرات مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کی اصلاح۔ استاذِ محترم خان محمد اسد خان صاحب اسد ملتانی کے مخلصانہ اور قیمتی مشوروں اور رفیق عزیز ایم۔ محمد سعید صاحب انصاری کی سعی نظرثانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود اس کار خیر میں حصہ لیا۔ اور قارئین کرام سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب سے نہ صرف خود فائدہ اٹھائیں گے۔ بلکہ دوسروں کو بھی دین کی باتوں سے آگاہ کرنے کے لئے اس کا مطالعہ کرائیں گے۔ اور راحقر کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

چہلیک۔ ملتان شہر
۱۶ ستمبر ۱۹۵۳ء

احقر
عبدالرحمن خان

بابُ العلم

آدابِ قلم

حق تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے فیضِ نور سے جس چیز کو پیدا کیا وہ نورِ محمدی تھا۔ اس وقت تک دنیا جہان کی اور کوئی چیز پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوق کو پیدا کرنا چاہا۔ تو اس نور کے چار حصّے کئے ایک حصّہ سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے لوح۔ تیسرے سے عرش اور چوتھے سے ملائکہ ارض و سما۔ جنت دوزخ اور بصارت و بصیرت وغیرہ پیدا کئے

قلم نور سے پھر جو کچھ چاہا۔ لوحِ محفوظ پر تحریر فرمایا۔ جس وقت مشرکینِ مکّہ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہنا شروع کیا۔ تو حق تعالےٰ نے اس خیال کی تردید اور آپؐ کی تسلی کے لئے قلم کی قسم کھائی۔ جس سے قرآن پاک کی ایک سورۃ منسوب ہے۔

قلم کی ہی حرکت اور برکت سے قرن ہا قرن سے تاریخی معلومات کا ذخیرہ بطونِ اوراق میں محفوظ چلا آتا ہے۔ جس سے سب اہل علم مستفید ہو رہے ہیں اگر قلم نہ ہوتا۔ تو نہ کوئی دین قائم رہتا اور نہ اصلاحِ دنیا کا سامان ہوتا۔

اس لئے قلم کا بے حد احترام لازم ہے۔ قلم کا ادب یہ ہے کہ مسلمان اسے ہر لغویات و خرافات۔ کفریات و شرکیات کی تحریر سے بچائے۔ جھوٹ فریب۔ دھوکا۔ جعل

سازی۔ دلآزاری۔ خلافِ شرع دستاویزات کے لئے اسے استعمال نہ کرے۔ ایسی سیاسی یا روشنائی استعمال نہ کرے۔ جس میں سپرٹ کی آمیزش ہو۔ اسے اونچی جگہ پر رکھے۔ اسی وجہ سے اسے اگلے زمانہ لوگ کان میں رکھتے تھے جسے آج خلافِ تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ فارغ کرنے کے بعد اسے محفوظ جگہ مثلاً قلمدان وغیرہ میں سنبھال کر رکھے۔ ایسی جگہ پر نہ رکھے۔ جہاں پاؤں کے نیچے آجائے۔ نہ ہی اسے پاؤں لگائے۔ ناکارہ ہونے پر اُسے گندی اور ناپاک جگہ پر نہ پھینکے۔ افضل یہ ہے کہ اسے زمین میں دفن کردے یا دریا میں بہا دے۔

اسی طرح سفید کاغذ کا ادب لازم ہے۔ جو لوحِ قائم مقام ہے۔ اسے بھی متذکرہ بالا حالتوں سے بچائیے۔ اور اس سے نجاست وغیرہ صاف نہ کرے جیسے افرنگیوں یا افرنگی زدوں کی عادت ہے۔

آدابِ کتابت

آج تک ہمارے پاس جو علم پہنچا ہے۔ وہ سب اسی کی بدولت ہے ورنہ یہ دنیا جہل کی ظلمتوں میں گھری ہوئی ہوتی۔ ازمنہ قدیم میں آئمہ فنون نے اس فن کو اختیار کرکے بہت بڑا اعزاز بخشا۔ اور اسے بڑے بڑے باجروت شہنشاہوں کی حضوری حاصل ہوئی۔ اس میں دین و دنیا دونو کے فائدے ہیں۔

کاتب کے لئے ضروری ہے کہ کتابت کرتے وقت باوضو بیٹھے۔ اس عرصہ میں حقہ، سگریٹ وغیرہ پینے سے احتراز کرے۔ کتابت شروع کرتے وقت اعوذ

باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ کر اللہ کی پناہ حاصل کرے۔ تاکہ شیطان کے تصرف سے بچے۔ بسم اللہ اور درود شریف سے شروع کرے۔ دل میں پڑھے تو بہتر ہے ایک کاپی بنا کر اس میں ہر دفعہ کتابت شروع کرتے وقت الگ لکھتا رہے تو افضل ہے۔ کہ یہ بطور سرمایہ آخرت کام آئے گا۔ کتابت کے وقت سہو و غلطی کا امکان نہیں رہے گا۔ اور حرکت میں برکت ہوگی۔ دورانِ کتابت جہاں بھی اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے۔ تسبیح و درود پڑھے۔

کتاب کی کتابت میں قارئین یعنی پڑھنے والوں کی رعایت کا ضرور خیال رکھے کہ ان میں بعض کم نظر بھی ہوتے ہیں اس لئے باریک قلم رکھنے سے احتراز کرے۔ ایسی درمیانہ اور موزوں کتابت ہو کہ کسی کو پڑھنے میں وقت محسوس نہ ہو۔

غلطی وغیرہ لگاتے وقت صاف ربڑ استعمال کرے۔ تاکہ چھپتے وقت اس کے نشان نظر نہ آئیں اور سنگسازوں کو زیادہ محنت نہ کرنی پڑے۔

خلافِ دین و اخلاق تحریریں کرنے سے ہر حال میں بچے۔ کہ کسی گناہ کا معین ہونا بھی گناہ میں شامل ہے۔ اور جہاں جہاں بھی ان کی وجہ سے خرابی پیدا ہوگی اس کا وبال اس پر بھی رہے گا۔

آدابِ کتاب

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن کریم کا ایک نام کتاب (ذالک الکتٰب) بھی ذکر فرمایا ہے۔ تمام آسمانی صحائف نے یہاں آکر کتابی صورت اختیار

کی ہے۔ اس لئے ان نسبتوں کی وجہ سے کتاب ایک مقدس اور متبرک درجہ رکھتی ہے اور ویسے ہی سلوک کی مستحق ہے۔

ہر کتاب خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ اپنے اندر اسماء الحسنیٰ کا ایک منتشر ذخیرہ رکھنے کے باعث قابلِ تعظیم ہے۔ اس کے قطع نظر جو کتاب جس طبقۂ خیال کے لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس طبقہ میں وہ ضرور عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور اس لئے بھی قابل احترام بن جاتی ہے اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ کتاب کو ادب سے رکھے۔ ادب سے استعمال کرے۔ بے احتیاطی سے نہ پھینکے پاؤں میں نہ روندے نہ اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائے۔ نہ پاؤں کی طرف رکھے اسے گندی اور ناپاک جگہ پر رکھنے سے احتراز کرے۔ اس پر چڑھ کر نہ بیٹھے جیسے آج کل کے جاہل تعلیم یافتہ کسی باغ یا پلاٹ وغیرہ میں بیٹھتے وقت پتلون وغیرہ کو مٹی یا داغ وغیرہ سے بچانے کیلئے اپنی کتابیں نیچے رکھ لیتے ہیں۔

اس پر کوئی نوٹ وغیرہ لکھنا ہو۔ تو بین السطور نہ لکھے۔ حاشیہ پر خوبصورت کر کے لکھے۔ اس پر سیاہی وغیرہ کے دھبے نہ پڑنے دے۔ غیر ضروری بھدی لکیریں نہ لگائے۔ اس طرح کتاب بدزیب ہو جاتی ہے۔ نہ ہی اسے بچوں کی دسترس میں رکھے۔ جو ورق گردانی سے پھاڑ دیتے ہیں۔

جب کوئی کتاب شائع کرے تو اس پر کتاب کا حق ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اس کی وسیع پیمانہ پر پبلسٹی یعنی مشتہری کر کے عوام کو اس سے باخبر کرے۔

کسی کی کتاب بلا اجازت نہ اٹھائے۔ نہ خورد برد کرے۔ یہ ایک بہت بڑی خیانت۔ اور گناہ جاریہ ہے۔

آدابِ تصنیف و تالیف

حق تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ الارض مقرر فرما کر اس کا مقصدِ حیات صرف عبادت و طاعت بیان فرمایا ہے اور اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک کتاب نازل فرمائی جس کے اغراض و مقاصد انسان کے لئے غور و فکر علم و عمل۔ تبلیغ و تلقین۔ ہدایت و نصیحت۔ عبرت و ہمت۔ امتیازِ حق و باطل اطلاع عذاب و ثواب اور ماضی و مستقبل اور اتمام حجت بیان فرمائے۔

اس لئے ہر تصنیف و تالیف بھی انہی اغراض کے لئے ہونی چاہیئے مصنف و مولف کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے غیر ضروری اور غیر مفید مضامین سے پاک رکھے رد و قدح اور فتنہ و مجادلہ کا آلہ نہ بنائے۔ ایسے مباحث درج نہ کرے جو عوام کی سمجھ سے بالا ہوں یا جن سے ان کے دلوں میں تشویش و وسوسے پیدا ہوں یا کفر و گمراہی کی طرف مائل کر دیں۔ یا بدکاری و بد دردی کی ترغیب دیں۔

عوام کے بدلتے اور بگڑتے ہوئے رجحانات۔ مذاق اور پسند کے تابع ہو کر ان کی دماغی عیاشی کا سامان پیدا کر کے محض روپیہ کمانے سے باز رہے تصنیف و تالیف جلبِ منفعت کی بجائے قوم کی خدمت و اصلاح کے لئے ہونی چاہیئے۔ اسی ارادہ سے لکھے اور شائع کرے تو دنیاوی نفع کے ساتھ اخروی نجات کا بھی سامان ہو۔

خلوصِ نیت سے تصنیف و تالیف کرے تاکہ مقبول و نافع ہو۔ زبان صاف و شستہ ہو۔ انداز سلیس و سادہ ہو۔ مضامین آسان اور عام فہم۔ جامع اور واضح

ہوں۔ اختصار و ایجاز سے اثر و تاثیر پیدا کرے۔ غلو اور مبالغہ سے بچے اشاروں اور استعاروں سے زیادہ کام نہ لے۔ اس سے عوام اور کم علم لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

تصنیف و تالیف کے وقت باوضو ہو۔ حق تعالیٰ سے شرح صدر کی دعا کرے۔ اس کے نام سے یعنی بسم اللہ اور درود شریف پڑھ کر کام شروع کرے۔ کسی کا مضمون یا خیال چوری نہ کرے۔ نہ دوسروں کے مضامین کو یا اشعار کو ردو بدل سے اپنے نام منسوب کرے بلکہ جس کے خیال یا مضمون سے استفادہ کرے یا اپنے مضمون کا جزو بنائے۔ اس کا فراخ دلی کے ساتھ اعتراف کرے اور حوالہ دے۔ کہ یہ دیانتداری کا تقاضا ہے۔

آدابِ شاعری

شاعری فنونِ لطیفہ میں سے ہے۔ مگر اس کی قدر و منزلت اس کے حسن و قبح پر موقوف ہے۔ جسے حق تعالیٰ اس نعمت سے نوازے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اس نعمت کو اس کا شکر ادا کرنے کا ذریعہ بنائے۔ اسے برائی۔ نافرمانی۔ ہجو اور خوشامد کے لئے استعمال کر کے کفرانِ نعمت نہ کرے۔ بلکہ اس کے ذریعہ اسکے نام اور اس کے دین کو دنیا میں روشن کرنے کی کوشش کرے۔ تاکہ اس کا اپنا نام بھی روشن ہو جائے۔ اور لوگ اسے ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھیں۔

اسلام میں "محض شاعری" کی کوئی جگہ نہیں۔ صرف "اسلامی شاعری" کی گنجائش ہے۔ اسلئے شاعر کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تعلق مع اللہ صحیح ہو۔ کتاب و سنت

کا پابند ہو۔ اسلامی شعور و فکر رکھتا ہو۔ علوم اسلام پر پورا پورا عبور حاصل ہو اور اپنے قول و کردار میں یکسانی پیدا کرے۔ تاکہ اس کے کلام میں جذب و تاثیر، سوز و گداز اور کیف و سرور پیدا ہو۔ محض خیال آفرینی اور تخیل پردازی سے بچے اور اپنے کلام میں حقیقت و واقعیت اور معنویت و ابدیت پیدا کرے۔ تاکہ اس کا کلام مسائلِ روحانی کا دفینہ۔ حقائق و بصائر کا گنجینہ اور حکمت و موعظت کا خزینہ اور علم و یقین کا سفینہ ثابت ہو۔ جو افسردہ دلوں کو گرما دے۔ معائب و معاصی سے بچائے اور دلوں میں ایمان و ایقان کی قندیلیں روشن کر دے۔

وہ اپنے حسن کلام پر نہ اترائے۔ اور نہ اپنے سے کم درجہ شاعر کے کلام کو حقارت کی نظر سے دیکھے بلکہ اسے غور اور توجہ سے سنے یا پڑھے۔ جہاں غلطی نظر آئے۔ وہاں اصلاح کر دے۔ اور جہاں خوبی نظر آئے۔ اس کی فراخ دلی سے داد دے۔ تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ اور اپنا کلام کسی جلسہ یا مشاعرہ میں داد و تحسین حاصل کرنے کی غرض سے نہ سنائے۔ بلکہ تبلیغ و تلقین اور ترغیب و ترہیب کی نیت سے سنائے تاکہ سامعین اس سے اثر پذیر ہوں۔

دوسروں کے خیالات چرا کر اپنے الفاظ میں نہ ڈھالے۔ اور نہ ہی دوسروں کے اشعار چرا کر اپنے کلام کی زینت بڑھائے۔ بلکہ اپنے اشہبِ فکر کو ہر میدان میں دوڑا کر گوہرِ سخن تلاش کرنے کا عادی بنائے اور اپنے کلام کو باقاعدہ منضبط حالت میں رکھے۔ تاکہ بوقتِ ضرورت اسے اِدھر اُدھر تلاش نہ کرنا پڑے۔

آدابِ نشر و اشاعت

نشر و اشاعت ایک مقدس فریضہ ہے۔ جو شخص یہ کام خدمتِ علم و دین کی غرض سے کرے۔ تو باعثِ اجر و ثواب ہے۔ تجارتی اغراض و اصول پر انجام دے۔ تو باعثِ نفع ہے۔ مگر دیانتداری اور احترام حقوق شرط ہے۔ ورنہ دنیا میں دولت کے ساتھ لعنت اور آخرت میں حق العباد میں گرفتاری لازم ہے اور اُس وقت یہ دنیا و دولت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

ناشر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مصنف و مؤلف کی حق تلفی نہ کرے۔ اسکی محنت و کاوش کو اپنے سرمایہ کے برابر جانے۔ اسے اپنے منافع سے معقول معاوضہ دے۔ اس سے جو عہد و پیمان کرے۔ اسے دیانتداری سے نبھائے بدعہدی نہ کرے۔ مقررہ تعداد سے زیادہ کتاب نہ چھاپے۔ آخر ایک دن حساب دینا ہوگا۔

ناشر روپیہ کمانے کے ساتھ اپنے گاہکوں کے مفاد کو بھی پیشِ نظر رکھے کتاب کی قیمت واجبی اور مناسب مقرر کرے۔ کاغذ ناقص اور بوسیدہ نہ لگائے کہ کتاب پہلی دفعہ پڑھتے ہی پھٹ جائے۔ بلکہ مضبوط اور عمدہ کاغذ پر چھاپے کتابت۔ طباعت دیدہ زیب ہو کہ اس سے کتاب کی دلکشی اور دکان کی شہرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہر ایک سے معاملہ صاف رکھے۔ کسی کی کتاب اس کی تحریری اجازت کے بغیر نہ چھاپے۔ نہ کسی خلاف مرضی شائع کرے۔ خواہ مصنف و مؤلف ملک کے

ندر رہتا ہو۔ یا باہر۔ اس سے ناشر اور ملک کی ساکھ کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور بسا
اوقات نوبت نالش تک پہنچتی ہے جس سے رسوائی اور خرابی پیدا ہوتی ہے۔
فحش۔ مخرب اخلاق۔ دلآزار۔ خلاف شرح اور خلاف قانون لٹریچر چھاپنے
سے احتراز کرے۔ کیونکہ جو رزق اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ وہ اس سے
زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اب اس کے اپنے اختیار میں ہے کہ اسے جائز و
حلال ذرائع سے یا ناجائز اور حرام طریقوں سے حاصل کرے۔
اپنے مطبع یا دفتر میں ناقابل استعمال و مطبوعہ کاغذوں کی بے حرمتی ہونے
سے انہیں مناسب طریقہ سے تلف کرنے کا انتظام رکھے۔

آداب مطالعہ

کتب بینی سے ہی علم بڑھتا ہے جس کا حاصل کرنا ہر شخص پر فرض ہے اسلئے
اپنے روزمرہ کے پروگرام میں اس غرض کے لئے بھی ضرور وقت مخصوص کرنا چاہیئے
مطالعہ کے لئے وقت ایسا رکھے جب کہ دماغ تر و تازہ ہو قلب سکون و
اطمینان میں ہو اور طبیعت حاضر ہو۔
مقام ایسا ہو۔ جہاں شور و شر کو دخل نہ ہو۔ ہر طرف سکوت ہی
سکوت ہو اور فضا اچھی ہو۔
مطالعہ سے قبل اللہ کی پناہ ڈھونڈے یعنی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
پڑھے۔ تاکہ شیطان کی مداخلت گمراہی اور وسوسہ سے بچا رہے۔ بسم اللہ اور
درود شریف سے مطالعہ شروع کرے۔ اور اللہ سے دعا کرے کہ جو کچھ پڑھے وہ

ذہن نشین رہے اور اس کے مطابق عمل کی توفیق ہو۔

مطالعہ اخلاص، یکسوئی اور غور و فکر سے کرے۔ الفاظ کی ترکیب و بندش میں الجھنے کی بجائے ان کے مطالب پر نظر رکھے اور انہیں ذہن میں محفوظ کرنے کی کوشش کرے۔ کتاب کو دماغی عیاشی اور وقت گزارنے کا ذریعہ نہ بنائے بلکہ اس سے کچھ نہ کچھ حاصل کرنے کی فکر رکھے۔

اچھی کتاب کے مطالعہ کے وقت اپنے اعمال کا بھی ساتھ ساتھ محاسبہ کرتا جائے۔ کہ ایسی اچھی باتیں مجھ میں پائی جاتی ہیں یا نہ۔ اگر فضائل حمیدہ مفقود پائے تو پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی بری کتاب ہاتھ آگئی ہے اور اسے پڑھے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ تو اس کے آئینہ میں اپنی برائیاں تلاش کرے کیونکہ بسا اوقات انسان غلط فہمی کی وجہ سے ایک برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ جن برائیوں یا خرابیوں کا اس میں ذکر ہو یا انکا طریقہ بیان کیا گیا ہو۔ انہیں اپنانے کی بجائے ان سے بچنے کی کوشش کرے۔

جو مفید کتاب مطالعہ سے گزرے۔ وہ اپنے عزیزوں۔ دوستوں اور ملنے والوں کو بھی پڑھائے یا سنائے یا سننے اور پڑھنے کی ترغیب دے۔

آدابِ دارالمطالعہ

اشاعتِ علم کے سلسلہ میں دارالمطالعہ بہت ہی مفید خدمت سرانجام دیتا ہے اہلِ ثروت اور ارباب ذوق کے لئے اشاعتِ علم کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔

دارالمطالعہ کسی ایسے مرکزی مقام پر قائم ہونا چاہیے۔ یہاں لوگوں کو پہنچنے میں

آسانی ہو۔ گردونواح کا ماحول پرسکون و پرفضا ہو۔ اس میں ہر موضوع پر کتابوں کا ذخیرہ موجود ہو۔ کتابیں فن وار۔ باترتیب۔ سلیقہ سے الماریوں میں سجی ہوں۔ ان کی فہرست کے اندراج کے مطابق ان پر خوشخط نمبر لگے ہوں۔ تاکہ کتاب نکالنے میں آسانی ہو اور اس کی حفاظت کا معقول انتظام ہو۔

دارالمطالعہ کی کتب پر اپنا نام نہ لکھے۔ اس پر کوئی نوٹ درج نہ کرے کہیں نشان نہ لگائے۔ مغلوب الجذبات ہو کر اپنے عقیدہ و خیال کے مخالف عبارت کو قلم زن نہ کرے۔ یا اس ٹکڑہ کو کتاب سے کاٹ کر اپنی کم ظرفی کا ثبوت نہ دے اسے اپنی ذاتی کتابوں سے زیادہ احتیاط و حفاظت سے استعمال کرے کیونکہ یہ ایک قومی امانت ہے۔ اس میں دوسروں کا بھی آپ کی طرح حق ہے۔ اور ان کے حقوق کی حفاظت آپ کا فرض ہے۔

دارالمطالعہ سے جو کتاب اپنے نام جاری کرائے۔ وہ کسی دوسرے کو مطالعہ کے لئے نہ دے۔ یہ امانت میں خیانت ہے۔ جتنے عرصہ کیلئے کتاب ملی ہے۔ اسی مدت میں اسے فارغ کرے۔ اور وقت مقررہ پر واپس کر دے۔ زائد عرصہ کے لئے خلاف قواعد اپنے پاس نہ رکھے۔ اور نہ اسے خورد برد کرنے کی کوشش کرے۔ نہ اس سے کوئی تصویر وغیرہ پھاڑے۔

دارالمطالعہ میں کسی قسم کا شور و شر نہ کرے۔ اس کی کسی چیز کو نقصان نہ پہنچائے وہاں حقہ سگریٹ وغیرہ پینے یا کھانا کھانے سے احتراز کرے۔ کسی کتاب رسالہ یا اخبار کے مطالعہ کے وقت ایک دوسرے سے خوش گپیاں نہ ہانکے زور سے نہ پڑھے۔ بلکہ اتنا آہستہ پڑھے کہ دوسروں کے مطالعہ میں خلل واقع نہ ہو۔

لائبریری کے ملازمین صاحبِ ذوقِ تخلیق اور منکسار ہوں ۔ وہ کسی سے
ترجیحی سلوک روا نہ رکھیں ۔ بد سلوکی سے پیش نہ آئیں اور نہ کسی کو بلا وجہ وقت
انتظار رکھیں ۔

لائبریری کے منتظمین بھی اپنے عہدہ کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں اور لائبریری کے
ملازم کتابیں و دیگر سامانِ بلا استحقاق اپنے ذاتی استعمال و تصرف میں نہ لائیں ۔

آدابِ علم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۔
علم کی طلب کرنا (یعنی اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا) ہر مسلمان
پر فرض ہے ۔

انسان جس غرض کے لئے بنایا گیا ہے ۔ حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں
کو بھی اسی غرض کی تکمیل کے لئے استعمال کرے ۔ ورنہ کفرانِ نعمت ہے علم
اس کی نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت اور بیش قیمت عطیہ ہے ۔ جو قلیل
مقدار میں انسان کو عطا ہوا ہے ۔

علم اللہ کے لئے سیکھے ۔ اسے مونس و رفیق بنالے ۔ اس سے اس کی
معرفت حاصل کرے ۔ محبت و خشیت پیدا کرے ۔ صدقہ و جہاد کرے ۔ کفر و
ایمان ۔ حلال و حرام ۔ جائز و ناجائز میں امتیاز کرے ۔ شہوت و کدورت کو دور
کرے ۔ اس کے نور سے اپنے دل کو منور کرے اس کی روشنی میں اپنی سود و بہبود
آخرت و جنت کا راستہ تلاش کرے اور اپنے علم کو عمل کا امام بنالے ۔

علم کو اس کے عطا کرنے والے کے خلاف استعمال نہ کرے یعنی اس سے اس کی ذات سے انکار اور اس کی صفات میں شرک کا سامان نہ کرے۔ اسے اہل غرض کے دروازوں پر نہ لے جائے۔ بلکہ ان کو اس کی طرف بلائے جیسے امام مالکؒ نے ہارون رشید کے لڑکوں کو اس کے گھر پر جاکر تعلیم دینے سے اور امام بخاریؒ نے امیر بخارا کو اس کے گھر پر جاکر صحیح بخاری شریف سنانے سے انکار کر دیا تھا۔
علم کو فروخت نہ کرے یعنی اسے دنیا کی رغبت۔ آخرت کی غفلت اور تکبر کا سرمایہ نہ بنائے۔ اس کے ذریعہ کسی کو ضرر نہ پہنچائے اور علم کے خلاف عمل کر کے اسے رسوا اور خود کو ذلیل نہ کرے۔

آدابِ تعلیم

خالق کون و مکان نے اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے ساتھ ہی موقعہ بہ موقعہ اس کے طریقۂ تعلیم کی تشریح بھی خود ہی فرما دی۔
۱۔ "ہم نے تمام پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ تاکہ وہ ان کو سمجھا سکیں۔"
اسلئے تعلیم ہر جگہ ملکی زبان میں دی جائے۔ تاکہ پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔ ملکی زبان میں تعلیم حاصل کرنے میں جو سہولت حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ غیر ملکی زبان میں حاصل نہیں ہو سکتی۔
۲۔ "ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا۔ جو تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے۔"
اس لئے اسلام کے عالمگیر رشتۂ اخوت میں منسلک رہنے کے لئے انگریزی کی طرح

عربی کو بھی اسلام کی بین الاقوامی زبان بنانے کے لئے ہر جگہ عربی تعلیم بھی لازمی قرار دی جائے۔ کیونکہ اولاً عربی ہمارے اصلی وطن میں اہل جنت کی زبان ہے ثانیاً قبر میں سوال وجواب بھی اس زبان میں ہوگا۔ ثالثاً حق تعالیٰ نے بھی تمام دنیا کی نصیحت کے لئے اسے ہی منتخب فرمایا ہے۔ رابعاً اسی زبان کے ملک عرب میں ہی قبلہ وکعبہ بنا کر اسے تمام دنیائے اسلام کا مرکز بنا دیا ہے۔ خامساً۔ عربی سے بڑھ کر اور کوئی زبان فصیح وبلیغ۔ جامع ومنضبط۔ وسیع وفاضح اور پرمغز وپرشوکت نہیں۔

۳۔ "ہم نے یہ خیر وبرکت والی کتاب بھیجی ہے۔ تاکہ اس پر عمل کرو۔"
اسلئے نصابِ تعلیم میں تعلیم دین کا ضرور اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ تعلیم تبدیل اخلاق کے لئے کافی نہیں۔ جب تک کہ وہ فطری نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ سکولوں اور کالجوں کی پیداوار میں فضائلِ اخلاق سیر چشمی اور بلند نظری کا فقدان ہے۔

۴۔ "ہم نے نصیحت کرنے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا۔"
اس لئے نصابِ تعلیم ایسا مقرر کرنا چاہیئے۔ جو سہل و آسان ہو۔ طلباء اس کے متحمل ہو سکیں اور اس سے ڈر اور گھبرا کر بھاگ نہ جائیں۔ بلکہ ان کی طبیعت اس کی طرف خود بخود راغب ہو۔

۵۔ "ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر سمجھایا ہے۔ تاکہ وہ سمجھیں۔"
اس لئے استاد روزمرہ کی تعلیم کے لئے اسباق کی تعداد مقرر نہ کرے۔ بلکہ استعداد ولیاقت کو معیار ومقصود بنائے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسے دقیق مضامین آجاتے ہیں جو طلباء کے فہم وادراک سے بالا ہوتے ہیں اور ان کے سمجھنے وسمجھانے

کے لئے معمول سے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ صرف درس یا لیکچر دینے اور شرح کرنے پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ اس کے مطالب طلباء کے ذہن نشین کرائے اور جب تک وہ سمجھ نہ لیں۔ آگے نہ چلے۔ تاکہ ان میں ملکہ راسخہ اور استعداد کتب بینی پیدا ہو۔

۶۔ "ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں"۔

اس لئے درس دیتے وقت سبق ذہن نشین کرانے کے لئے ضروری امور طلباء کو مثالوں سے سمجھائے سبق پڑھانے اور یاد کرانے کے بعد اس کے متعلق ان سے امثلہ مشقی بکثرت دریافت کئے جاویں۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ اس نے اپنے دماغ میں سبق کا کوئی نقشہ بھی قائم کیا یا نہ۔ ورنہ ان کی کم توجہی اور کم فہمی دور کرنے کے لئے تاکید اور تہدید سے کام لے اور بشرط ضرورت قوت استعمال کرنے سے انہیں شتر بے مہار کی طرح نہ چھوڑے۔

۷۔ "یہ بابرکت کتاب ہم نے آپ پر اس لئے اتاری ہے کہ لوگ اسکی آیات پر غور اور سوچ بچار کریں"۔

اس لئے استاد کو ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئیں جن سے طلباء میں غور و فکر کا جذبہ بڑھے۔ اس کے لئے موجودہ طرزِ درس یا لیکچر بدلنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سے طلباء میں غفلت سستی۔ کم توجہی بڑھتی ہے۔ قوتِ فہم و بیان گھٹتی ہے غور و فکر۔ تدبر و تعمق کمزور و معطل ہو جاتا ہے۔ اسلئے طلباء کو درس یا لیکچر دے کر چھوڑ دینے کی بجائے انہیں کل کے سبق کی موٹی موٹی باتیں سمجھا کر اس پر سب کو

تقریر یا لیکچر تیار کر کے آنے کے لئے کہا جائے ۔ اور دوسرے روز ان سے درس یا لیکچر دلایا جائے ۔ اس میں جو کمی رہ گئی ہو ۔ اسے خود پورا کر دے اور جو مقام مشکل ہو ۔ اسے سمجھا دے ۔ اس طرح پوری کی پوری جماعت ہمت و فکر سے کام کریگی ۔ اس کے لئے گھر سے تیار ہو کر آئے گی ۔ برسوں کا کام مہینوں میں نکلے گا ۔ اور ان کی استعداد لیاقت بھی بڑھے گی ۔

۸۔ "یہ قرآن ایک قوت و عزت والے فرشتہ نے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا جو تمہارے لئے اچھا نمونہ ہیں ۔

اسلئے معلم تعلیماتِ قرآن کی طرح استاد بھی بارعب ۔ متقی ۔ پرہیزگار اور صاحب اخلاق ہونے چاہئیں ۔ جو اپنی قوت و تقویٰ سے لڑکوں کے اخلاق و کردار درست کر سکیں ۔ ان کا دامن ہر آلودگی سے پاک ہو ۔ تاکہ لڑکے ان کا اثر قبول کر سکیں اور ان کی عزت و عظمت کریں ۔

تعلیم سستی اور عام ہو ۔ تاکہ ملک میں کوئی ان پڑھ نہ رہے ۔

آدابِ تعلّم

حصولِ علم چونکہ انسانی فرائض میں داخل ہے اسلئے والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم کا مناسب انتظام کریں ۔ ورنہ ان کی بے علمی کیلئے آخرت میں جواب دہ ہونا پڑیگا اور جہالت کے سبب ان سے جو گناہ ۔ غلطی ۔ کوتاہی اور لغزش ہوگی ۔ اس کا وبال والدین پر ہوگا جنہوں نے انہیں تعلیم سے محروم رکھا ۔

اگر والدین اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ کریں ۔ تو اولاد کا فرض ہو جاتا ہے

کہ وہ شعور و وسعت حاصل کرتے ہی اپنی تعلیم کا خود انتظام کرے۔ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے۔ یا کتنی ہی مدت لگ جائے۔

تعلیم خواہ مفت ملے یا پیسوں اور فیسوں سے حاصل کرے۔ مگر اسکی اصل قیمت وقت جائے جو واپس نہیں آتا۔ اور جس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی قیمتی چیز نہیں۔ اس لئے کم سے کم وقت میں تعلیم حاصل کرنے کی استعداد پیدا کرے اپنی تمام توجہات تعلیم پر مرکوز رکھے۔ فنافی السبق رہے۔ جو کچھ پڑھے یا سنے اسے اپنے ذہن میں محفوظ کرلے۔ یا کاغذ پر نوٹ کرلے۔ تاکہ اس کے ذریعے اپنی یادداشت تازہ کرسکے۔ سبق پڑھتے وقت ادھر ادھر خیال نہ کرے۔ نہ کسی قسم کی کسی ہم سبق سے شرارت کرے۔ انس و شوق سے پڑھے۔ اور تکرار و تمرین سے کام لے۔

اُستاد جس قدم کا ذمہ لگائے۔ وہ گھر پہنچتے ہی پہلی فرصت میں مکمل کرے مزید برائیوں دوسرے دن کا سبق بھی دیکھ لے۔ اس کے مشکل مقامات نوٹ کرلے تاکہ سبق پڑھتے وقت خصوصی طور پر ان کے مطالب سمجھ لے۔ اپنے ہم سبق لڑکوں سے ممتاز اور اپنے امتحان میں اوّل رہنے کی کوشش کرے۔ استاد کو تاکید تہدید کا موقعہ نہ دے۔ اور اس کا ہر طرح ادب و احترام کرے۔

تعلیم کے دوران میں سیاسیات سے الگ رہے۔ [illegible] دہیں وقت ضائع نہ کرے آوارہ گردی سیگریٹ نوشی و سینما بینی اور عشق و عیش سے باز [illegible] تاش شطرنج گنجفہ کیرم۔ جوا وغیرہ کھیلنے کی عادات قبیحہ نہ ڈالے۔ بلکہ اپنی منزلِ مقصود پر [illegible] رکھے اور اس راستہ میں جو بھی مشکلات حائل ہوں۔ انہیں سعی و ہمت سے عبور کرے۔

آداب تربیت

حق تعالےٰ نے نظام تربیت کے متعلق بھی قرآن پاک میں کچھ اصول بیان فرمائے ہیں۔

"رسول) ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کو سنوارتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے خدا ناشناس اور حرف ناشناس دنیا کیلئے صرف کتابی تعلیم پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اسے مہذب و شائستہ۔ پاکیزہ سیرت اور فرشتہ خصلت بنانے کے لئے پیغمبر بھیجے۔ تاکہ وہ لوگوں کو کتاب و حکمت کی عملی تعلیم بھی دیں کیونکہ تعلیم مخصوص حلقوں تک محدود رہتی ہے۔ اور تربیت عمومی حیثیت حاصل کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے آغاز میں زیادہ تر کام تعلیم کی بجائے تربیت سے لیا گیا۔ ہر مسلمان علم کے میدان میں طالب علم اور عمل کے میدان میں دوسروں کا معلم تھا۔

اس لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ نونہالوں کی تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے اصلاح اعمال اور تزکیہ نفس کے لئے تربیتی مرکز کھولے جائیں۔ درس گاہوں سے کام لیا جائے۔ سلسلہ رشد و ہدایت قائم کیا جائے۔ اس سلسلہ میں زیادہ تر کام استادوں سے لیا جائے۔ جو اخلاقی در قانونی طور پر قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ہادی و مصلح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کو اخلاق حمیدہ اور ادب و آداب سکھائیں۔ بناؤ سنگار کی بجائے سادگی اختیار کرنے پر مجبور کریں۔ خواہ امراء کے لڑکے ہی کیوں نہ ہوں بُری

صحبت اور بدعادات سے بچائیں۔ان کی حرکات وسکنات پر کڑی نگرانی رکھیں
ان کی خط وکتابت کو سنسر کریں۔بدخصلت وبدرویہ اور بڑی عمر کے لڑکوں سے
انہیں میل ملاپ نہ رکھنے دیں کہ اس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں پان
سیگریٹ سینما اور آوارہ گردی سے روکیں۔انہیں اپنے بچوں کی طرح سمجھیں اور
سمجھائیں۔اگر ممکن ہو تو خرید و فروخت یا سیر و تفریح کے وقت ہمراہ رکھیں۔بیرون
از مدرسہ بھی ان پر نظر رکھنا داخل فرائض سمجھیں۔سکول کے اوقات کے بعد انہیں
گھر پر رہنے کے لئے مجبور کریں۔انہیں شتر بے مہار نہ بننے دیں۔ترغیب و ترہیب
زجر و توبیخ اور بشرط ضرورت مار پیٹ سے کام لیں۔اور ان کے والدین یا
سرپرستوں کو ان کے حالات سے آگاہ رکھیں۔

۲۔"پس کیوں نہ جماعت میں سے ایک حصہ دین فہمی کے لئے نکلے
اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائے شاید کہ وہ ڈرے اور بچ جائے۔"

اس طرح حق تعالیٰ نے قومی تربیت کے لئے ایک سہل سی تجویز بیان فرمائی کہ
ساری کی ساری قوم بیک وقت ایک ہی طرف نہ دوڑ پڑے بلکہ وہ تقسیم کار کرے
قوم کا کچھ حصہ جہاد میں جائے اور کچھ حصہ کاروبار میں مشغول رہے کچھ حصہ ملک و قوم
کی حفاظت پر مامور رہے۔کچھ حصہ نظام حکومت چلائے اور کچھ حصہ اپنی تمام
مشغولیتیں چھوڑ کر صرف تعلیم و تربیت کے لئے نکلے۔اچھی صحبت اور اچھی
رفاقت اختیار کرے۔جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کام کی استعداد بخشی ہے۔وہ
اللہ والوں کے پاس جا کر کچھ عرصہ رہیں۔ان سے دین و دنیا کی علمی تعلیم حاصل
کریں۔خود کو اس کا صحیح نمونہ بنائیں اور پیکر عمل بن کر تمام قوم میں منتشر ہو جائیں۔ پر

شخص اپنی اپنی جگہ پر ایک متحرک ادارہ اور عملی درس گاہ بن جائے۔ تاکہ اس سے ملنے جلنے والوں کے دلوں پر اس کے اخلاق و شرافت، تہذیب و شائستگی صفائی، معاملات اور حسن معاشرت کے نقوش ثبت ہو جائیں۔

۳۔ "جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے وطن چھوڑا اور اللہ کی راہ میں لڑے۔ وہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔"

تیسرا درجہ یہ ارشاد فرمایا کہ جو اس کی رحمت اور اپنی رغبت سے علمی اور عملی تعلیم و تربیت حاصل کر لیں۔ وہ اپنی روزمرہ کی مصروفیتوں اپنے کاروباری مشغولیتوں اور اپنے خانگی جھمیلوں سے کچھ وقت نکال کر اللہ کی راہ میں اللہ کی بے علم اور غافل مخلوق کی ہدایت و صحت کے لئے باہر جائیں۔ چند گھنٹے یا چند دن یا ایک چلہ اپنے آپ کو اس غرض کے لئے وقف کر دیں اور اس طرح جہالت و بے علمی کے خلاف جہاد کریں۔

آدابِ معرفتِ شیخ

حق تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

"تم میں ایک ایسی جماعت بھی ہونی چاہیئے۔ جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے۔ اچھی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے روکے۔"

سنتِ الٰہی کے مطابق ہر نبی اپنے رفقاء میں سے ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت چھوڑ جاتا ہے۔ جو سلسلہ رشد و ہدایت کو قائم رکھنے کے لئے شریعت الٰہی کو اس طرح محفوظ رکھتی ہے۔ جس طرح نبی نے اس پر عمل کیا۔ اور جس حال

ہیں اسے چھوڑا۔ اس جماعت کے افراد شب و روز دعوت الی اللہ اور اصلاح نفوس میں مصروف رہتے ہیں۔ اور شیخ۔ مرشد مصلح یا پیر کہلاتے ہیں۔ ان کیلئے بقول شیخ الاکبر ابن عربیؒ لازمی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا دین۔ اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست رکھتے ہوں۔

مسندِ نبوت کی جانشینی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ علم دین سے پوری واقفیت حاصل کرے۔ کسی شیخ کامل کے سامنے زانوے ادب تہہ کرے۔ عقائد۔ اعمال اور اخلاق میں خود کو شرع کا پابند بنائے۔ دل سے دنیا کی محبت نکال دے۔ افادۂ خلق کا حریص رہے۔ اپنا زیادہ وقت ذکر و شغل میں گزارے نیکیوں کی طرف بلانے اور برائیوں سے روکنے کی ہمت پیدا کرے خطراتِ شیطانی اور وساوسِ نفسانی پہچان سکے۔ تصرفاتِ شیطانی و انعاماتِ ربانی میں امتیاز کر سکے۔

نفس کے ظاہر و باطن کی کیفیت و حقیقت سے واقف ہو۔ اس کے امراض وعوارض کے اسباب وعلل معلوم کر سکے۔ ان کے علاج و انسداد کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مختلف المزاج اور مختلف الدرجات لوگوں کی اصلاح و تربیت کی تدبیر و سیاست رکھتا ہو۔ وجاہت و ریاست کا طالب نہ ہو۔ اور اپنے مرشد کی اجازت کے بغیر سلسلہ بیعت و ہدایت جاری نہ کرے۔ اور جو مقام اسے حاصل نہ ہو اس کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ اور اپنی کسی حالت پر نہ اترائے۔ نہ اپنی حالت پر قناعت کرے۔ بلکہ بلند تر درجات کے لئے کوشاں رہے۔

جو ان خصوصیات سے عاری ہو۔ وہ اس میدان میں قدم نہ رکھے۔ لوگوں اس

آڑ میں دھوکا نہ دے۔ جل وفریب سے ان کے دین وایمان پر ڈاکہ نہ ڈالے لوٹ کھسوٹ سے باز رہے۔ رشد وہدایت کے اس پاک وصاف چشمہ کو اپنے ناپاک ارادوں اور برے فعلوں سے مکدر نہ کرے اور اس مسندِ مبارک کی توہین وتذلیل کا باعث بن کر اپنی دنیا وآخرت تباہ نہ کرے۔

آدابِ فتویٰ

امورِ دین سے ناواقفیت کے سبب عام طور پر زندگی کے بعض ضروری امور کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لئے لوگوں کو علماءِ دین کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسلامی حکومت میں باقاعدہ طور پر اس کے لئے ایک محکمہ ہوتا ہے غیر اسلامی مملکتوں میں یہ فرض مدارس دینیہ کے سپرد ہوتا ہے۔ جہاں اس غرض کیلئے باضابطہ طور پر مفتی مقرر ہوتے ہیں۔ اس لئے استفتار کے لئے ہمیشہ کسی مستند ادارہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ ہر عالم کو مفتی نہ جانے۔ اور نہ ہر عالم مفتی بننے کی کوشش کرے۔ جبکہ وہ اس کی استعداد نہ رکھتا ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس غرض کیلئے ہر جگہ صدر مقام پر مفتی مقرر کیا جائے اور سب اسی کی طرف رجوع کریں۔

مستفتی کو چاہیئے کہ اپنا سوال واضح صورت میں پیش کرے۔ سوال کو مہمل نہ بنائے۔ نہ دو سوالوں کو آپس میں مدغم کرے۔ زیرِ استفسار مسئلہ کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرے۔ واقعہ کو ملبس کر کے اپنی مرضی کے مطابق سوال تراشنے کی کوشش نہ کرے۔ نہ استفسار امورِ شرعیہ سے بچنے کے لئے حیلہ بہانہ نکالنے کے لئے کرے۔ بلکہ مقصد صرف اتباعِ امورِ شرعیہ ہو۔ سائل مفتی کو اپنا تابع بنانے

کی کوشش نہ کرے۔ نہ دلیل طلب کرے۔

مجیب یا مفتی استفسار کا جواب مناسب وقت میں دیدے۔ اسے روک کر نہ رکھے۔ تحصیل زر کا ذریعہ نہ بنائے۔ اگر فی الواقعہ اس کی تکمیل و انتظام میں کچھ خرچ واقع ہوا ہو۔ تو وہ وصول کر لینا منع نہیں۔ ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش نہ کرے۔ جبکہ وہ غیر ضروری ہو۔ یا اسے خود اس کا جواب نہ آتا ہو ایسی حالت میں صاف لکھ دے کہ کسی اور کی طرف رجوع کیا جائے۔ خود کھینچ تان نہ کرے۔ سائل کے دلیل طلب کرنے پر اسے صاف جواب دیدے۔ جبکہ وہ دلیل سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ اگر سائل اصالتاً فتوی کے لئے حاضر ہو۔ تو اسے جواب کے لئے وقت اور تاریخ بتلا دی جاوے اور اس سے قبل جواب تیار رکھے۔ تاکہ اسے وقت مقررہ پر مل جائے۔ اور دوبارہ نہ آنا پڑے۔ جو جواب بذریعہ ڈاک منگائے۔ اسے جواب کے لئے لفافہ ہمراہ بھیجنا چاہیئے ورنہ بصیغہ بیرنگ روانہ دنیا چاہیئے۔

آدابِ مناظرہ

منظم بحث و مباحثہ مناظرہ کہلاتا ہے۔ یہ نہ محمود ہے اور نہ مذموم۔ اکثر اوقات ایسے امور پر مناظرہ کیا جاتا ہے۔ جو مقصودِ دین نہیں ہوتے۔ بہر حال اس کے بھی کچھ آداب ہیں۔ اور جو اس میدان کے مشتاق ہوں۔ انہیں ان کا احترام لازم ہے۔

مناظرہ ایسے امر پر کیا جاوے جو مقصود دین ہو۔ مناظرہ منافقت کے جذبہ

کے ماتحت خواہی نخواہی مدِ مقابل کو نیچا دکھانے یا اپنی علمیت جتانے کے لئے نہ کرے۔ بلکہ دل میں یہی عزم و ارادہ رکھے کہ اگر حق واضح ہو گیا تو فوراً قبول کر لے گا دوسرے کی ہر بات کو رد کرنے پر اصرار و تکرار نہ کرے۔ خواہ وہ بات سمجھ میں بھی آجاوے۔

اندازِ بیان مشفقانہ ہو۔ جبر و قہر کا اظہار نہ کرے۔ اگر مدِ مقابل کا طرزِ بیان و سلوک معاندانہ اور غیر مشفقانہ ہو۔ یا وہ اصولاً و اخلاقاً کسی رعایت کا مستحق ثابت نہ ہو۔ تب بھی غم و غصہ کا اظہار کرنے کی بجائے۔ صبر و تحمل کے ساتھ مقابلہ کرے اگر قرائن سے عناد ظاہر ہو۔ تو رضا کارانہ طور پر مناظرہ سے دست بردار ہو جائے۔

مناظرہ کے دوران میں الفاظ نرم استعمال کرے۔ مضمون سہل بیان کرے۔ جو بات معلوم نہ ہو۔ اس کا کشادہ دلی سے اعتراف کرے۔ ایسے حالات پیدا نہ کرے کہ عوام الناس علماء سے بدظن ہو کر دین سے بھی نفرت کرنے لگیں یا بے آبروئی و ایذا رسانی کے در پے ہو جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ مناظرہ کو عوام کا اکھاڑہ نہ بنایا جائے۔ کہ یہ افہام و تفہیم سے بعید ہے۔ نہ اس سے گوہرِ مقصود حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ فی الواقعہ اس سے کوئی دینی خدمت ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے اجتناب افضل ہے۔

باب الاخلاق

رضاء الٰہی

مولیٰ پاک کا ارشاد ہے۔

" اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو راضی کرنا بہت ضروری ہے"

کوئی کام بدون مشیتِ ایزدی نہیں ہوتا۔ مگر ہر کام میں اس کی رضا بھی شامل نہیں ہوتی۔ رضاءِ الٰہی اس کی قضا وقدر پر راضی ہونے اور اس کے اوامر ونواہی پر بلا چون وچرا عمل کرنے میں مضمر ہے۔ عام طور پر طاعات وعبادات کو داخلہ جنت اور نجاتِ دوزخ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر (تمہارے لئے مفید چیز) اللہ کی رضامندی ہے جس کے سامنے جنت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اس لئے ہر کام کرتے وقت یہ ذہن نشین رہے کہ وہ سمیع وبصیر میرے قول و فعل کو سن اور دیکھ رہا ہے۔ اور کوئی ایسا کام نہ کرے۔ جو اس کی مرضی و منشاء کے خلاف ہو یا اس کے غیظ وغضب کا داعی ہو۔ خواہ اس کے لئے ذاتی عزت ولذت۔ خواہش ومنفعت کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ ہر حال میں اس کی پسند وناپسند پر نظر رکھے۔ اس کی خوشنودی کو مقصدِ حیات ٹھہرائے۔ سراپا تابع فرمان بن جائے۔ اور اس کی کسی بات کو نہ جھٹلائے۔

اگر کوئی ناگوار صورت پیش آئے۔ تو اس پر صبر کرے۔ اس کی مشقت و تکلیف پر جو اجرِ آخرت مرتب ہوگا۔ اس کی خوشی و حلاوت سے اسے دور کرے۔ اور اسے اپنے حق میں نافع جانے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور وہ حکمت ہمیشہ ہماری ابدی و بھلائی کے لئے کارفرما ہوتی ہے جس کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔

مگر رضا بر قضا کو ترکِ اسباب کا ذریعہ نہ بنائے۔ کہ یہ جہالت و غلط فہمی ہے، اور اگر اسباب و وسائل اختیار کرنے سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو۔ تو اس پر حزن و ملال یا غم و غصہ نہ دکھلائے۔ بلکہ یہی سمجھے کہ عنداللہ اس کا ثمر آور نہ ہونا ہی میرے لئے بہتر تھا کیونکہ بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رضا کے یہ بھی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ پر ظاہر و باطن اور زبان یا دل میں سے کوئی بھی کسی حالت پر اعتراض نہ کرے۔

اخلاص

حق تعالیٰ نے اخلاص کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

"سن لے کہ بندگی خالص اللہ ہی کیلئے ہے"

انسان کا ہر قول و فعل اگر کتاب و سنت کے مطابق ہو تو وہ عبادت بن جاتا ہے مگر اس کے لئے اخلاص شرط ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تمام اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں" اس کی شرح ایک اور موقعہ پر یوں فرمائی کہ جو شخص عورت سے کسی مقدار مہر پر نکاح کرے۔ اور اس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو۔ تو یہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے۔ اور جو شخص کسی سے قرض لے اور اس کے دینے کا

قصد نہ ہو تو یہ قرض نہیں بلکہ سرقہ یا چوری ہے۔ اسلئے جو کام جس نیت سے کیا جائیگا اس کا ویسا ہی ثمرہ ملے گا۔

کوئی کام بدوں قصد و ارادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسا ارادہ کرتے وقت انسان تھوڑی سی توجہ الی اللہ بھی کرے۔ اور اپنے مالک و خالق کو دل ہی دل یاد کر کے نہایت ادب و احترام سے یہ عرض کرے کہ میں یہ کام تیرے فلاں حکم کے تحت اور تیری خوشنودی کی خاطر کرنا چاہتا ہوں۔ پھر جیسی نیت کرے۔ ویسا عمل بھی کرے۔ یعنی صدورِ اعمال میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام۔ حدود و قیود کا بھی خیال رکھے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک صادق القول ٹھیرے۔ اور اس پر کسی اجر و معاوضہ یا حصولِ ثواب و دفعیہ عذاب کی تمنا نہ کرے۔ کہ یہ تجارت و نفس پرستی ہوگی بلکہ توفیقِ خلوص نیت کو ہی اس عمل کی مقبولیت کی دلیل جان کر شاکر ہو جائے اور اس باب میں غفلت نہ کرے۔ کیونکہ کام کی نوعیت بدلے بغیر اور کوئی قیمت یا وقت صرف کئے بغیر صرف تصحیح نیت اور خفیف سی توجہ و فکر سے ہر کام خیر و برکت کا حامل ہو سکتا ہے۔

استغفار

اللہ جل شانہ یقین دلاتے ہیں کہ

جو جہالت سے برا کام کر بیٹھتے ہیں اور فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ تو ان کو اللہ تعالےٰ معاف کر دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی شخص کا معصوم ہونا ضروری نہیں۔ اور ہر شخص سے شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی نہ کسی گناہ کا سرزد ہونا بعید نہیں۔ بعض گناہ صغیرہ کے

بعض گناہ کبیرہ کے اور بعض دونو کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر مولیٰ پاک اپنی عنایت شفقت و محبت کی وجہ سے اپنے گناہگار بندوں کو فوراً نہیں پکڑتے اس لئے انسان کے دل سے گناہ کی وقعت نکل جاتی ہے اور وہ اس پر اصرار کرنے لگتا ہے جب خود پیکر معصومیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منزہ عن الخطا ہونے کے باوجود دن میں ستر یا اس سے زائد بار توبہ و استغفار فرماتے تھے۔ تو ہم ایسے سراپا گنہگار و پر تقصیر انسانوں کو دن میں کتنی بار توبہ کرنی چاہیئے۔

اسلئے کوئی شخص خود کو توبہ سے مستغنی نہ سمجھے۔ ہر وقت صمیم قلب کے ساتھ اس کی طرف رجوع کر کے استغفار کرتا رہے۔ جس گناہ میں مبتلا ہو۔ اسے فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کے لئے اس سے بچنے کا مصمم ارادہ کرے اور گذشتہ تقصیر و کوتاہی کا تدارک کرے۔ مثلاً حقوق العباد کی توبہ یہ ہے کہ ان کو ادا کرے۔ انکی معافی توبہ و استغفار سے نہ ہوگی۔ یا جس کا حق کھایا ہے۔ اس سے معاف کرالے، نماز۔ روزہ کی استغفار یہ ہے کہ ان کی قضا کرے۔

توبہ کی قبولیت یا عدم قبولیت کے متعلق پریشان نہ رہے۔ صرا خلاص و توجہ سے توبہ کرتا رہے۔ اس سے قلب میں صفائی پیدا ہوگی۔ اور قبولیت حق استعداد بڑھتی جائے گی۔ جو توبہ کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ اگر یہ صورت پیدا نہ ہو۔ تو پھر یہ سمجھے کہ اس نے صحیح طور پر توبہ ہی نہیں کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا قبول کرنا اپنے ذمہ کر رکھا ہے۔

توبہ کرنے میں عجلت کرے۔ اسے دوسرے وقت پر نہ ٹالے۔ کیا خبر کہ دوسری ساعت قبر میں آوے۔

خشیت

حق تعالےٰ سبحانہٗ کا فرمان ہے۔

"جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے لئے معافی اور بڑا ثواب ہے"۔

خوفِ الٰہی بہت بڑی نعمت ہے۔ جو انسان کو تمام گناہوں سے بچاتی ہے اور نیک کاموں کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ یہ حق تعالےٰ کے جا■ و جلال۔ قہر و غضب اور عتاب و عذاب کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو چونکہ یہ معرفت زیادہ حاصل ہوتی تھی۔ اسلئے وہ معصوم و مقرب ہونے کے باوجود ہر لحظہ اللہ جل شانہ سے ڈرتے رہتے تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ

"حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلب نماز کی حالت میں خوف کے سبب ایسا جوش مارتا تھا۔ جیسے چولہے پر ہانڈی کھولتی ہے۔ اور اس جوش و خروش کی حالت ایک میل سے سنائی دیا کرتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن کامل سربسجود گریہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے آس پاس کی زمین پر گھاس پیدا ہو گئی۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کبھی جبریل امین میرے پاس وحی لے کر آتے۔ تو خداوند جبار و قہار کے خوف سے لرزتے ہوئے آتے تھے۔

جسطرح ایک مجرم ارتکاب جرم کے بعد گرفتاری کے خوف سے بے چین رہتا ہے۔

اسی طرح ہر مسلمان بھی اپنے خطا کار و گناہگار ہونے کی وجہ سے حق تعالیٰ کی گرفت سے ہر وقت ڈرتا رہے ۔ دنیا کی تکلیفوں ۔ پریشانیوں اور بیماریوں کے عذاب کی تلخیوں کے تجربہ و مشاہدہ کے ساتھ ساتھ عذاب سکرات ۔ عذاب موت ۔ عذاب قبر ۔ عذاب نکیرین ۔ عذاب حساب و کتاب اور عذاب جہنم کا بھی نقشہ اپنے سامنے رکھے ۔ اور یہ بھی یاد رکھے کہ اگر خدانخواستہ ان میں سے کسی عذاب میں گرفتاری ہو گئی ۔ تو اس وقت کوئی رشوت نہ چل سکے گی ۔ کوئی سفارش نہ کر سکے گا ۔ یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حق تعالیٰ کے ایماء و اجازت سے ہی سفارش کر سکیں گے ۔ کوئی یار ۔ دوست ۔ عزیز ۔ رشتہ دار کام نہ آئیگا بلکہ تو کیا تمہارے اپنے ہی اعمال و اعضاء تمہارے خلاف شاہد و گواہ ہونگے ۔

اس استحضار کے ساتھ ساتھ طاعات و عبادات میں غفلت و کوتاہی نہ کرے ۔ کسی کا حق غصب نہ کرے ۔ خواہشات نفس کے دھوکا اور فریب سے خبردار رہے ۔ اور اپنی قیل و قال ۔ چال ڈھال ۔ اعمال و افعال میں تضرع و انکساری پیدا کرے ۔ اور ہر شام کو بستر پر دراز ہونے کے بعد سارے دن کے اعمال کا محاسبہ کرے ۔ کہ آج کون سا نیک عمل کیا ہے اور کونسی برائی سرزد ہوئی جو برائی صادر ہوئی ہو ۔ اسے یاد رکھے اور دوسرے دن اسے نامہ اعمال پر نہ آنے دے ۔

کسی بھی حالت میں بوجہ خوف مایوس نہ ہو ۔ بلکہ ہمیشہ اس کی رحمت واسعہ پر نظر رکھے ۔

اُمید

حق تعالےٰ یقین دلاتے ہیں کہ

اللہ کی رحمتوں سے نا امید نہ ہو۔ کیونکہ سب گناہ اللہ بخشتا ہے۔ اور بالتحقیق وہی گناہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

رجاء کے معنی امید کے ہیں۔ اور رجاء الٰہی سے مراد یہ ہے کہ انسان اسکی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ جو ہر چیز پر محیط ہے۔ یہاں تک کہ غضبِ الٰہی پر بھی غالب ہے۔ مگر عملِ صالح۔ توبہ و استغفار اور خوف وخشیت کے ذریعہ اسکا استحقاق پیدا کئے بغیر رحمت کا امیدوار ہونا محض فریبِ نفس ہے۔

اس لئے نفس کے دھوکے سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اسکے فضل و مغفرت اور نعمت و جنت پر نظر رکھے۔ ان کے حصول کے لئے سعی و تدبیر کرے اور رحمت و راحت کا قلب کو منتظر بنائے۔

اپنے اعمالِ صالحہ اور علومِ نافعہ پر اعتماد نہ کرے۔ بلکہ ہر امر میں اعتماد اللہ تعالےٰ کی ذات پر رکھے۔ طاعت و عبادت کو بلندی درجات کا سبب نہ جانے۔ اور نہ کوتاہی و گناہ پر نا امیدی کا اظہار کرے۔ کیونکہ گناہ رحمت میں دخیل نہیں ہے اور نہ بندے کا عمل کسبِ رحمت کے لئے کافی ہے۔ بلکہ اس کا فضلِ خاص ہی رحمت کو حرکت میں لاتا ہے۔

اپنے نفس کی برائیوں اور گناہوں کی کثرت سے قلب کو حیران و پریشان نہ کرے اور نہ اس کی وجہ سے یاس و نا امید کو غالب آنے دے کہ طاعت کی

توفیق جاری رہے۔ یہ کفر ہے۔ اس کے لئے مراقبہ کرے۔ اللہ تعالےٰ کے ظاہری و
باطنی احسانات کو یاد کرے۔ قلب کو ان کا مشاہدہ کرائے اور اسے سمجھائے کہ
ہر برائی اکائی درجہ رکھتی ہے۔ اور ہر نیکی اس سے سات سو درجہ تک بڑھتی ہے
اس طرح بعض اوقات قلیل نیکیاں کثیر برائیوں پر غالب آجاتی ہیں۔ اس سے یاس
کا غلبہ امید کے درجہ میں آجائیگا۔

غرضیکہ خوف و رجاء میں توسط اختیار کرے۔ نہ اتنی امید بڑھاوے کہ نڈر
ہو جاوے اور نہ غلبہ یاس سے مغلوب ہو کر نیک عمل ترک کر دے۔

شکر

اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے۔

جو کوئی شکر کرے گا۔ تو اپنے بھلے کو شکر کرے گا اور جو کوئی منکر ہوگا
تو اللہ تعریفوں والا بے پرواہ ہے"

شکر ایک ایسی نعمت ہے جس کے ادا نہ کرنے سے اس خالقِ کون و مکاں
کے جاہ و جلال میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی اور اس کے ادا کرنے سے اس غنی و
بے نیاز کی عزت و عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ مگر انسان کو منعم حقیقی کے
دربار میں معزز بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود
رحمت اللعالمین ہونے کے باوجود اتنی زیادہ عبادت کرتے تھے۔ کہ پائے مبارک
متورم ہو جاتے تھے۔ اور اس سوال پر کہ آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا
کرتے تھے کہ "میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں"

اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ نعمت و منعم کی معرفت حاصل کرے اور یہ جانے کہ اس دنیائے رنگ و بو میں جو کچھ موجود ہے۔ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے ۔ وہ چاہے تو ہمیں اس سے نفع پہنچائے ۔ ورنہ محروم رکھے ۔

اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر اظہار مسرت کرے ۔ عاجزی و بے بسی دکھائے ان کو خوشنودی اور قرب کا ذریعہ بنائے ۔ اس کی خواہشات کے مطابق زندگی بسر کرے ۔ اس کی مرضی کے خلاف چل کر اسے ناراضی کا موقعہ نہ دے ۔ کہ یہی نعمتیں زحمتیں نہ بن جائیں ۔

دولت پر شیخی نہ کرے ۔ عزت پر غم نہ کھائے ۔ وجاہت و ریاست کی ہوس نہ کرے ۔ جو کچھ ملتا جائے اسی پر اکتفا و قناعت کرے ۔ دوسرے کی ثروت پر حرص و حسد نہ کرے بلکہ اپنے سے کم تر لوگوں کی حالت پر نظر رکھے ۔ آنکھ کو مشاہدہ حق میں ۔ کان کو سماعت حق میں ۔ زبان کو ذکر حق میں ۔ قلب کو معرفت حق میں ۔ قدم کو تلاش حق میں اور ہاتھ کو اعانت حق میں مصروف رکھے ۔

صبر

مولیٰ پاک وعدہ فرماتا ہے کہ

اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے ۔"

یہ ایک ایسی سعادت و نعمت ہے ۔ جو سوائے انسان کے اور کسی مخلوق کو حاصل نہیں ۔ صبر انسان کو عنداللہ محبوب اور عندالناس مقبول بنا دیتا ہے ۔ بے شمار

اجر و ثواب دلاتا ہے اور قائم اللیل اور صائم الدہر سے اس کا درجہ بڑھاتا ہے۔
اسکے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ہوائے نفس کے متقابلہ ناگوار صورتِ حال پر اضطراب دبے چینی کا اظہار نہ کرے۔ رضاو قضاء الٰہی پر ہر حال میں شاکر رہے۔ زبان پر حرفِ شکایت نہ لائے۔ ورنہ دولتِ اجر و ثواب کھو بیٹھے گا۔
ہر تکلیف مصیبت اور پریشانی کو اپنے اعمال سیئہ کا نتیجہ اور کفارہ سمجھے۔
اس کے ازالہ کے لئے غیر اللہ کی طرف رجوع نہ کرے۔ بلکہ توبہ و استغفار خوف وخشیت اور عاجزی دبے بسی کے ساتھ خود کو ایک پر بریدہ کی طرح بارگاہ الہ العالمین میں ڈال کر اس طرح خاموش ہو جائے کہ حال و قال سے اس کا کوئی اثر مترشح نہ ہو۔

اپنے نفس کو حرص و ہوا کے جال میں پھنسا دیکھ کر بے دست و پا ہو کر نہ بیٹھے۔ اسے ہمت و قوت سے ہدایت و طاعت کے راستہ پر لائے۔ اس تبدیلی و انقلاب کی راہ میں جن خواہشات و لذائذ نفسانی کو قربان کرے ان پر کسی قسم کا رنج و ملال دل میں نہ لائے۔ بلکہ ان کے اجر و ثواب سے نفس کو مطمئن کرے۔

اگر خواہشات و شہوات سے مغلوب ہو جائے۔ تو مایوس نہ ہو۔ بلکہ اسے آزاد ہونے کی خواہش دارادہ اور سعی و کوشش میں لگا رہے۔ اور اسے جہاد سمجھے اس جہاد بالنفس کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ نیت صحیح رکھے۔ ہر کوشش نمائش دریا سے پاک ہو۔ اور جس نیک کام سے نفس روکے۔ اسی کو کرنے پر چستی دکھلائے۔ مثلاً طبیعت نماز پڑھنے کو نہ چاہے۔ تو بہ جبر نماز پڑھ لے۔ جب

دنیا زکواۃ و خیرات سے روکے ۔ تو زر دولت کو خدا کی امانت سمجھ کر اس کی راہ میں خرچ کرنے کی کوفت برداشت کر لے ۔ بری صحبت و مجلس کشش کرے ۔ تو نفس کو عذاب کی لگام دے ۔ نگاہیں بے قابو ہو جائیں تو شرم و حیا کی عینک لگائے ۔ کان راگ و رنگ ۔ ہجو و غیبت ۔ مدح و ثنا سننے کے لئے بیتاب ہوں ۔ تو ان میں صدائے حق کی روئی ٹھونسے ۔ کام و دہن تنعم و لذائذ کی خواہش کریں تو انہیں ذکر و درود کا عادی بنائے ۔ جو تکلیف پہنچائے اسے دعا دے انتقام کی قدرت رکھتا ہو ۔ تو عفو سے کام لے ۔

جو چیز اپنے قبضہ و قدرت سے نکل جائے ۔ اس کا رنج نہ کرے ۔ جو چیز اپنے قبضہ و اختیار میں آجائے اس پر خوش نہ ہو کہ وہ بمنزلہ امانت ہے جو ایک نہ ایک دن واپس ہو جائے گی ۔ اور جو عزیز و اقارب داغ مفارقت دے جائیں ۔ ان کا غم نہ کرے ۔ کیونکہ ان کے ملنے کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے ۔

توکّل

اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں ۔

"اللہ تعالٰے کو توکل کرنے والوں سے محبت ہے ۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے ۔ تو وہ اس کو کافی ہے ۔"

بعض امور میں انسان کو با اختیار بنایا گیا ہے ۔ اور بعض میں بے اختیار امور اختیاریہ کی صورت میں سعی ۔ جہد ۔ اسباب و وسائل سے کام لینا اور امور غیر اختیاریہ

ہیں خلوص نیت ۔ طلبِ صادق ۔ قصد وارادہ اور درخواست و دعا کو وسیلہ بنانا توکل ہے ۔ دونو صورتوں میں کوشش اور یقین باللہ شرط ہے ۔

اسلئے معرفتِ حق حاصل کرے یعنی اللہ تعالےٰ پر کامل اعتماد اور بھروسہ رکھے ۔ کہ وہ ہر چیز پہ قادر ہے ۔ یہ اسباب اور عالم اسباب اسی کے تابع فرمان ہیں ۔ وہ اگر نہ چاہے ۔ تو یہ بھی ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے ۔ اسباب و وسائل اختیار کرنے کے لئے مولا پاک نے اپنے کلام میں جو اصول بیان فرمائے ہیں اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ان کی عملی تعلیم دی ہے ۔ خود کو ان کا پابند بنائے جیسے ریل کا ڈبہ ریل کی پٹڑی کا پابند ہے ۔ اگر وہ اسی پر مضبوطی سے قائم رہا ۔ تو منزلِ مقصود پر بعافیت پہنچ جائیگا ورنہ لڑھک جائیگا ۔

حق تعالےٰ کو صادق القول جانے کہ اس کا ہر وعدہ ہر ترغیب اور ہر وعید بھی ہے ۔ جیسے کہتا ہے ۔ ویسے ہی ہونا یقینی ہے ۔ جب دنیوی ذرائع پر بھروسہ کرکے اچھے نتائج کا یقینِ کامل کر لیتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس دنیا اور اسباب دنیا کو انسان کے تابع بنانے والے کے وعدوں اور یقینوں پر اعتماد و اعتبار نہ کیا جائے ۔ اس لئے غیر پر نظر رکھنے کی بجائے اس کے ہر فرمان و وعدہ پر یقین رکھے ۔ اعمالِ صالحہ کو وکیل بنائے ۔ مگر حسنِ وکالت پر اعتقاد و قناعت نہ کرے ۔ بلکہ اپنے حاکم کی نظرِ عنایت کا طالب رہے ۔ کہ وہ اسے قبول کر کے بار آور اور نتیجہ خیز بنائے ۔

اسباب و وسائل ترک نہ کرے ۔ اپنے آپ کو مفلوج و اپاہج نہ بنائے ۔ عادت اللہ کے خلاف نتائج بر آمد کرنے کے لئے خود کو غیر شرعی ریاضت نہ

مجاہدہ کی مشقت میں نہ ڈالے۔ جنتر۔ منتر۔ ٹونے ٹوٹکے۔ تعویذ۔ گنڈے ایسے موہوم اسباب اختیار نہ کرے۔

تقویٰ

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اللہ کے ہاں اس کی بڑی عزت ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے۔"

اسلئے دنیا میں کسی کا بڑے سے بڑا امیر کبیر ہو جانا۔ بڑے سے بڑا اعزاز پانا یا بڑی سے بڑی حکومت و ریاست حاصل کر لینا۔ عند اللہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ نہ اسے بارگاہِ رب العزت میں معزز و مقرب بنا سکتا ہے۔ تا وقتیکہ وہ متقی و پرہیزگار نہ ہو۔ کیونکہ زہد و تقویٰ کے بغیر صحت بدن و ایمان طاعت و عبادت ممکن ہی نہیں۔ جو اصل مقصدِ حیات ہے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ خود کو ہمت و قوت سے پابند شریعت بنا لے کتاب و سنت سے باہر نہ جائے۔ اپنے مالک کی پسند و ناپسند کا زیادہ خیال رکھے ہر قسم کے گناہ و معصیت۔ حرام و ناجائز سے بچے۔ بلکہ مشتبہ مال بھی چھوڑ دے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دس میں سے ایک حصہ بھی مشتبہ پاتے۔ تو سب چھوڑ دیتے۔

اپنی قوتِ شہویہ اور غضبیہ کو قابو رکھے۔ ہر وقت پاک و صاف رہے۔ ہر کام و کلام میں احتیاط و اختصار سے کام لے۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی اور احترام کا اہتمام رکھے دنیا کی رغبت پر دین کی محبت کو ترجیح دے۔ مال و دولت کی خاطر

زیادہ خراب و پریشان ہونے کی بجائے آخرت کی زیادہ فکر کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

جو شخص صبح اٹھتے ہی دنیا کے غم میں گرفتار ہو گیا۔ حق تعالیٰ اسکا دل پریشان کر دیتا ہے اور اسے ملتا اسی قدر ہے جتنا کہ اس کی تقدیر میں لکھا ہے اور صبح اٹھتے ہی فکرِ آخرت میں لگ جاتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اس کا قلب مطمئن کر دیتا ہے۔ اس کی دنیا کی خود حفاظت و کفالت کرتا ہے۔ اس نیک بندے کا دل غنی کر دیتا ہے۔ اور اتنی دنیا مرحمت فرماتا ہے کہ یہ منہ پھیرتا ہے اور دنیا اس کے پیچھے بھاگے چلی آتی ہے۔"

لہو و لعب عیش و عشرت۔ بری صحبت مجلس۔ برے مقام۔ برے خیالات۔ بری اغراض سے کنارہ کشی کرے اور امرا و روسا سے میل ملاپ نہ رکھے

شوق

حق تعالیٰ نے حصولِ بہشت کی ترغیب و شوق کے لئے اپنے کلام میں جس قدر انعامات گنوائے ہیں ان میں سب سے بڑا انعام اپنی رضا اور سب سے بڑا اعزاز اپنے انوار کا دیدار بیان فرمایا ہے۔ اور داخلہ جنت کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ

"جو اپنے نفس کو بری خواہش سے روکتا رہا۔ اس کے رہنے کی جگہ بہشت ہی ہوگی۔"

شوق طلبِ صادق کا نام ہے۔ اس کی ابتدا عقل اور اس کی انتہا عشق ہے

حق تعالےٰ نے کسی کو اس جذبہ سے خالی نہیں رکھا نہ اس کے استعمال پر پابندی لگائی ہے۔ بلکہ اسے اختیار دیا ہے کہ وہ اس سے جو کام لینا مناسب سمجھے لے اس لئے شوق بھی پاکیزہ سے پاکیزہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ چیز کا رکھنا چاہیئے۔

شوق کا ادب یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے جذبہ کا جائزہ لے۔ اگر اس میں طلب حق ہے۔ تو شوق ہے۔ ورنہ شہوت ہے۔ اسلئے شہوت کے محل سے بچے اور شوق کا راستہ اختیار کرے۔ یہ راستہ اختیار کرنے سے قبل طائرِ مقصود کے حسن ہوش ربا کی معرفت حاصل کرے۔ کہ یہ حلال ہے یا حرام۔ اس کا شکار جائز ہے یا ناجائز۔ اگر اس کا حرام و ناجائز ہونا ثابت ہو۔ تو اس کے ظاہری حسن پر فریفتہ ہو کر اس کے دام فریب میں خود کو گرفتار نہ کرے۔ اگر وہ حلال و جائز ہے تو اس کی پرواز اور اپنی ہمت کا صحیح اندازہ کرکے گرفتاری کے لئے اسپ ہمت دوڑائے۔ طاعات کے راستوں سے خواہشات نفس کے ہجوم کو ہٹاتا ہُوا اس تک پہنچنے کی کوشش جاری رکھے۔

محبت

اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔

"اللہ نیک بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اور نیک بندے اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔"

محبت ایک ایسا فطری۔ پائدار اور خوشگوار جذبہ ہے جس سے کوئی انسان اور حیوان خالی نہیں اسی پر ہی خالق و مخلوق کے تعلقات کی استواری اور نظام کائنات

کی بحالی کا دار و مدار ہے۔ اگر محبت نہ ہوتی۔ تو دنیا کا سارا انتظام چشم زدن میں درہم برہم ہو جاتا۔

محبت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک محبت طبعی ہوتی ہے۔ جو خونی رشتہ کے ساتھ کارفرما رہتی ہے اور کشش ثقل کا اثر رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ مخالف حالات میں بھی انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دوسری محبت ارادی ہوتی ہے جو کسی لذت۔ نفع یا خیر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور اس وقت تک قائم رہتی ہے۔ جب تک وہ غرض پوری نہیں ہوتی۔ ایسی ہی محبت اکثر انسان کو مشکلات اور عذاب میں گرفتار کرنے کا باعث ہوتی ہے۔

اسلئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ سہل الحصول اور سریع الاثر لذات کی محبت میں پھنسنے سے بچا رہے۔ جیسے زنا۔ لواطت۔ شراب۔ افیون۔ چرس بھنگ۔ سیگریٹ۔ شطرنج۔ گنجفہ۔ تاش۔ کیرم۔ گانا۔ بجانا۔ ناچنا۔ فحش ہنسی اور مذاق۔ تہمت۔ بدگمانی۔ نافرمانی۔ جھوٹ۔ فریب۔ ظلم۔ چغلی۔ ہجو۔ غیبت وغیرہ یہ ایسی لذات ہیں۔ جن سے گو عارضی طور پر چند لمحوں کے لئے نفس کو سرور وانبساط اور عیش و نشاط حاصل ہوتا ہے۔ مگر بالآخران کی محبت کے نتائج دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب کا موجب ہوتے ہیں اسلئے ہر انسان کو ان کی لذتوں کے بُرے نتائج پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور اپنے نفس کو ان سے بچانا چاہیئے۔ اگر لذت ہی مقصود ہے۔ تو ایسی لذت کے در پے رہے جس کے سامنے یہ وقتی اور عارضی لذائذ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ لذت خدا اور رسول اصلی اللہ علیہ وسلم، کی محبت کی لذت ہے۔ جس کے سامنے دنیا کی بڑی

سے بڑی لذت بھی ہیچ نظر آتی ہے۔

نفع کی محبت بھی انسان کے لئے اکثر وبالِ جان ہی ثابت ہوتی ہے۔
سیم وزر۔ املاک و اموال کی محبت انسان کو خدا کی نافرمانی۔ قطع رحمی۔ حرص۔ بخل
ظلم میں گرفتار کر دیتی ہے۔ جس طرح انسان دنیا میں ان سے محبت کرتا ہے
اسی طرح وہ آخرت میں انسان سے محبت کرتے ہیں اور مختلف عذاب کی
شکلوں میں انسان کو اس طرح "عزیز" رکھتے ہیں جس طرح وہ سیم وزر اور املاک
و اموال کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اسلئے دنیا اور اس کے اموال سے محبت
نہ رکھے۔ یہ ایسے محبوب ہیں۔ جو بالآخر وفا نہیں کرتے۔ بلکہ انسان سے اپنی
محبت کی قیمت بصورت عذاب وصول کرتے ہیں۔

خیر کی محبت ہی صحیح اور اصلی محبت ہے اور خیر صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے
اسلئے نفس کو عارضی اور ناپائیدار چیزوں کی محبت میں پھنسانے کی بجائے اسے
بہ مشقت خیر کی طرف راغب کرے اور اس کے دنیوی اور اخروی نتائج و عواقب
کا اسے مشاہدہ و استحضار کرائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حق تعالےٰ سے
محبت پیدا کرے۔ جو ان سب چیزوں کا خالق و مالک ہے اور جنہیں تم محبوب
رکھنا چاہتے ہو۔ جب اس سے محبت کرنے لگو گے۔ تو اس کی مخلوق خود بخود
تم سے محبت کرے گی۔ اس بے مثل و بے مثال کا طوق محبت تمہیں ہزاروں
محبت کی زنجیروں سے چھڑا دے گا۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ جس شخص کو اللہ کی محبت کا مزہ آجاتا ہے۔ اس کو پھر دنیا کی طلب نہیں
رہتی اور نہ وہ آدمیوں سے وحشت کھانے لگتا ہے۔

خدا کی محبت یہ ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل اور ارشاد کی اطاعت کی جائے۔ اس کی رضا پر راضی رہے۔ اس کی پسند کو اپنی پسند ٹھہرائے۔ اور جنہیں وہ محبوب رکھتا ہے۔ ان سے انس و محبت رکھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جبتک تمہارے نزدیک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوگا۔ اس وقت تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا۔

مگر اس سے محبت صرف اس کے انعامات و احسانات یا اس کی جنت کے طمع اور دوزخ کے خوف سے نہ کرے۔ کہ یہ خودغرضی و تجارت ہے۔ بلکہ اس کے اِلٰہ مِنْ و خالق ہونے کی وجہ سے کرے۔ کیونکہ مولا پاک خود فرماتے ہیں کہ مجھے سب میں زیادہ پیارا وہ بندہ ہے۔ جو میری عطا اور احسان کے بغیر محض حق ربوبیت ادا کرنے کی غرض سے میری عبادت کرے۔

خودی

حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

"اے ایمان والو۔ تم پر اپنے نفس کی فکر لازم ہے۔"

کیونکہ عزتِ نفس ہی انسان کو حیوان سے ممتاز۔ سوسائٹی میں معزز اور عنداللہ مقبول بناتی ہے۔ اس کے لئے قربانی شرط ہے۔

اس لئے حفظ مرتبت کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس کو برائیوں سے پاک اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ رکھے۔ ایسے افعال و اقوال سے باز رہے جو بے عزتی و بدنامی کا باعث ہوں۔ ایسے لوگوں سے دور رہے جو خودغرض و نفسی

پرست ہوں۔

ہوسِ اقتدار کا شکار نہ بنے۔ اگر برسرِ اقتدار آجائے۔ تو خود کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے جواب دہ نہ سمجھے۔ اقربا پروری اور حکام نوازی سے بچے۔ کسی کا تحفہ، عطیہ یا دعوت قبول نہ کرے۔ کسی سے خدمت یا رعایت کا طالب نہ ہو نہ کسی کو احسان کا موقعہ دے۔ نہ سفارش کی طرف التفا کرے۔

غیر اللہ کو اپنا مربی۔ ملجا و ماویٰ نہ بنائے۔ اس سے سوال نہ کرے۔ اس سے خوف و توقع نہ رکھے۔ اس کی خوشامد نہ کرے۔ عسرت و تنگدستی کو اپنی تحقیر و تذلیل پر ترجیح دے۔ اور ضمیر فروشی نہ کرے۔

خُلق

حق تعالےٰ نے اخلاق کی یوں تعلیم فرمائی ہے کہ

"جو اللہ تعالےٰ اور یوم قیامت کا اعتقاد رکھتا ہو تم کو ان کی چال چلنی چاہیئے"

اور خلقِ عظیم کا عملی نمونہ اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا اسلئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ بھی خود کو اخلاقِ محمدی کا نمونہ بنائے۔ جن باتوں کو انہوں نے قولاً یا فعلاً صحیح اور جائز فرمایا۔ ان پر عمل کرے اور جن کو غلط یا ناجائز قرار دیا ان سے بچتا رہے۔

جو کچھ اپنے لئے بہتر سمجھے۔ اس کا دوسرے کو مستحق جانے۔ حفظِ مراتب کا خیال رکھے۔ ہر شخص سے اس کی حالت و عادت کے موافق برتاؤ کرے۔ امیر و غریب۔

جاہل و عالم ۔ واقف و ناواقف سب سے محبت و تواضع اور خندہ پیشانی و کشادہ دلی سے پیش آئے ۔ سلام و مصافحہ میں پیش قدمی کرے ۔ سب کو اپنے سے اچھا سمجھے ہر ایک کی عزت کرے ۔ کسی کو فی ذاتہٖ برا نہ جانے ۔ البتہ اس کی برائیوں سے ضرور نفرت کرے ۔

بڑوں کا ادب کرے ۔ چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئے ۔ کسی کی دلآزاری تذلیل و تضحیک نہ کرے ۔ خیر خواہی و نصیحت کے لئے بھی ترش و سخت الفاظ استعمال نہ کرے کہ اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے ۔ دوستی دشمنی میں بدل جاتی ہے ۔ نہ کسی سے بد دماغی سے پیش آئے کہ اس سے انسان اپنی قدر کھو بیٹھتا ہے ۔ بلکہ اپنے مخالف اور دشمن سے بھی ملاطفت اور رواداری سے پیش آئے ۔ بداطوار و بدوضع اشخاص سے بھی حسن سلوک کرے ہو سکے تو انہیں احسان سے رام کرے ۔ کسی کو دشمن نہ بنائے کسی سے عداوت نہ بڑھائے ۔

اخلاق محمودہ کی حفاظت کرے ۔ انہیں بری اغراض کے لئے استعمال نہ کرے نہ ان کے غلط استعمال سے ان کے حسن کو داغدار کرے ۔ اخلاق مذمومہ سے حتی الوسع بچتا رہے ۔ ان کی شناخت کا ملکہ پیدا کر کے ان پر قابو پانے کی کوشش کرے ۔ اور ان کے شر کو خیر میں بدل دے ۔ ان کا شکار ہو کر نہ رہ جائے ۔ ہر برائی سے بچے اور ہر نیکی کو اختیار کرے ۔ کسی سے تین دن سے زیادہ رنجش نہ رکھے ۔ حاجت مند کی حاجت روائی کرے ۔ بیمار کی عیادت کرے ۔ اگر وہ انتقال کر جائے ۔ تو جنازہ کے ساتھ جائے ۔ اس کے پسماندگان کی دلجوئی کرے اور اہل حقوق کی انکی غیر حاضری میں اعانت و حفاظت کرے ۔

حیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ ایمان بہشت میں ہوگا۔ بے حیائی اکھڑپن ہے۔ اور اکھڑوں کا ٹھکانا دوزخ ہے"

حق تعالٰے نے خواہشاتِ نفسانی کے روکنے کے لئے شرم وحیا کی نعمت سے کسی کو محروم نہیں رکھا۔ تاکہ وہ اس کو بروئے کار لاکر دوسروں کی نظروں میں ذلیل ہونے سے بچے نیک بختی اور پاک دامنی کی حفاظت کرے۔ اس لئے تکمیل ایمان کے لئے اس روحانی قوت سے فائدہ اٹھانا بھی ہر مسلمان کے لئے بہت ضروری ہے۔

گو ہماری کوئی حالت اُس علیم وبصیر سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ مگر ادب کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان اپنے مالک ومربی سے شرم کرے۔ اسکی نعمتوں کی ناشکری نہ کرے۔ اس کی آیات کا مذاق نہ اڑائے۔ جس طرح بعض گناہ لوگوں سے چھپا کر کرتا ہے۔ اسی طرح اس حاضر وغائب سے بھی ہر ظاہری یا باطنی گناہ چھپائے۔ کیونکہ وہ تمہیں قریب سے ہی دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کی حاضری کے استحضار کے ساتھ اس کی پیشی کا بھی خوف رکھے۔ کہ ایک دن اسکے روبرو پیش ہونا ہے۔ اور اس وقت سب نافرمانیاں سامنے لائی جائیں گی۔ تو کیا حشر ہوگا۔

اپنے شفیق ومہربان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شرم کرے۔ جن کے روبرو

ہر جمعرات کو ہمارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ جب ان کی نظر ہماری بداعمالیوں پر پڑتی ہوگی۔ تو انہیں کتنا صدمہ ہوتا ہوگا۔ پھر جس وقت وہ قیامت کے دن شفاعت کے لئے تشریف لائیں گے۔ تو انہیں کیا منہ دکھلائیں گے۔ اور خود اس پیکرِ حیا کو ایسے حالات میں ہماری شفاعت کرنے میں حق تعالیٰ سے کتنی شرم آئے گی۔ اسلئے جس طرح ان پر درود و سلام بھیجنے میں سبقت کرنی ضروری ہے۔ اسی طرح ان سے شرم و حیا بھی ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم یہ ہے کہ ان کے ارشاداتِ گرامی کو نہ جھٹلائے۔ ان کی سنت کو قائم رکھے اور اپنی بدکرداریوں سے ان کے خلقِ عظیم کی بے ادبی کا سبب نہ بنے۔

اپنے محافظوں یعنی فرشتوں سے بھی شرم کرے۔ جو ہر وقت انسان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے رہتے ہیں۔ اس لئے بجز حالتِ جماع اور حالتِ غسل میں بالکل ننگا نہ ہو جائے اور رفعِ حاجت کے وقت کوئی بات نہ کرے۔ برائیوں اور گناہوں سے اجتناب کر کے اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دے۔ اور ان کی نظروں میں اپنی فضیلت بڑھائے۔

اپنے قرابت داروں سے بھی شرم کرے سامنے کوئی ایسی بات یا فعل نہ کرے۔ جس سے ان کو صدمہ پہنچنے کا احتمال ہو یا ان کو ناگوار گزرنے کا امکان ہو۔

اپنے ہم جنسوں سے بھی شرم کرے۔ اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہو۔

استقامت

حق تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کی یوں تعلیم فرمائی
"آپ لوگوں کو اس دین کی طرف بلاتے رہیں۔ اور جس طرح آپکو حکم دیا گیا ہے۔ اس پر قائم رہیں۔"

استقامت لوازماتِ ولایت سے ہے جسے کرامت پر فوقیت حاصل ہے۔ اس سے رحمت۔ بشارت اور ملائکہ کی رفاقت حاصل ہوتی ہے اور حزن و ملال سے بے فکری نصیب ہوتی ہے۔ یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ بلکہ نہایت ہی سہل ہے۔ تھوڑی سی توجہ سے بلا مشقت یہ مقام حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسلئے طاعت و عبادت کو اپنی عادت میں داخل کرے۔ جب بھی کسی نیک کام کا وقت آجائے۔ اسے اسی وقت انجام دے۔ کسی دوسرے وقت پر ملتوی نہ کرے۔ اگر خدانخواستہ ایسے وقت میں کوئی مجبوری درپیش ہو۔ تو اس میں قلت کرے۔ مگر بالکل ترک نہ کرے۔ اگر تقلیل سے بھی کام نہ چل سکے تو لمحہ دو لمحہ کیلئے ذہنی طور پر اس کا استحضار کرے۔ تاکہ اس کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو سب عملوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ وہ عمل ہے جس پر ہمیشگی اور مداومت کی جائے۔ خواہ وہ قلیل ہی ہو۔" اور یہ حقیقت ثابت ہے کہ جس کو جو عادت پڑ جائے۔ وہ پھر عمر بھر نہیں چھوٹتی۔

اور جس عمل پر دوام ہو۔ اس سے اعتدال لازمی طور پر حاصل ہوتا ہے اور افراط و تفریط کا امکان نہیں رہتا۔

اسی طرح معاصی سے بچنے کا بھی اہتمام رکھے۔ روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ جن بدعادات میں گرفتار ہے۔ ان سے بچنے کے لئے پرزور کوشش کرتا رہے۔ اور ان کی جگہ خود کو نیکیوں کا عادی بنائے۔ تاکہ خاتمہ بالخیر ہو جائے کیونکہ انسان کے انجام کا انحصار حسنِ خاتمہ پر ہے اور اس کا تمام تر انحصار استقامت و مداومت پر ہے۔ اور مشاہدہ اس بات کا شاہد ہے کہ جو دنیا میں حب دنیا میں گرفتار رہوتا ہے۔ اسے مرتے وقت بھی پیسہ کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔ جو گالیاں دینے کا عادی ہو۔ وہ آخر وقت بھی عادتاً گالیاں ہی دیتا چلا جاتا ہے۔ بخلاف اس کے جو ذکر الٰہی کا عادی ہو مرتے وقت اس کی زبان خود بخود ذکرِ الٰہی سے ہی تر رہتی ہے اور اسے کوئی دوسری بات قطعاً نہیں سوجھتی۔ اور جو زندگی میں اعمالِ صالحہ کا عادی رہا ہو۔ اسے اس وقت موت ایک نعمت محسوس ہوتی ہے کہ یہ اس کی طاعات کے ثمرات کو قریب تر کر رہی ہوتی ہے۔ خلاف اس کے گنہگار گھبراتا ہے کہ اس کی نافرمانیوں کی سزا کا وقت قریب آگیا ہے۔ علی ہذا القیاس۔

اعتدال

حق تعالیٰ نے اعتدال یوں تعلیم فرمائی کہ

"(خیرات صدقات کے سلسلہ میں) اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ کر نہ رکھ دیعنی بخل نہ کر) اور اس کو بالکل ہی کھول دے (یعنی نہ سب کچھ راہِ سخاوت میں لٹا دے اور نہ الزام خوردہ اور تہی دست ہو جاؤ گے"

راہِ عمل میں میانہ روی اختیار کرنا ایک ضروری امر ہے۔ خواہ امور دینی ہوں

یا دنیوی۔ ہر معاملہ میں انسان کے لئے پابندیِ اعتدال لازم ہے۔ ورنہ وہ افراط تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور فائدہ کی بجائے نقصان اٹھاتا ہے۔

امورِ دین میں اعتدال یہ ہے کہ اپنے آپ کو سختی کے ساتھ ان حدود میں محدود رکھے۔ جو قرآن کریم نے مقرر فرمائیں۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً و قولاً جن کی نشان ہی کی۔ اور فقہ نے ان سے جن امور میں استنباط کیا۔ عرفِ عام میں اسے شریعت کہتے ہیں۔ اس کے اتباع میں اپنی خواہشات۔ ترمیمات۔ بدعات رسوم اور عقل کو دخل نہ دے۔ اور جہاں دل میں اشتباہ پیدا ہو۔ اس فن کے ماہرین علماء سے رجوع کرے۔ اور ان کی تحقیق پر اسی طرح اعتبار کرے جس طرح سائنس طب یا جغرافیہ کے ماہرین کی تحقیقات پر بلا سوچے سمجھے ایمان لے آتا ہے مگر شریعت کے فن سے ناواقف پر اعتبار نہ کرے۔

امورِ دنیوی میں اعتدال یہ ہے کہ ہر کام کو اس کے مقررہ وقت پر کرے تعجیل یا تاخیر سے کام نہ لے۔ جو کام بھی کرنا چاہے۔ اس کے نتائج و عواقب پر پہلے غور کر لے۔ اگر بہتر سمجھے تو اِس سلسلہ کے کسی ماہر یا تجربہ کار سے صلاح ومشورہ بھی کر لے۔ تاکہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھے یا غلط فہمی میں کہیں حد سے تجاوز نہ کر بیٹھے اور بعد میں پچھتانا پڑے۔ اپنی وسعت سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائے۔ اپنی آمدنی سے خرچ نہ بڑھائے اور اگر خدا نے فراخی دی ہے تو بخیلی نہ کرے۔ بدعہدی بد دیانتی فریب کاری جعلسازی۔ دروغ گوئی اور دروغ حلفی سے باز رہے۔

خلوت

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے۔ وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ (لوگ) اللہ کی نعمتوں کو (خوب) پہچانتے ہیں۔ مگر منکر ہو جاتے ہیں"۔

بلا ضرورت مخلوق سے زیادہ میل جول رکھنے سے بصیرتِ قلب جاتی رہتی ہے۔ غفلت بڑھتی رہتی ہے اور قلب حق تعالےٰ کی طرف متوجہ نہیں رہتا۔ اور نہ ہی اس کی صفتوں اور نعمتوں کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

اسلئے قربِ خداوندی اور نعمت شناسی کے لئے انسان کسی نہ کسی وقت گوشہ نشینی کی عادت ڈالے۔ اپنے روزمرہ کے فرائض منصبی سے فارغ ہونے کے بعد بازار اور گلیوں میں آوارہ نہ پھرے۔ لوگوں سے بلا ضرورت میل ملاپ نہ رکھے اور نہ بڑھائے فارغ وقت سوسائٹیوں۔ کلبوں۔ تفریح گاہوں یا ایسی مجلسوں نہ گزارے جہاں سوائے خرافات کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جن سے انسان معاصی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

دن میں جس قدر وقت کارِ منصبی سے بچے اس کا کچھ حصہ گھر والوں کے پاس گزارے۔ ان کی ضروریات۔ شکایات سنے۔ ان کا ازالہ کرے۔ ان کی تعلیم و تربیت کا جائزہ لے کہ ان کا بھی اس پر حق ہے۔ جو اکثر اوقات اس کے انتظار میں گھڑیاں گنتے رہتے ہیں۔

اس فارغ وقت کا باقی حصہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں اور نعمتوں کی معرفت میں لگائے

قلب کو افکار و تشویشات سے خالی کر کے سوچے کہ صرف کام و دہن کے تقاضوں اور پیٹ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دن بھر اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کتنی مقداریں کھاتا ہے۔..........

..........اور اس کے مقابلہ میں ان نعمتوں کا کیا حق ادا کرتا ہے؟ جس نے یہ نعمتیں بخشی ہیں۔ اس کے شکریہ کے طور پر اطاعت گزار بنتا ہے یا نافرمان رہتا ہے؟ ان نعمتوں نے جسم کو جو قوت بخشی اسے منعم کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یا نفس کی خواہشات کے سپرد کرتا ہے بہتر ہے کہ ان سوالات کے جواب باثواب کے نفس کو ابھی سے تیار رکھے تاکہ یوم حساب کو ان سوالات کے جواب کے لئے پریشان نہ ہونا پڑے۔

جلوت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اے آنکھ والو عبرت پکڑو، ملک میں پھرو اور دیکھو کہ مخلوق کو خدا نے کس طرح پیدا کیا۔ جھٹلانے والوں اور گنہگاروں کا کیا انجام ہوا"

اس دنیا میں کوئی چیز بے فائدہ اور بلا ضرورت پیدا نہیں کی گئی یہاں تک کہ جو چیزیں ناقص و ناکارہ سمجھ کر پھینک دی جاتی ہیں۔ وہ بھی کسی نہ کسی مصرف میں ہی آتی ہیں۔ مگر انسان کسی چیز کے انجام پر نظر نہیں رکھتا۔ کہ عبرت و بصیرت حاصل ہو اسلئے انسان جب خلوت سے جلوت میں آئے۔ تو حسین چہروں پر نظریں نہ گاڑے۔ بلکہ حسن فطرت کا مشاہدہ کرے۔ سر بفلک عمارتوں اور عظیم الشان محلوں

کا نظارہ نہ دیکھے۔ بلکہ کھنڈرات و مزارات کی طرف نظر دوڑائے۔ چند لوگوں کی امارت و ریاست پر نہ للچائے۔ بلکہ اکثر لوگوں کی عزبت و عسرت سے عبرت حاصل کرے۔

اتہام کے مقام سے بچے۔ لہو و لعب کے مقام پر نہ رُکے۔ عیب جوئی کی بجائے خوشہ چینی کرے۔ دلآزاری کی بجائے دلجوئی کرے۔ سمع خراشی پر سمع نوازی کو ترجیح دے۔ دوسروں کے معاملات میں دخل نہ دے۔ اپنے کام سے کام رکھے۔ اور اس سے فراغت پاتے ہی واپس لوٹے۔

محاسبہ و مراقبہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"تم دنیا و آخرت کے معاملات کے متعلق فکر کرو یعنی سوچو"

جس طرح انسان ہر شام کو بستر پر جاتے سے قبل دن بھر کی کمائی کا جائزہ لیا کرتا ہے۔ اس طرح روزمرہ کے اعمال حسنہ اور افعال سئیہ کا اندازہ کرنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اصلاح اعمال کا سامان بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہے۔

اس کے لئے لازمی ہے کہ جب دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر وہ سونے لگے۔ تو چند لمحے تنہائی میں بیٹھ کر یہ سوچے کہ آج کس قدر اچھے کام کئے اور کس قدر برے۔ جو جو بھی برے کام کئے۔ انکا دنیا و آخرت میں ضرور خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

اس کے بعد اپنے مرنے کا تصور کرے۔ تجہیز و تکفین اور تدفین پر نظر رکھے۔ عالم تنہائی اور تنگ و تاریک قبر میں نکیرین کے سوالات پر غور کرے۔ انکے جوابات سوچے

اس کے بعد قیامت کا نقشہ سامنے لائے۔ دوزخ کے عذاب اور جنت کی راحت کے سامان پر نظر دوڑائے۔ خود کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر سمجھ کر ایک ایک گناہ کی جواب دہی کا حساب لگائے۔ اس کی ہیبت و جلال کی وجہ سے لاجواب ہونے کا خیال کرے۔ اور اپنے لئے سزا کا حکم پاکر رحم و معافی کی طلبگاری کا تصور کرے۔ بس ایسے وقت میں جس کیفیت سے معافی کی درخواست کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اس وقت استغفار کرے۔ اور دل میں عہد کرے کہ کل ان گناہوں کا اعادہ نہ ہوگا۔ اور اسی خیال میں سوجائے۔ صبح اٹھتے ہی اپنے وعدہ کو یاد کرے۔ جس سے وعدہ کیا ہے۔ اس کے حاضر و ناظر ہونے کا ہر قدم پر استحضار کرے۔

غصہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"کہ کسی شخص کو پچھاڑ دینے سے انسان بہادر نہیں بنتا بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو پچھاڑ دے"

غصہ جذبہ انتقام کی پیداوار ہے۔ اگر یہ اللہ کے لئے ہے تو حلال ہے اگر اپنی ذات کے لئے ہے تو حرام ہے۔ مگر اس حرام کو کھا جانا حلال ہے اور حق تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

اس لئے اسے حد اعتدال کے اندر بند رکھے۔ اور کفار و مشرکین فساق و فجار کے خلاف جنگ و جہاد میں اور قیام امن کے لئے اس سے کام لے۔

اس کی ہمت نہ ہو۔ تو اس سے ان کے خلاف ناگواری کا کام لے۔ مگر اسے آزاد نہ چھوڑے۔ ورنہ عدم ضبط کی وجہ سے خرابی۔ رسوائی۔ بربادی اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

افضل یہ ہے کہ جس وقت آتشِ غضب جوش مارے۔ فوراً ہوش سے کام لے۔ اعوذ پڑھے۔ اور سوچے کہ جس حالت پر اسے غصہ آرہا ہے۔ وہ حق تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور جس پر غصہ آرہا ہے۔ وہ اس خالق و مالک کا بندہ ہے۔ جو مجھے ایسی حالت میں نہیں پکڑتا۔ اس لئے مجھے بھی اس کے بندے کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیئے۔ جو مجھ سے ہو رہا ہے۔

اگر اتنی مہلت نہ ہو۔ تو ضبط سے کام لے۔ اور اس مقام سے ہٹ جائے وضو کر کے مسجد میں داخل ہو کر اس آگ سے پناہ مانگے۔ اور وقت نوافل ہو۔ تو دو نفل نماز پڑھے۔ جس سے یہ آگ جلد فرو ہو جائے گی۔

اس کی بھی ہمت نہ ہو تو فوراً ٹھنڈا پانی پی کر بشرطیکہ نقصان کا اندیشہ نہ ہو آتشِ غضب بجھائے۔ وہ جلد میسر نہ ہو۔ تو اگر کھڑا ہے بیٹھ جائے بیٹھا ہو۔ تو لیٹ جائے۔

بہتر یہ ہے کہ حلم و عفو سے کام لے کر مغضوب و معتوب کو معاف کر دے۔

حسد

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

"میرے بندہ پر نعمت دیکھ کر حسد کرنے والا یا میری اس تقسیم سے ناراض

ہے۔ جو میں نے اپنے بندوں میں کی"۔

خبثِ باطنی کی وجہ سے دوسروں کے علم وفضل۔ جاہ وجلال۔ عزت ومرتبت۔ مال ودولت۔ تجارت وحرفت دیکھ کر ان سے عداوت رکھنا۔ ان کو حقیر وذلیل سمجھنا۔ ان کی تخریب کے درپے ہونا حسد ہے۔ یہ ایک ایسی آگ ہے جو محسود کی بجائے خود حاسد کو اس وقت تک جلاتی رہتی ہے۔ جب تک کہ اس کا مقصد پورا نہ ہو اور حسد کے سبب حاسد کی نیکیاں محسود کو منتقل کرتی رہتی ہے۔

اس لئے اس موذی مرض سے بچنے کے لئے ہر مسلمان اپنا مول بڑا۔ اپنا ظرف وسیع اور اپنی نظر بلند کرے۔ ان نعمتوں کے زوال کی خواہش وکوشش کرنے کی بجائے ان نعمتوں کے عطا کرنے والے سے اپنا تعلق قائم کرے۔ اس کا مطیع وفرمانبردار ہو کر اپنے ارادوں اور خواہشوں کو اس کے سپرد کر دے۔ اور اعمالِ حسنہ سے اسے راضی وخوش کر کے ان نعمتوں کا امیدوار ہو جائے جس کے خزانہ میں ان کی کوئی کمی نہیں۔ وہ اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے جس پر یہ جل رہا ہے۔

ثانیاً انسان یہ بھی خیال رکھے کہ حق تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کی نظر سے ہماری کوئی ضرورت چھپی ہوئی نہیں ہوتی۔ مگر اس کے مفید یا مضر ہونے کا وہی صحیح اندازہ کر سکتا ہے۔ اور ہمارے نفع ونقصان کو وہ ہم سے بہتر جانتا ہے۔ اس لئے جو مرتبہ ومنصب کسی کو حاصل نہیں۔ وہ اس کے مالک وخالق کی نظر میں یقیناً نافع نہیں۔ اور کہ حق تعالیٰ اس کو اس کا کوئی دوسرا نعم البدل ضرور عطا کر چکا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی نعمتیں سب پر برابر تقسیم کرتا ہے۔ مگر ہم ان کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ جیسے کسی کو اس نے صرف علم دیا ہے۔ اور کسی کو اسکے

مقابلہ میں عمل کی توفیق دی ہے۔ کسی کو زر و مال دیا ہے۔ اور دوسرے کو اس کے عوض کثیر الاولاد بنا دیا ہے۔ کسی کو یہ دونوں چیزیں دے کر اسے ان کی محبت میں گرفتار کر کے اپنی رحمت و خوشنودی کے دروازوں سے دھتکار دیا ہے۔ کسی کو تجارت سے مالا مال کیا ہے۔ مگر دیانت و امانت سے محروم رکھا ہے۔ اور یہ ایک غریب کو دیدی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اس لئے اگر انسان غور کرے تو وہ اپنے پاس کوئی نہ کوئی برابر کی نعمت ضرور پائیگا۔

ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ سیگریٹ یا حقہ نوشوں کی طرح اپنے ہاتھ اور اپنے سرمایہ سے اپنا قلب و جگر نہ جلائے۔ ایسا کرنے سے وہ محسود کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور جو کچھ اسے خدا نے دے رکھا ہے۔ اس سے وہ نہیں چھین سکتا۔ اس لئے وہ اس طرف دھیان لگانے کی بجائے اپنی حالت کا جائزہ لے جس چیز کی کمی پائے۔ اس کے لئے ہمت و محنت اور سعی و کوشش کرے اور اپنے آپ کو عند اللہ زیادہ انعام و اکرام کا مستحق بنائے۔ تو کچھ عجب نہیں کہ اس کے فضل و کرم سے اس سے بھی زیادہ پائے جس کے لئے حسد کر رہا ہے۔

انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ دنیا کی تمام نعمتوں کو فانی جانے اور ایک فانی چیز کے لئے اپنی بقا کے سامان (نیکیوں) کا بوجہ حسد محسود کو مستحق نہ بنائے اور اللہ جل جلالہٗ کے غیظ و غضب کو حرکت میں نہ لائے۔ بلکہ نفس پر جبر کر کے حسد کی عداوت کو محبت میں بدل دے۔ اور محسود کی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وجہ سے تعریف و توصیف کرے۔ تاکہ اپنا رنج و غم جاتا رہے۔

بخل

اللہ تعالیٰ ادباب بخل کو واضح الفاظ میں آگاہ کرتا ہے۔ کہ

"جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں بخل کرتے ہیں۔ وہ اس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ ان کے لئے بہت بُرا ہے۔ کیونکہ جس میں بخل کریں گے۔ اس کا طوق بنا کر قیامت کے دن ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔"

کسی چیز کو اس کے جائز اور صحیح مصرف پر نہ لانا۔ یا اس کا حق ادا نہ کرنا اور اسے روک لینا بخل ہے۔ اس کا صدور ان ہی۔ لوگوں سے ہوتا ہے۔ جن کو خدا رسولؐ کے وعدوں اور وعیدوں پر یقین و اعتبار نہیں ہوتا۔ اسلئے سرکار دو جہاں صلی اللہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "بخل اور بد خلقی دو ایسی خصلتیں ہیں۔ جو صاحبِ ایمان میں جمع نہیں سکتیں"۔ تو ایسی حالت سے بچنا بہت ضروری ہے۔ جو دنیا میں کفر کے دائرہ کے اندر پہنچا دے اور آخرت میں دوزخ کے سانپوں اور اژدہوں کی خوراک بنائے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان مال و زر کی معرفت حاصل کرے یعنی یہ جانے کہ یہ مطلوب بالذات نہیں۔ بلکہ اصل مقصود یعنی زندگی اور بندگی کا معین و مددگار ہے۔ تاکہ اس سے اسباب و وسائل اختیار کرے۔ جن سے زندگی باقی رہ سکے۔ اور اسے حق تعالیٰ کی بندگی میں صرف کر سکے۔ زندگی کی بقا کے لئے صرف بقدر ضرورتِ شدید اپنے پاس رکھے۔ اور جو زائد بچے وہ

بحیثیت ایک ابن کے دوسرے حقداروں میں تقسیم کرتا ہے۔ تاکہ وہ بھی
بقائے زندگی کا سامان کر سکیں۔

اپنے نفس کو اس بات کا مشاہدہ کرائے کہ کوئی بھی شخص علم و حکمت۔ مال و
دولت اپنے ساتھ نہیں لے جاتا۔ اپنی ہر متاعِ عزیز یہیں چھوڑ جاتا ہے جو
اکثر ان کے کام آتی ہے۔ جن کو زندگی میں یہ عزیز نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ دشمن جانتا
تھا۔ بسا اوقات اس کا جمع کردہ مال اس کی اولاد کے صحیح مصرف میں آنے کی
بجائے اسے عیش و عشرت اور گناہ و معصیت میں گرفتار کر کے نہ صرف اس
کی نسل تباہ کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے معینِ گناہ ہونے کی وجہ سے اس کے جمع
کرنے والے کو بھی عذاب میں گرفتار کرا دیتا ہے۔

پھر یہ دیکھے کہ یہ مال و دولت اس لئے جمع کیا تھا کہ اس سے اطمینانِ قلب
نصیب ہو۔ اس لئے اس سے آرام و راحت کا سامان کرے۔ عزت و عظمت حاصل
کرے مشکل اور مصیبت کے وقت اس سے کام لے۔ مگر اس بات کو بھی نہ بھولے
کہ میں اس دنیا کا مسافر ہوں۔ ایک نہ ایک دن اپنے اصلی وطن کو لوٹنا ہے۔
اس لئے سفر کے دوران میں جس قدر سامان ضروری ہوتا ہے اور جس طرح اس کی
حفاظت کی جاتی ہے۔ سفرِ آخرت کے لئے بھی وہ تمام تدابیر اختیار کرے عام
طور پر مسافر روپیہ پیسہ ضائع ہونے کے خیال سے سفر میں اپنے ساتھ نہیں رکھتے اور
بلکہ اسے مقامی بنک میں جمع کرا کر ایک پروانہ وصولی (بنک ڈرافٹ) جہاں پہنچنا
ہو۔ وہاں کے بنک کے نام حاصل کر لیتے ہیں تاکہ منزلِ مقصود پر پہنچتے ہی سالم
کا سالم روپیہ صحیح سلامت مل جائے۔ اور جن اغراض کے لئے یہ روپیہ جمع کیا گیا تھا

ما۔ حاصل کی جاویں یہی صورت سفرِ آخرت کے لئے اختیار کی جائے اور
نفس کو مجبور کر کے ضرورت سے زائد مال و زر یہاں جمع کرنے کی بجائے بصورتِ
زکواۃ خیرات۔ صدقات۔ عطیات آخرت کے بنک میں جمع کراتا رہے تاکہ وہاں
پہنچتے ہی پائی پائی بمعہ منافع کے حاصل کر کے راحت و آرام پائے۔ اگر
ایسا نہ کرے گا۔ تو جاتے وقت یہاں سے بھی خالی ہاتھ جائیگا۔ اور آگے
بھی مفلس و تہیدست رہ کر عذاب پائیگا۔

اسلئے جس قدر بھی ہو سکے بخل۔ حرص۔ لالچ اور دنیا کی محبت سے بچنا ہے۔

تکبر

اللہ جل جلالہٗ خبردار کرتا ہے کہ

"اللہ تکبر اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ تکبر کرنے والے
کا بہت بُرا ٹھکانا ہے"۔

تکبر اور فخر اسی کے لئے زیبا ہے۔ جو فی ذاتہٖ مختار و مالک ہو ورنہ دوسرے
کے عطیہ پر اترانا سراسر حماقت ہے۔ جبکہ وہ ہر آن اپنی دی ہوئی چیز چھین لینے
پر قادر ہو۔

انسان کو جو کچھ عطا کیا گیا ہے۔ وہ فی الحقیقت اس کی ملکیت نہیں ہے
بلکہ اس کے پاس امانت ہے۔ جس کا اس نے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔
لیکن جب وہ اس امانت کو اپنی ملکیت سمجھ کر اس پر اترانے لگتا ہے تو وہ عملاً خود
حق تعالیٰ کا شریک بنا کر اس کی صفاتِ کمالیہ سے انکار کرتا ہے۔ اس کی مخلوق

کو حقارت سے دیکھتا ہے ۔ اور اس طرح خود کو مستحق دوزخ بنا لیتا ہے ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائیگا" اسلئے ہر شخص کو اس سے بچنے کی امکانی کوشش کرنی چاہئیے ۔

اس کے ترک کے لئے انسان کو اپنی ذات کی معرفت حاصل کرنی ضروری ہے ۔ اس لئے ذرا غور کرے اور دیکھے کہ وہ شروع میں لاشئے تھا ۔ اس کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی ۔ ایک نجس اور ناپاک ترین قطرہ منی سے اس کی بنیاد پڑی نطفہ سے مضغہ گوشت بنا ۔ جسے حق تعالےٰ نے ایک خوبصورت سانچے میں ڈھال کر حیات بخشی ۔ مگر اسے اپنی حقیقت سے بے خبر رکھنے کے لئے اس کے پیٹ میں نجاست بھری ۔ اس کے اخراج پر اس کی صحت کا مدار رکھا ۔ اس کے تذلل کے لئے اسے اپنی نجاست اپنے ہاتھ سے صاف کرنے پر مجبور کیا ۔ جبکہ وہ نجاست کے قریب ایک منٹ کے لئے ٹھیرنا بھی گوارا نہیں کرتا ۔ پھر اسے ہر چیز کے لئے اپنا محتاج بنایا ۔

آغاز کے بعد ذرا انجام پر نظر دوڑائیے ۔ کہ گوشت و پوست کلیہ ڈھانچہ صرف جان یعنی ۔ روح سے ہی متحرک ہے ۔ جو اس کے اپنے قبضہ میں ہے جس وقت چاہتا ہے ۔ نکال لیتا ہے ۔ جونہی روح جسم سے جدا ہوتی ہے ۔ عزیز ترین جان بے جان ہو کر عزیز و اقربا کے لئے وبال بن جاتی ہے ۔ وہ اسے پہلے کی طرح اپنے سینہ میں لگانے یا اپنے گھر میں رکھنے کی بجائے ہر ممکن عجلت کے ساتھ اسے زمین میں دفن کر دیتے ہیں ۔ تاکہ یہ گل سڑ کر گھر کو متعفن نہ کر دے وہاں یہ کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن کر جزو خاک بن جاتا ہے ۔ پھر معاملہ یہیں ختم

ہوتا۔ بلکہ اسے ایک دن پھر زندہ ہو کر حساب کتاب اور حشر نشر کے لئے اپنے اسی مالک و مختار کے پاس پیش ہونا ہے۔ جس کی خیانت کی تھی۔ اس لئے جیسا اس کے ساتھ اس نے معاملہ کیا تھا۔ ویسا ہی اس سے سلوک کیا جائیگا۔ اس وقت نہ علم و تقویٰ کسی کام آئیگا۔ نہ حسب و نسب کا خیال رکھا جائیگا۔ اور نہ ہی مال و جمال کوئی مدد کر سکے گا۔

اسلئے ہر وقت اور ہر حالت میں اپنی حقیقت پر نظر رکھے۔ کسی چیز کو اپنی ملکیت نہ سمجھے۔ بلکہ اپنے پاس امانت جانے اور اسے مالک کی خواہش و مرضی کے خلاف تصرف میں نہ لائے۔

حرص

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بہتات کی حرص نے تم کو غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ قبروں میں جا پہنچے۔"

کوئی چیز بذاتِ خود نہ اچھی ہے۔ نہ بری ہے۔ اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔ مادہ حرص ہر شخص میں موجود ہے۔ مگر وہ اس معاملہ میں صاحبِ اختیار ہے کہ اس سے نیکیاں جمع کرنے کا کام لے یا گناہوں کا ذخیرہ کرے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

زیادہ کھانا پیٹ بھرنے کی ہوس کرنا بیسیوں گناہوں کی جڑ ہے کیونکہ اس سے جماع کی خواہش بڑھتی ہے تو مال حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ کیونکہ شہوتیں مال کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں اسکے

بعد طلبِ جاہ کی خواہش ہوتی ہے۔ کیونکہ جاہ کے بغیر مال کا حاصل ہونا
دشوار ہے۔ اور جب مالِ وجاہ کی خواہش پیدا ہوگی۔ تو تکبر۔
ریا۔ حسد۔ کینہ۔ عداوت۔ غرضیکہ بہتیری آفتیں جمع ہوکر دین کی تباہی
کا پورا سامان کر دینگی"۔

اس لئے ایسی حرص نہ کرے۔ جو گرفتارِ مصیبت ومعصیت کر دے۔ روٹی
اتنی کھائے جس سے زندگی قائم رہے۔ پانی اتنا پئے جس سے پیاس رفع
ہو۔ کپڑا اتنا پہنے۔ جس سے ستر پوشی ہو۔ مکان ایسا ڈھونڈے۔ جو
رہائش کے لئے مکتفی ہو۔ علم اتنا پڑھے جس پر عمل کر سکے۔ مال و دولت اسی
قدر اپنے پاس رکھے۔ جو پریشانی کا باعث نہ ہو۔ وعدہ ایسا کرے جو پورا کر سکے
تعلقات اتنے رکھے۔ جو نباہ سکے۔ کلام اتنا کرے۔ جو ضروری ہو۔ مباشرت
اتنی کرے جتنی اضافہ نسل کے لئے ضروری ہو۔

البتہ اس بات کا حریص ضرور رہے کہ زبان و شرمگاہ محفوظ رہے پیٹ ضرورت
سے زیادہ نہ بھرے۔ قلب میں صفائی اور آنکھوں میں بصیرت پیدا ہو خشیتہ
وانکساری بڑھتی رہے۔ معرفتِ الٰہی کے دروازے کھلتے رہیں۔ مال و دولت
حاجت مندوں تک پہنچتا رہے۔ وسعت بھر کسی سائل کا سوال رد نہ کرے توکل
وتقویٰ۔ اخلاص وخلق۔ صبر وشکر میں اضافہ ہوتا رہے۔ اطمینانِ قلب نصیب ہو
اسبابِ عذاب کم ہوتے جائیں۔ اور سائلِ ثواب بڑھتے رہیں۔ دنیا کی محبت
گھٹتی جائے۔ اور دین کی رغبت بڑھتی جائے۔

ریاء

اللہ جل شانہ، تنبیہہ فرماتے ہیں۔کہ

"اُن کے لئے بڑی خرابی ہے۔جو ریاکاری کرتے ہیں"

رضائے خالق کی بجائے رضائے مخلوق کی طلب وجستجو کا نام ریا ہے۔ اسلئے اسے شرک اصغر کہا گیا ہے۔ ریا و نمائش ایک ایسا لذیذ مرض ہے۔ جو دوسروں کو دھوکا دینے والے کو خود دھوکا میں رکھ کر اس کے عمل خالص کو ناقص۔ مقبول کو مردود۔ عبادت کو معصیت اور ثواب کو عذاب بنا دیتا ہے۔ اسلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اگر کوئی شخص روزہ رکھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے اور ڈاڑھی اور ہونٹوں کو تیل سے چکنا کر لیا کرے۔ تاکہ لوگ اس کو روزہ دار سمجھیں خیرات کیا کرے۔ تو اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ اور نماز نفل پڑھے تو پردہ ڈال لیا کرے۔ تاکہ کوئی نہ دیکھے"

اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ نفس کے تقاضوں پر آخرت کے فائدوں کو ترجیح دے۔ دنیا کی شہرت پر خوش ہونے کی بجائے آخرت کی رسوائی ڈرے اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھے۔ اللہ اور اس کے بندوں سے منافقت نہ کرے اپنے اعمالِ حسنہ کو نمائش کی بجائے ترغیب کا ذریعہ بنائے۔ اپنی عبادتوں لوگوں سے مخفی رکھے۔ فوائدِ دینوی کا ذریعہ نہ بنائے۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ مخلوق کی خوشنودی پر اللہ کی رضا کو ترجیح دے۔ اور

اپنی تعریف و توصیف کا خواہاں ہونے کی بجائے اپنی ذلت و رسوائی سے ڈرے۔ اظہار علمیت کے لئے تصنع و بناوٹ سے کام نہ لے۔ اظہارِ مصروفیتِ امورِ دین کے لئے پراگندہ حال نہ رہے۔ اظہار تصوف کے لئے صوفیانہ وضع قطع نہ بنائے۔ اظہار بزرگی کے لئے بزرگانِ دین سے رشتہ نہ گانٹھے اظہار زہد و ورع کے لئے عابد و پارسا نہ بنے۔ اظہارِ مراقبہ و مجاہدہ کے لئے آواز پست نہ کرے۔ اظہار محویت و استغراق کے لئے رفتار سست نہ کرے اظہار روزہ کے لئے بدن کو شکستہ و ضعیف نہ بنائے۔ اظہار شب بیداری کے لئے غنودگی نہ دکھلائے۔ حصولِ شہرت کے لئے حاشیہ نشین و مرید نہ بنائے۔ لوگوں کو آستانہ بوس کرنے کے لئے کشف و کرامات نہ جتلائے۔ دادِ شجاعت حاصل کرنے کے لئے بہادری کے جوہر نہ دکھلائے۔ اظہارِ سخاوت کے لئے مال و زر نہ بانٹے۔ حصولِ ہمدردی کے لئے آہ و فغاں نہ کرے۔ محقق و محدث ظاہر کرنے کے لئے کوئی فتویٰ نہ دے۔ ذاتی اغراض کے لئے قوم کی نمائندگی نہ کرے۔ اعتماد پیدا کرنے کے لئے دینداروں کی وضع اختیار کر کے دوسروں کا مال ہضم نہ کرے۔ اولیاء اللہ کا سوانگ رچا کر فسق و فجور، طمع و حرص عیش و عشرت اور لہو و لعب کا سامان نہ کرے۔ حصولِ رشوت کے لئے عدل و سخت گیری نہ دکھلائے۔ روپیہ بٹورنے کے لئے تجارت و وکالت نہ کرے۔ ہوس رانی کے لئے مرثیہ خوانی نہ کرے۔ حاجی کہلانے کے لئے حج نہ پڑھے اور اظہار فکرِ آخرت کے لئے غمگین صورت نہ بنائے۔ بلکہ ہر معاملہ میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

مگر ریا کے خوف سے طاعت و عبادت ترک نہ کرے۔ اس کا دنیا میں بدلہ نہ چاہے۔ اس کی اگر کوئی مدح کرے۔ تو نفس کی معصیتوں کی خود قدح کرے تاکہ دل میں عجب و غرور پیدا نہ ہو۔

خود پسندی

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

"اپنے نفس کو پاک وصاف اور اچھا نہ سمجھا کرو۔"

خود پسندی تکبر کی ہی ایک شاخ ہے۔ تکبر کا مریض دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور عُجب کا شکار اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے۔ وہ دوسروں کی فکر نہیں کرتا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ اس کا فضل وکرم نہیں سمجھتا اور نہ انکے چھن جانے کا خوف رکھتا ہے۔

اس لئے جس کو جو خوبی عطا ہوئی ہے۔ وہ اس پر نہ اترائے۔ بلکہ ترساں لرزاں رہے کہ اللہ جل شانہ، نے ایک نعمت یا عطیہ ایسا عطا کیا ہے جس کی عزت عظمت اور حفاظت اگر صحیح طور پر نہ ہو سکی۔ تو اس امانت میں خیانت ہوگی اور کچھ عجب نہیں کہ منعم حقیقی ہماری بے قدری یا خیانت کے پیش نظر اس سعادت وعنایت سے ہمیں محروم کر دے۔

یہ بھی نہ سمجھے کہ اسے حسن وجمال۔ اولاد و مال۔ عدالت وشجاعت علم و حکمت وغیرہ سے جو کچھ حاصل ہے۔ اس کا وہ مستحق تھا ممکن ہے۔ کہ یہ چیزیں امتحان و آزمائش کے لئے دی گئی ہوں۔ اسلئے ان پر ناز نہ کرے۔ انہیں اپنے لئے ایک فتنہ

سمجھے۔ان کی مضرتوں سے بچتا رہے۔ اور ان سے اتنا انتفاع کرے جتنا طاعات وعبادات کے لئے ضروری ہے۔

اپنی حقیقت سے بھی باخبر رہے کہ اس کا قصد وارادہ۔ اختیار واقتدار اور جسم وجان کچھ بھی اپنا نہیں۔ سب کچھ عطیہ خداوندی ہے۔ جو اُسی کے اختیار میں ہے یہاں تک کہ انسان امورِ اختیاریہ میں بھی بے بس وعاجز ہے کیونکہ وہ بھی اسکی مشیت کے بغیر صادر نہیں ہو سکتے۔ اسلئے اپنی کسی خوبی یا کمال کا حسب خواہش ثمرہ مرتب نہ ہوتے پر ملال بھی نہ کرے کہ میرے زہد وورع کے باوجود میری دعا کیوں قبول نہ ہوئی۔ یا بددعا سے دشمن کیوں پامال نہ ہُوا بلکہ اسے عنداللہ غیر مقبول ومردود جانے اور کسی مرد کامل سے تزکیہ نفس کا علاج کرائے۔

علم کو عمل سے بیگانہ نہ رکھے۔ دولت کو عشرت میں صرف نہ کرے۔ قوت کو شہوت میں ضائع نہ کرے۔ حسن کو ہوس کا شکار نہ ہونے دے۔ طاعات کو نمائش کا سامان نہ بنائے۔ عقل وفکر کو مشاہدہ حق میں مصروف رکھے۔ اور غور وفکر سے سامانِ آخرت جمع کرے۔ ورنہ ہر چیز کو اپنے لئے آفت سمجھے۔

حُبِ جاہ

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

"ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کرے"۔

حبِ جاہ ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کو حق تعالیٰ کی ہمسری کے لئے

مجبور کر کے اسے فرعون کی برادری میں شامل کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کو ان کے صحیح و جائز مصرف میں لا کر عند اللہ معزز و مقبول بننے کی بجائے ان کے غلط اور ناجائز استعمال اور ان کی نمود و نمائش سے عند الناس معزز و مشہور ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ دنیوی عزت و شہرت اخروی ذلت و رسوائی کا باعث ہوتی ہے۔ اس سے بچنے کی فکر بھی لازم ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ علم و تقویٰ کو تعظیم و تکریم کا ذریعہ بنائے۔ مال و دولت لوگوں کو متبع و فرمانبردار بنانے پر خرچ نہ کرے۔ حسن و جمال کی نمائش سے لوگوں کو اپنا گرویدہ نہ بنائے۔ آرائش و زیبائش کے ذریعہ لوگوں کو اپنی تعریف و توصیف کے لئے مجبور نہ کرے۔ تدبیر و سیاست کو اقتدار و شہرت کا زینہ نہ بنائے۔ منصب و عہدہ کو عزت و منفعت کا ذریعہ نہ بنائے۔ ارباب اقتدار سے میل جول بڑھا کر عوام کو مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ کہ یہ سب چیزیں عارضی اور فانی ہیں۔

عزت چاہتا ہے۔ تو مقبولِ خدا بننے کی کوشش کرے۔ شہرت چاہتا ہے تو عالم ملکوت یعنی اللہ کی پاک و برگزیدہ مخلوق فرشتوں میں شہرت حاصل کرے مال و زر میں برکت چاہتا ہے۔ تو خیرات و صدقات میں سبقت کرے حسین بننا چاہتا ہے تو حسنِ معاشرت پیدا کرے۔ آرائش و زیبائش کا خواہاں ہے۔ تو اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ رہے۔ سیاست میں فضیلت چاہتا ہے۔ تو اخلاص پیدا کرے منصب چاہتا ہے تو استحقاق پیدا کرے اور حکومت چاہتا ہے۔ تو صالح بن جائے۔ کہ ان سب باتوں کو دوام اور بقا حاصل ہے۔

ورنہ خود فریبی سے باز آجائے۔ تصنع و بناوٹ سے کام نہ لے۔ گوشہ نشینی اختیار کرے۔ اور جس حال میں اللہ نے رکھا ہے۔ اس پر قناعت کرے۔

حُبِ مال

مولیٰ پاک کا فرمان ہے۔

"جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔"

دنیا میں اکثر لوگ زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور جس کام میں زیادہ نفع دیکھتے ہیں۔ فوراً اسے اختیار کرتے ہیں۔ مگر قلیل لوگ ایسے ہیں۔ جو زر و مال کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی بجائے ایسا سرمایہ جمع کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ جو ہر قسم کے ٹیکس سے آزاد اور ہر خطرہ سے محفوظ ہو بلکہ کم ہونے کی بجائے یوماً فیوماً بڑھتا رہے اور عذاب قبر سے بھی بچاتا رہے جو مرض الموت کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس بات سے مطمئن ہوتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ راہِ خدا میں خرچ کر کے دار الآخرت میں جمع کر چکا ہے۔ لیکن جس نے مال و دولت اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اسے اس کے چھن جانے کا خیال پریشان کر دیتا ہے۔ اس پریشانی کے عالم میں شیطانِ لعین اس کے ایمان پر آخری حملہ کرتا ہے۔ اور ناصح مشفق بن کر اس کے پاس آتا ہے۔ اسے خدا کے خلاف بغاوت کرنے کے لئے اُکساتا ہے کہ جسے تو اپنا خدا بنائے پھرتا تھا۔ اس نے تمہارے ساتھ ایسے وقت میں کیا ہی بُرا سلوک کیا

کہ تیرے گاڑھے پسینہ کی کمائی تجھ سے چھین کر تیرے ان رشتہ داروں کو دلا رہا ہے۔ جو زندگی میں تیری شکل بھی نہ دیکھنا چاہتے تھے۔ بس اکثر اوقات یہ نیز نشانہ پر بیٹھتا ہے۔ انسان کے دل میں حق تعالے کے خلاف غیض پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا خاتمہ کفر پہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اربابِ مال و زر کے حق میں یہ بددعا دی کہ "ابنِ زر تباہ ہو۔ نگوں سار ہو۔ اس کے کانٹا چبھے تو کوئی نکالنے والا نہ ملے"

اس لئے ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ مال و دولت کی دل میں محبت نہ رکھے ایسے فتنوں کا سبب جانے کہ اس کی کثرت سے ہی انسان مبتلائے گناہ ہو جاتا ہے۔ جذبہ رحم و کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حفاظت اور اضافہ کی فکر میں ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ کروڑوں روپیہ پاس رکھنے کے باوجود اسے سکونِ قلب نصیب نہیں ہوتا۔ وہ اپنے وارثانِ بازگشت کو دشمن سمجھتا ہے۔ جو زر و مال کی کشش کی وجہ سے اس کی فوری موت کے متمنی ہوتے ہیں یا خود اس کے اسباب پیدا کر کے اسے موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ سائلوں اور محتاجوں سے ترش روئی و تلخ کلامی سے پیش آتا ہے جس سے ان کا دل دکھتا ہے اور رحمتِ الٰہی ہل جاتی ہے اور غضب الٰہی حرکت میں آتا ہے۔

زر و مال اپنی اولاد کے لئے جمع نہ کرے ایسا کرنا حق تعالیٰ کے رزاق ہونے کا انکار کرنا ہے۔ جو تمہیں دے سکتا ہے۔ وہ انہیں بھی دینے پر قادر ہے۔ اور پھر کیا پتہ کہ جن کے لئے یہ دولت جمع کر رہے ہو۔ وہ اسے نیک مصرف میں لائیں گے یا عیش و عشرت میں تباہ کر کے تمہارے لئے عذاب کا سامان تیار کریں گے اسے

اپنے اوپر بھی حرام نہ کرے۔ یعنی اپنے جائز اخراجات آرام و آسائش اور خوراک و پوشاک پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔ تنگی اور کنجوسی سے گزارہ نہ کرے کہ یہ کفرانِ نعمت ہے۔

سرمایہ کے باوجود دوسروں کے مال پر للچائی ہوئی نظر نہ رکھے۔ اور کسی ایسی چیز کے لئے کسی سے سوال نہ کرے جو بآسانی خود خرید سکتا ہو۔ اس طرح نہ صرف خود کو دوسروں کی نظروں میں حقیر و ذلیل کرنا ہوتا ہے۔ بلکہ خودداری جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اپنے تذلل کو اپنا ہنر سمجھنے لگتا ہے۔

چند روپہلی۔ سنہری سکوں کے عوض متاعِ دین و ایمان نہ بیچے۔ یعنی غلط بیانی اور دروغ حلفی سے روپیہ پیسہ اینٹھنے کی کوشش نہ کرے۔ نہ جبہ و عمامہ۔ ریش و تقدیس محراب و تسبیح کی آڑ لے کر دوسروں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرے۔

کسبِ زر کے لئے حرام ذرائع اختیار نہ کرے۔ مثلاً شراب فروشی، سود خوری بدکاری اور استحصال بالجبر سے کام نہ لے۔

مال و زر دوسروں کے لئے جمع نہ کرے۔ بلکہ جس قدر ہو سکے اپنے ہاتھ سے اپنے ابدی اور اخروی فائدہ کے لئے جمع کرے اور دینے والے کی راہ میں خرچ کرے اسی کے پاس ہی اندوختہ کرے۔ تاکہ ہر قسم کی مضرت و خطرہ سے محفوظ رہے۔

باب المعاشرت

آدابِ سلام

سلام سلامتی اور رحمتِ الٰہی بھیجنے کی دعا کا نام ہے اور سنت اللہ و سنت الرسولؐ میں داخل ہے۔ سلام کرنے کا بہترین طریقہ اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں رائج نہیں۔ یہ بزبانِ حال دنیا کو مساواتِ اسلام کی تعلیم دیتا ہے فخر و اقتدار کی عارضی حد بندیاں توڑتا ہے۔ اور اپنی جامعیت و جاذبیت کی وجہ سے اب دوسرے مذاہب میں بھی رواج پا رہا ہے۔

اسلئے جب بھی ایک مسلمان دوسرے سے ملے۔ السلام علیکم کہے۔ اور سننے والا اس کا جواب وعلیکم السلام سے دے۔ السلام علیکم کا جواب السلام علیکم نہ دے جیسا کہ آج کل رواج ہو گیا ہے۔ نہ ہی اس کا جواب یہودیوں کی طرح انگلیوں نصاریٰ کی طرح ہتھیلیوں کے اشارے سے دے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص مسلمانوں کے سوا دوسری قوموں کے ساتھ مشابہت کرے گا۔ وہ ہمارے طریقہ پر نہیں۔

سلام کرنے میں سبقت کرے۔ دوسرے کی طرف سے ابتدا کرنے کی انتظار نہ کرے کہ یہ فریبِ نفس اور اظہارِ تفاخر ہے۔ سلام بلا امتیاز کرے یعنی اس میں حفظِ مرتبت کا خیال نہ رکھے۔ سوار پیدل کو پیدل بیٹھے کو واقف ناواقف کو۔ قلیل کثیر کو

کبیر صغیر کو۔ امیر غریب کو۔ عالم جاہل کو سلام کرے۔ اگر کئی آدمیوں میں سے ایک نے سلام کر دیا اگر ساری مجلس میں سے کسی نے جواب دے دیا۔ تو وہ سب کی طرف سے ہو گیا۔

جب کسی مجلس میں جائے اور وہاں گفتگو ہو رہی ہو۔ تو چپکے سے نظر بچا کر بیٹھ جائیے۔ جب موقع ملے۔ سلام کہہ دے۔ خواہ مخواہ سلام داغ کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے سلسلہ گفتگو میں مزاحم ہونے کی کوشش نہ کرے۔ اسی طرح جب کوئی محویت کے عالم میں ہو۔ یعنی سوچنے یا کوئی ایسا کام کرنے میں مصروف ہو کہ سلام کرنے سے اس کے خیالات میں فوری طور پر انتشار پیدا ہو جائیگا۔ یا وہ کوئی بات بھول جائیگا۔ یا اس کے لطف و مزہ میں فرق پڑ جائیگا۔ یا اس کی تعجیل میں تاخیر واقع ہو جائے گی۔ تو ایسے حالات میں سلام کرنے سے باز رہے تاکہ دوسرے کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔

آدابِ مصافحہ

مصافحہ بھی سنت الرسولؐ اور سنتِ ملائکہ ہے۔ یہ اچھے تعلقات کا مظہر ہے جب بھی کوئی شخص اپنے عزیز و اقربا دوست و احباب یا واقف و تعلقدار یا ناواقف اور بزرگ سے ملے۔ تو اظہارِ محبت کے طور پر مصافحہ کرے۔ مگر مصافحہ کرتے وقت اس کا ہاتھ اس طرح نہ دبوچے کہ اسے اذیت پہنچے۔ مصافحہ کرتے ہی اس کا ہاتھ چھوڑ دے۔ اسے ہاتھ میں لئے نہ کھڑا رہے۔ کہ دوسرا تکلیف یا پریشانی محسوس کرے۔

ایسے وقت میں مصافحہ نہ کرے جبکہ دوسرے کے ہاتھ ایسے فعل میں رکے ہوئے ہوں کہ ہاتھ خالی کرنے میں اسے خلجان ہو۔ نہ ایسے شخص سے مصافحہ کرے۔ جو راستہ میں تیزی سے جا رہا ہو۔ اور نہ ہی اس غرض کے لئے اسے روکے شاید اس طرح اس کا کوئی نقصان ہو۔

جب کسی مجلس میں جائے تو ہر ایک واقف و ناواقف سے مصافحہ کرنے کی کوشش نہ کرے کہ اس طرح عام مجلس مشغول و پریشان ہوتی ہے۔ بلکہ جس سے ملنا ہو۔ اس سے مصافحہ کرے۔ خواہ دوسرے واقف ہی کیوں نہ بیٹھے ہوں۔

اپنے کسی بزرگ۔ مرشد یا استاد سے مصافحہ کرنے میں سبقت نہ کرے اگر وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ تو پھر مضائقہ نہیں۔

آدابِ معانقہ

فرطِ شوق اور فورِ محبت سے گلے ملنے کا نام معانقہ ہے اور یہ سنت ہے مگر یہ سلام و مصافحہ کی طرح ہر وقت اور ہر شخص سے لازم نہیں۔ جب بھی کوئی سفر سے آئے یا بہت مدت کے بعد ملے اور اس سے خصوصی تعلقات ہوں۔ تو سلام و مصافحہ کے بعد اسے گلے لگا کر ملے۔

معانقہ کے وقت دوسرے کو اتنا نہ دبوچے کہ وہ اذیت پائے اور نہ ہی اتنی دیر گلے لگائے رکھے کہ دوسرا پریشان ہو جائے۔ البتہ مقدارِ محبت کے برابر اظہارِ محبت ضرور کرے۔

اگر ملنے والا کسی صاف وستھرے لباس میں آیا ہو۔ اور آپ نے اس وقت

ایسے کپڑے پہن رکھے ہوں۔ کہ معانقہ سے ملنے والے کے کپڑے خراب یا داغدار ہو جانے کا امکان ہو۔ تو ایسی حالت میں معانقہ سے باز رہنا چاہیئے۔ مگر حالت معانقہ کی سی بنائیں۔ اگر ملنے والا یے خود ہو کر گلے لگائے۔ تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

آدابِ مذاق

عام طور پر لوگوں کو ہنسی مخول کی عادت ہوتی ہے۔ بعض طبعاً ایسا کرتے ہیں اور بعض عادتاً۔ مگر ہر حالت میں مذاق طیّب و لطیف ہو۔ شرافت سے بعید نہ ہو۔ مخاطب کو گراں نہ گزرے۔ اور سننے والا بدمزہ نہ ہو۔ اس سے مقصود صرف خوش طبعی ہو۔ ایذا رسانی نہ ہو۔

اس لئے ہر شخص فحش اور برے مذاق سے ہر حالت میں اجتناب کرے اپنے سے بڑوں سے ہنسی مخول کرنے سے باز رہے۔ ایسا مذاق بھی نہ کرے کہ وہ فتنہ و فساد کا موجب بن جائے۔ ایسا مذاق بھی نہ کرے۔ جو کذب کے درجہ میں آتا ہو۔ بلکہ وہ اپنے اندر کوئی حقیقت رکھتا ہو۔ جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک بڑھیا سے فرمایا کہ بہشت میں بڑھیا عورتیں نہ جائیں گی۔ وہ رونے لگی۔ تو حضور نے اسے سمجھایا کہ سب عورتیں جوان بنا کر جنت میں داخل کی جاویں گی۔ اس سے وہ بہت مسرور ہوئی۔

آدابِ کلام

حق تعالٰے نے اپنے کلام پاک کی نسبت ارشاد فرمایا ہے۔

"یہ قرآن کوئی لغو چیز نہیں۔ ایک سچا منصفانہ اور فیصلہ کن کلام ہے۔"

انسان چونکہ اللہ تعالٰے کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اسلئے اس کے لئے اپنے آقا کی پیروی لازم ہے۔ جبکہ اس کے اسے تاکید کردی ہے کہ تم بھی "سب لوگوں سے اچھی بات کہو۔"

اس لئے ہر مسلمان کلام یا گفتگو بھی ان ہی امور تک محدود رکھے جو خالق نے اپنی مخلوق کے لئے ضروری سمجھے۔ اس میں افراط تفریط نہ کرے۔ کلام مؤثر مدلل، جامع۔ واضح۔ ضروری اور مختصر کرے۔ جو کچھ کہے اخلاص سے کہے اور خیال رکھے کہ اسے ایک دن اس کے لئے جواب دہ ہونا ہے۔ لہٰذا کوئی بات خلاف شرع منہ سے نہ نکالے۔ امور قضا و قدر میں کلام نہ کرے۔ بغیر علم و تحقیق کے کسی طرف سے نہ جھگڑے اور بعد علم و تحقیق کی حمایت کرے۔

اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ اسے راست گفتاری کا عادی بنائے۔ جھوٹ اور مبالغہ کی آمیزش نہ کرے۔ اتنی بات پر اکتفا کرے۔ جس سے ازالہ نقصان اور نفع کی امید ہو۔ ایسی بات نہ کہے جو دل میں موجود نہ ہو کہ یہ ریا نفاق ہے۔ تخمین و ظن سے کسی کی مدح و قدح نہ کرے کہ یہ جھوٹ اور گناہ ہے۔ کسی کی ناجائز شکایت۔ ہجو اور غیبت نہ کرے۔ برا کلمہ کہہ کر دل نہ دکھائے فحش و بدگوئی سے فتنہ و فساد کا سامان نہ کرے۔ لغو گوئی اور کثیر کلامی سے سمع خراشی نہ

کرے۔ فضول اور غیر مفید بات چیت میں وقت ضائع نہ کرے۔ کسی پر لعن طعن نہ کرے۔ خواہ وہ کافر کا جانور ہی کیوں نہ ہو۔ بہتان و افترا نہ باندھے چغلی نہ کھائے۔ برے القاب یا برے نام سے یاد نہ کرے۔ نہ صاحب ادب کی بے ادبی کرے۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ جھوٹی اور غیر اللہ کی قسم نہ کھائے راگ اور گانا نہ گائے۔ کھانے کو بھی برا نہ کہے۔ نہ ایسی بات نہ کہے جس کی پابندی خود نہ کرے یا جس سے کفر و شرک اور فسق و فجور لازم آئے۔ اپنی بڑائی دکھانے کے لئے لسانی قافیہ بندی یا تیز بیانی سے باز رہے۔

مسجد میں دنیا کی باتیں نہ کرے۔ خطبہ کے دوران میں کلام نہ کرے۔ اگر کوئی شخص نامناسب گفتگو کرے تو اس سے اجتناب و اعراض کرے۔ خود کوئی ناپسندیدہ بات کہنے پر مجبور ہو جائے تو ضبط کرے اور اشارہ و کنایہ سے کام لے۔ کسی سے بیہودہ مذاق نہ کرے۔ اتنا نہ ہنسے کہ دانت نظر آئیں نہ دوسروں کو زیادہ ہنسائے۔ نہ قہقہہ لگائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی قہقہہ لگا کر نہ ہنستے تھے۔ اور مخاطب سے خوش روئی و تبسم کے ساتھ پیش آئے۔

کثرت کلام سے احتراز کرے اس سے قلب مردہ ہو جاتا ہے۔ زیادہ تر سکوت اختیار کرے۔ بقول امام غزالی ایک ساعت کی خاموشی ساٹھ برس کی عبادت کے برابر ہے۔"

گفتگو بہت بلند آواز سے نہ کرے کہ اس طرح انسان کی قوت حیات ضائع ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اتنی پست آواز میں کرے کہ سننے والے کو تکلیف

محسوس ہو اور طب کے منہ کے ساتھ منہ ملا کر بات کرے کہ وہ آپ کی سانس آمد و شد محسوس کرنے لگے ۔ نہ مخاطب کی آنکھ سے آنکھ ملا کر یعنی بالکل ٹکٹکی باندھ کر بات کرے کہ اس سے بعض اوقات دوسرا بات کرنے سے ہچکچاتا ہے یا تکلیف محسوس کرتا ہے اور نہ ہی مخاطب کی بات سنتے ہی ماتھے پر شکن ڈال کر یا منہ بنا کر اس کے متعلق اپنے احساسات کا اظہار کرے ممکن ہے وہ اس سے پریشان ہو کر دوسری ضرورت کہنا ملتوی کر دے ۔

دوران گفتگو میں تھوکنے ۔ جمائی لینے ۔ یا ناک صاف کرنے سے باز رہے اور نہ ہی مخاطب کی کسی بات پر خوش ہو کر ہاتھ پر ہاتھ مارے ۔

شارع عام گلی کے کونے یا کسی گھر کے سامنے کھڑے ہو کر زیادہ دیر تک گفتگو نہ کرے ۔

آدابِ داخلہ بیوت

ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اپنے گھر سے جب باہر جانے لگے ۔ تو اپنے گھر والوں کو بتلا کر جاوے کہ فلاں مقام یا کام جا رہا ہوں تاکہ اگر پیچھے کوئی ہنگامی ضرورت پڑ جائے ۔ تو وہ اطلاع کر سکیں ۔ افضل یہ ہے کہ گھر میں اگر کوئی بزرگ موجود ہو ۔ تو اس سے پوچھ کر ہی باہر جاوے ۔

جس وقت باہر سے گھر آوے ۔ تو اچانک اندر نہ آ جاوے ۔ مبادا کوئی پردہ دار عورت آئی ہوئی ہو ۔ یا گھر سے کوئی کیسی حالت میں بیٹھی ہو کہ باہر سے آنے والا اس کی ناگواری کا باعث ہو ۔ اسلئے اندر داخل ہونے سے قبل اسلام علیکم

کہے اور چند ثانیوں کے توقف کے بعد اندر جائے۔ تاکہ اندر والوں کو باہر سے آنے والے کی اطلاع ہو سکے۔

اگر کسی دوسرے کے گھر جانا ہو۔ تو بھی بے خبری کے عالم میں نہ جائے بلکہ اجازت حاصل کرے اور اذن طلب کرنے کے لئے السلام علیکم کہے۔ اگر پہلی بار جواب نہ آئے تو دوسری دفعہ کہے۔ پھر جواب نہ آئے۔ تو تیسری دفعہ کہے۔ اس کے بعد بھی اگر جواب نہ آئے۔ تو واپس چلا آئے۔

جس گھر میں آدمی معلوم نہ ہو۔ اس میں بلا اجازت قطعاً داخل نہ ہو کہ اس میں کئی احتمالات اور نقصانات ہیں۔

جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا۔ نہ کوئی روک ٹوک ہے۔ جیسے مسجد۔ مدرسہ۔ خانقاہ۔ سرائے وغیرہ۔ اگر وہاں آپ کوئی چیز پڑی ہے۔ آپ کو اس کے استعمال کی ضرورت ہے۔ تو وہاں بلا روک ٹوک چلے جائیں۔

جن مقامات پر داخلہ بدوں اجازت نہ ہو۔ وہاں اجازت لے کر جائیے

جب کسی مکان پر جائے اور اندر سے آواز آئے کو کون ہو۔ تو "میں ہوں" نہ کہے بلکہ صاف طور پر اپنی کیفیت یا نام بتا دے تاکہ صاحبِ خانہ اسے پہچان سکے اور مناسب سمجھے تو اس کو اندر آنے کی اجازت دے۔

آدابِ ملاقات

ملاقات عام طور پر کسی نہ کسی غرض و غایت کے تحت کی جاتی ہے اور بسا اوقات مقلات توقع و ارادہ میسر رہا ہے ہو جاتی ہے۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب کسی سے ملاقات سر راہ ہو تو سلام و مصافحہ اور مزاج پرسی تک اکتفا کرے۔ اگر بے تکلفی نہ ہو۔ تو اس سے گھر کا حال نہ پوچھے۔ گفتگو کو طوالت نہ دے ممکن ہے دوسرا شخص کسی ضروری کام جا رہا ہو اور اس طرح اس کو پریشانی ہو۔ اگر ملنے والے کو اس کا احساس نہ ہو۔ تو ضرورت مند خود ہی اپنی مجبوری جتلا کر عذر خواہی کر کے رخصت حاصل کرے۔ تاکہ پریشانی کا شکار نہ ہو۔

جب ارادۃً کسی سے ملنے جائے۔ تو اس کی مصروفیات کا خیال رکھے اس کے پاس اتنی دیر نہ بیٹھے۔ یا گفتگو نہ کرے کہ وہ تنگ آ جائے۔ یا اس کے کام میں حرج واقعہ ہو۔ جب کوئی بات کرے تو بے توجہی سے نہ سنے کہ متکلم کا دل مجروح ہو۔ بات صاف کرے کہ سننے والے کی سمجھ میں آ جاوے اس طرح نہ کرے کہ کچھ سنائی دے اور کچھ سنائی نہ دے۔ اگر سننے والا بغور سننے کے باوجود کچھ نہیں سمجھ سکا۔ تو وہ ان سنی بات کے متعلق تخمین یا اندازہ سے کام نہ لے۔ بلکہ اس سے پوچھ لے۔

جب ملنے کے لئے جائے۔ تو موقعہ پاتے ہی اپنی غرض ظاہر کر دے دوسرے کو انتظار میں رکھے یا دوسرے کے پوچھنے پر فوراً اپنا مطلب بیان کر دے یہ نہ کہے کہ بس یونہی ملنے چلا آیا ہوں اور جب اُٹھنے لگا تو اپنی غرض بیان کر دی اس سے دوسرے شخص کو ناگواری ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر دروز کے وقت مخاطب پوچھے کہ آپ کا پروگرام کیا ہے۔ تو اسے اپنے ارادہ سے مطلع کر دے۔ اور اس کے ادب و احترام کی رعایت سے یہ اضافہ کر دے کہ آگے جس طرح حکم ہو غرضیکہ

پوچھنے والے کے لئے بارِ خاطر نہ بنے۔ بات سامنے سے کرے۔ پشت پر سے بات نہ کرے کہ سننے والے کو الجھن ہوتی ہے۔

جب ملنے کے لئے جائے۔ تو سلام یا کلام یا ورود بیٹھنے سے غرضیکہ کسی طرح سے اس کو آنے کی خبر کر دے۔ اور بدوں اطلاع کے آڑ میں اس طرح نہ بیٹھے کہ اسے آپ کے آنے کی خبر ہو سکے۔ نیز ممکن ہے وہ اس وقت کوئی راز کی بات کہہ یا کر رہا ہو۔ جو آپ پر ظاہر نہ کرنا چاہے۔ اس لئے اس وقت اسے خبر کئے بغیر وہاں سے ہٹ جائے۔ البتہ اگر آپ کی یا کسی مسلمان کی ضرر رسانی کی بات ہو رہی ہو۔ تو اس کو حفاظتِ ضرر کی نیت سے سن لے۔ اپنی اپنی آمد کی اطلاع کرنے کے لئے پیچھے بیٹھ کر نہ کھنکارے۔

جب کسی سے ملنے یا کوئی بات کہنے کے لئے جائے اور اسے کسی کام یا شغل میں مصروف دیکھے۔ یا وہ قصداً خلوت میں بیٹھا کوئی کام کر رہا ہو یا سونے کی تیاری میں ہو۔ یا کسی ایسی حالت میں ہو۔ کہ اسے مخاطب و متوجہ کرنے سے اس کا حرج ہو گا یا اسے گرانی و پریشانی ہو گی۔ تو اس وقت اس سے سلام و کلام نہ کرے۔ بلکہ چلا جائے۔ اگر بہت ضروری بات ہو۔ تو مخاطب سے پہلے اجازت حاصل کرے کہ مجھے کیا کہنا ہے۔ اگر اس کے جلد فارغ ہونے کی امید ہو۔ تو انتظار کرے۔ مگر انتظار میں ایسی جگہ نہ بیٹھے کہ اس کو تمہارا انتظار کرنا معلوم ہو جائے اور اس سے اس کا دل مشوش ہو یا اس کی یکسوئی میں خلل پڑے۔ اور جب وہ فارغ ہو جائے تو اپنا مدعا عرض کر دے۔

آدابِ نشست

انسان جب اور جہاں بیٹھے۔ تواضع سے بیٹھے۔ از راہ فخر و تکبر اکڑ کر۔ تکیہ لگا کر۔ چار زانو ہو کر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر نہ بیٹھے۔ ایسی حالت میں بھی نہ بیٹھے جس سے بے پردگی ہو۔ کچھ دھوپ اور کچھ سائے میں بھی نہ بیٹھے قبلہ رو بیٹھنے کو ترجیح دے۔ اگر کسی بزرگ کے سامنے بیٹھنے کا اتفاق ہو تو نہایت ادب سے بیٹھے۔

آدابِ مجلس

کسی تفریح یا تقریب کے لئے جب سب مل کر بیٹھیں تو وہ مجلس کہلاتی ہے جب بھی کوئی مجلس منعقد ہو۔ اس میں ذکر اللہ ضرور کیا جائے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھا جائے۔ ان سے مجلس کا خالی ہونا اس مجلس کے مردہ ہونے کے مترادف ہے۔

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجلس میں کھل کر بیٹھے کسی کو اسکی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے۔ بلکہ جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائے۔ اگر کوئی اُٹھ کر باہر چلا جائے اور اس کے واپس لوٹنے کا امکان ہو۔ تو اس کی جگہ پر کوئی نہ بیٹھے۔ جو ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہوں۔ ان میں گھس کر جگہ بنانے کی کوشش نہ کرے۔ وہ اگر از خود جگہ فارغ کر دیں۔ تو مضائقہ نہیں اور بہتر بھی یہی ہے کہ جب کوئی آئے۔ تو اس کی خاطر ذرا اپنی جگہ سے کھسک جائے۔

مجلس میں پاؤں پھیلا کر اکڑ کر۔ ناک چڑھا کر۔ منہ پھلا کر یا سردار بن کر نہ بیٹھے بلکہ عجز و تواضع سے اس طرح بیٹھے کہ مساوات کی صحیح تصویر نظر آئے۔ بلا ضرورت نہ بولے۔ موقع محل کے مطابق بات کرے۔ اگر چھینک آئے۔ تو منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لے اور آہستہ چھینکے۔ جمائی آئے تو اسے روکنے کی کوشش کرے اگر نہ رکے تو منہ ڈھانک لے۔ مجلس میں اگر کوئی ایسا بڑا آدمی آئے۔ جو تعظیم و تکریم کا خواہاں نظر آئے۔ تو اس کی ذات کی خاطر ہرگز نہ اٹھے۔ بلکہ اکرام علم کے طور پر کھڑا ہو جائے۔ اور اگر کوئی منکسر المزاج بزرگ آجائے تو اس کی کھڑے ہو کر تعظیم کرے۔

مجلس میں اگر کسی سے ملنے کے لئے جائے اور اسے مشغول پائے تو بیٹھنے کے لئے منتظر اجازت نہ رہے۔ بلکہ خود بخود بیٹھ جائے۔ بلا ضرورت کسی کے پیچھے نہ بیٹھے۔ نہ ہی مشغول آدمی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے نہ اسے تکتا رہے کہ اس سے پریشانی ہوتی ہے۔

صدر مجلس کی موجودگی میں کوئی شخص کسی دوسرے کو نہ روکے نہ ٹوکے اور نہ کسی دوسری طرح اس کے معاملہ میں دخل دے۔

آدابِ ضیافت

ضیافت پانچ طرح کی ہوتی ہے (۱) ازراہِ محبت۔ بزرگوں۔ دوستوں اور عزیزوں کے لئے (۲) ازراہِ خدمت۔ مسافروں۔ یتیموں اور محتاجوں کیلئے (۳) ازراہِ خوشامد و خود غرضی۔ وزیروں اور افسروں کے لئے (۴) ازراہِ رسم

در و لج منگنی ۔ بیاہ ۔ عقیقہ ۔ ختنہ وغیرہ ایسی تقاریب پر (۵) از راہ تفریح و جشن خاص خاص مواقع پر ۔

جس شخص کو کسی کی ضیافت کرنی مطلوب ہو ۔ اس کی پہلے رضامندی حاصل کرے ۔ مناسب طریق سے یہ معلوم کرے کہ انہیں کونسی چیز مرغوب ہے ۔ یا وہ کوئی پرہیزی کھانا تو نہیں کھاتے ۔ کیونکہ بعض حضرات کسی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے خاص قسم کا کھانا کھانے کے عادی ہوتے ہیں ۔ ضیافت میں کسی ایسے شخص کو مدعو نہ کرے جو صاحب ضیافت کے لئے باعث انقباض ہو ۔ بہتر ہے کہ اس سے پوچھ کر دوسرے ارکان کو طلب کرے ۔ کیونکہ ناواقف یا مخالف حضرات کی وجہ سے اس کے لئے کھانا اور بولنا مشکل ہو جائیگا ۔

صاحب ضیافت کے متعلقین کو اس کی اجازت سے طلب کرے مگر خود اس سے نہ کہے کہ فلاں کو ہمراہ لے آئے ۔ ممکن ہے اسے یاد نہ رہے اس لئے اس کے متعلقین کو خود مطلع کرے ۔ جن کو شریک ضیافت کرنا ہو انہیں وقت مقررہ سے کافی پہلے اطلاع کر دے تاکہ عین وقت پر اطلاع ملنے کی وجہ سے انہیں پریشانی نہ ہو ۔ ممکن ہے وہ وقت انہوں نے کسی دوسرے کام کے لئے مقرر کر رکھا ہو ۔ دعوت نامہ میں اس امر کی بھی وضاحت کر دے کہ کھانا اسلامی طرز کا ہوگا یا غیر اسلامی طریقہ پر ۔ تا وہ مناسب موقعہ لباس پہن کر آسکیں ۔ کیونکہ فرشی کھانوں کی صورت میں پتلون پوشوں کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

جو شخص کھانے پر مدعو ہو ۔ وہ کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ نہ لے جائے

اور جو اتفاقی طور پر ساتھ جا رہا ہو۔ وہ مقام ضیافت تک ساتھ نہ جائے۔ اس سے صاحبِ خانہ کو گرانی اور پریشانی ہو گی اور اس کے انتظام میں خلل پڑیگا
کھانے کے دوران میں کوئی ایسی بات یا حرکت نہ کرے۔ جو کسی کو ناگوار گزرے
بلا ضرورت شکم پری نہ کرے کہ خلاف معمول معدہ پر دباؤ پڑ کر کسی تکلیف کا باعث ہو۔ نہ ہی اپنا حصہ پورا کرنے کے لئے کوئی چیز ساتھ اٹھا لائے۔
مہمان کی حیثیت سے میزبان کی اجازت کے بغیر کسی کی ضیافت قبول نہ کرے۔

آدابِ مباشرت

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ اپنی کھیتوں میں جیسے چاہو۔ جاؤ۔
عورتیں در اصل نسل کشی کھیتیاں ہیں۔ جن میں نطفہ کا تخم ڈالا جاتا ہے تاکہ اولاد پیدا ہو۔ اسلئے مقاربت کا اصل مقصد صرف اولاد کا پیدا کرنا ہے۔
بیوی کے ساتھ آگے سے یا کروٹ سے یا پس پشت سے پڑ کر یا بیٹھ کر جس طرح چاہے مجامعت کرے۔ مگر اس سے لواطت ہرگز نہ کرے کہ ایسا کرنے والا ملعون ہے۔ ہمبستری کرتے وقت بالکل ننگا نہ ہو جائے۔ ستر کرنے سے پہلے اس بات کی احتیاط کرے۔ کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ خاص کر معصوم بچوں کے سامنے بھی ایسا کام نہ کرے۔ بسم اللہ کہہ کر دخول کرے تاکہ اولاد صالح پیدا ہو۔
اور اللہ سے دعا کرنے کہ اسے خدا

ہم سے شیطان کو دور رکھ۔ اور جو کچھ تو ہمارے نصیب کرے۔ اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

اگر ہم بستری کرتے وقت شہوت کو مٹانے کی بجائے نسل کشی کی نیت ہو۔ تو ایسا کرنا موجب ثواب ہوگا۔ بدوں شخت تقاضا کے ہم بستری نہ کرے۔ حالت حیض نفاس۔ اعتکاف اور احرام حج میں مباشرت سے باز رہے۔

آدابِ خواب (نیند)

نیند حق تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جو جسم وجان کو دن بھر کی کلفت کے بعد راحت و آرام بخشنے کے علاوہ روزانہ انسان کے سامنے خمارِ موت۔ عذابِ قبر اور حیات بعد ممات کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ خمارِ موت کی طرح انسان نیند کی حالت میں دنیا ومافیہا سے بالکل الگ اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ عذابِ قبر کی طرح خواب کے عالم میں کبھی ہولناک واقعات کو دیکھ کر ڈر رہا ہوتا ہے اور کبھی روح پرور نظارے دیکھ کر مسرور ہو رہا ہوتا ہے۔ حیات بعد ممات کی طرح جب وہ نیند سے بیدار ہوتا ہے۔ تو پھر اپنے آپ کو دنیائے عمل میں موجود پاتا ہے یا حالتِ سفر میں جب وہ ایک شہر سے گاڑی یا ہوائی جہاز میں سوار ہوتا ہے اور رات پڑ جانے کی وجہ سے سو کر جب صبح کو اٹھتا ہے تو اپنے آپ کو بالکل ایک نئی دنیا میں پاتا ہے۔

سونے کا ادب یہ ہے کہ ہر شخص سر شام اپنے بچوں کو گھر میں روکے اور انہیں باہر نہ جانے دے کہ اس وقت جنات اور شیاطین کا دورانیہ تقریب شروع

ہو جاتاہے اور چونکہ انہیں زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے انہیں کھلا پلاکر سلادیا جائے۔ مگر خود سرِ شام نہ سو جائے۔ بلکہ نمازِ عشاء کا اہتمام کرے۔ نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد خوش گپیوں یا لہو ولعب میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ بلکہ جلد سو جائے تاکہ تہجد یا صبح کی نماز خراب نہ ہو۔

افضل یہ ہے کہ باوضو سوئے اور سونے سے قبل محاسبہ کرے اور استغفار اور کلمہ شریف پڑھے۔ اور یہ اپنی عادت میں داخل کرلے۔ تاکہ موت کے وقت اور موت کے بعد جی اٹھنے کے وقت بھی یہ عادتاً زبان پر جاری رہ سکے۔

بہتر یہ ہے کہ قبلہ رخ سوئے۔ پاؤں قبلہ کی طرف کرکے نہ سوئے چت یا پہلو کے بل سوئے پیٹ کے بل نہ سوئے۔ کہ یہ حالت عنداللہ ناپسندیدہ ہے اور ایسی چھت پر نہ سوئے کہ جس کی کوئی آڑ نہ ہو۔ کیونکہ اس طرح لڑھک جانے کا خطرہ اور بے پردگی کا امکان ہوتا ہے۔ کوئی ایسا کپڑا پہن کر سوئے جس سے ستر ظاہر نہ ہو۔

سوتے وقت تمام کھانے پینے کے برتن بسم اللہ پڑھ کر ڈھانک دے۔ تمام دروازے بسم اللہ پڑھ کر بند کرکے کنڈی یا قفل وغیرہ لگا دے۔ آگ کو کھلا نہ چھوڑے۔ بلکہ اسے بجھا دیا جاوے۔ چراغ گل کردے۔ تاکہ آگ لگنے کا امکان نہ رہے۔ اور اپنا بستر کسی کپڑے سے صاف کرکے سوئے۔ جب سوکر اٹھے تو کلمہ شریف اور حمد و شکر پڑھے۔ اور اگر کوئی برتن اٹھانا چاہے۔ تو پہلے اپنے ہاتھ دھولے جب کوئی سو رہا ہو تو اس کی رعایت کرے۔ شور نہ مچائے اور بلا ضرورتِ شدیدا اسے بیدار نہ کرے۔

آداب رویا (خواب)

نیند کے عالم میں اکثر قدرتِ کاملہ اپنے عجائبات کا نظارہ کراتی ہے۔ اس کی حقیقت تو آج تک کوئی معلوم نہیں کر سکا۔ البتہ تجربہ سے اتنا ثابت ہے کہ بعض خواب محض تخیل کی پیداوار ہوتے ہیں۔ انسان جس خیال میں سوتا ہے وہی دیکھتا ہے۔ بعض شیطانی اثر و تصرف کا نتیجہ ہوتے ہیں یا تنبیہ و تاکید کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔ جن سے انسان بعض دفعہ ڈر جاتا ہے۔ اور بعض خواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے بشارت و خوشخبری کے لئے ہوتے ہیں۔ ان کا نتیجہ کبھی بالکل الٹ نکلتا ہے۔ کبھی متفادت اور کبھی ویسا جیسے دیکھا تھا۔

مومن کا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ صبح کے قریب کا خواب قیلولہ یعنی دوپہر کو سوتے وقت کا خواب اور رایام کا خواب جبکہ دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔ اکثر سچا ہوتا ہے۔

جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو کسی سے ذکر نہ کرے۔ اگر ڈراؤنا خواب نظر آئے۔ تو کروٹ بدل ڈالے بائیں طرف منہ کر کے اعوذ باللہ پڑھے اور تین دفعہ تھو تھو کر کے تھتکارے اور اگر ہو سکے تو دو رکعت نماز پڑھ لے اس طرح بفضل تعالےٰ اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ جھوٹا خواب بنانے سے ہر حالت میں احتراز کرے۔

اگر خواب کی تعبیر معلوم کرنا چاہے۔ تو کسی ایسے عالم کے پاس جائے جو قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال کا علم رکھتا ہو۔ ورنہ کسی صالح عقلمند

نیک مخلص ۔ دوست یا خیر خواہ سے بیان کرے ۔ تاکہ وہ بری تعبیر نہ کرے ۔
تعبیر دینے والا بلا سوچے سمجھے کچھ نہ بتلائے ۔ بلکہ غور و فکر اور علم و عقل سے
کام لے ۔ اگر کچھ سمجھ نہ آئے ۔ تو عذر کر دے ۔ تعبیر میں خرابی نظر آئے ۔ تو صاف
نہ کہے ۔ بلکہ اس کی طرف کوئی اشارہ کر دے اور صدقہ کرنے اور درود شریف
پڑھنے کا حکم کر دے ۔

آدابِ معاش

اسلام میں معاش کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اور اسکی فیض گستری
ہے ۔ کیونکہ سب کا رزق اسی کے ذمہ ہے ۔ جسے جتنا مناسب سمجھتا ہے
دیتا ہے ۔ اس نے تمام دنیا میں اسباب زندگی پھیلا کر اپنا اپنا رزق تلاش
اور وصول کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کا انسان کو مکلف بنا دیا ہے ۔ اور ساتھ
ہی اسے ہدایت کر دی ہے کہ حلال کماؤ اور حلال کھاؤ ۔ اب یہ انسان کے
اختیار میں ہے کہ وہ اپنی روزی جائز اور حلال طریقوں سے حاصل کرے
یا ناجائز اور حرام ذرائع کو ترجیح دے ۔ کیونکہ اسے ہر حال میں اس سے کم و بیش
رزق نہیں مل سکتا جو اس کے لئے مقدر کر دیا گیا ہے ۔

انسان کے لئے سب سے بہتر ذریعہ دست کاری ہے ۔ اس کے
بعد تجارت زراعت اور ملازمت ہے ۔ انسان جس پیشہ کو بھی اختیار کرے
اسکے لئے ضروری ہے کہ اسے شرعی حدود کے اندر رہ کر کرے ۔ اس میں جھوٹ
فریب ۔ دغا ۔ سود ۔ رشوت ۔ بدنیتی اور بددیانتی کو دخل نہ دے ۔ ایمانداری اور

دیانتداری سے کام کرے۔ جائز اور حلال طریقے اختیار کر کے اپنی روزی کو طیب بنائے۔ ایسا پیشہ اختیار نہ کرے۔ جو شرعاً ممنوع ہو۔ جیسے عصمت فروشی گانا بجانا۔ تصویر کشی۔ سٹہ بازی۔ قمار بازی۔ سود خواری معمہ بازی اور جھوٹے مقدمات کی وکالت وغیرہ یا جس سے نجاست کے ساتھ ملوث رہنے کا امکان ہو۔ جیسے پچھنے لگانا۔ میلا وغیرہ اٹھانا۔ ایسا ذریعہ بھی اختیار نہ کرے جس سے بے آبروئی ہو یا خودداری کو ٹھیس لگے۔ جیسے بھیک مانگنا۔ سوال کرنا۔

اس بات کو ہمیشہ ذہن نشین رکھے کہ حرام کی زیادہ کمائی سے حلال کی تھوڑی ہی آمدنی ہزار درجہ بہتر ہے۔ کہ اس کی برکت و تاثیر کو حرام کی کثیر کمائی نہیں پہنچ سکتی۔

آدابِ رہائش

انسان اس دنیائے فانی میں ایک مسافر کی حیثیت سے آیا ہے جسے ایک مختصر عرصہ کے لئے یہاں رہ کر سامانِ آخرت جمع کرتا ہے اور پھر اپنے اصلی وطن کو لوٹ جانا ہے۔ سفر کی حالت میں انسان حسبِ حیثیت مختصر سا سامان اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ جو حوائج ضروریہ کے لئے مکتفی ہوتا ہے۔ بدورانِ سفر اسے قیام کے لئے جو بھی جگہ مل جائے وہ غنیمت سمجھتا ہے۔ اسے اپنی ملکیت نہیں سمجھتا اور اپنی ملکیت بناتا ہے اس سے دل نہیں لگاتا۔ اس کی آرائش پر خرچ نہیں کرتا۔ اور جلد اپنے گھر لوٹ جانے کی فکر میں رہتا ہے جس کی وجہ

سے ایسے چنداں پریشان نہیں ہونا پڑتا۔ اس دنیا میں بھی وہی اطمینان کے
ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ جو ایک مسافر کی حیثیت سے رہے ورنہ اس
عارضی "بستان سرائے" کو مستقل گھر بنانے کی کوشش کرکے خود کو پریشان
کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ انسان مزین و آراستہ محلات کی آرزو نہ کرے
بلکہ ایسے مکان کو ترجیح دے۔ جو اس کی ضرورت کے لئے مکتفی ہو۔ جس کی تعمیر
میں اصول حفظان صحت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہو۔ اچھے موقعہ اور اچھی
جگہ پر ہو۔ جس کا گردونواح صحت بخش ہو۔ کمرے وسیع اور ہوادار ہوں دھوپ
اور روشنی اندر زیادہ سے زیادہ آسکے۔ اور ہر طرح صاف و ستھرا ہو۔

اپنی امارت دکھانے کے لئے گھر میں بلا ضرورت چیزیں جمع نہ کرے
استعمال کے لئے صرف اتنی چیزیں رکھے۔ جن کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے۔ کفایت
شعاری سے گزارہ کرے۔ مگر بخل کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ گھر والوں
سے پیار و محبت سے رہے۔ محلہ والوں سے اتفاق و اتحاد رکھے۔ کسی کو
اپنا دشمن نہ بنائے۔ حسن اخلاق سے سب کو اپنا گرویدہ بنالے۔

امور خانہ داری کی خود نگرانی کرے اور کوئی کام بالکل دوسروں کے
اختیار میں نہ چھوڑے۔ گھر میں غیر پسندیدہ عورتوں یا بچوں کو نہ آنے دے
اور نہ گھر والوں کو ایسے عنصر سے میل ملاپ رکھنے دے۔ اہل خانہ کی حفاظت صحت
اور ضرورت کا ہر وقت خیال رکھے۔ اور اپنی اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت کرے
اپنے حالات کو ہر ممکن طریق سے بہتر اور سازگار بنانے کی فکر رکھے۔ اور

اپنے ماحول کو ایسا بنالے۔ کہ اگر دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آجائے۔ دل کسی چیز سے اٹک کر نہ رہ جائے۔

غرضیکہ خیالات امیرانہ ہوں۔ انداز فقیرانہ ہوں۔ معاملات دیانتدارانہ ہوں اور عادات پیغمبرانہ ہوں۔

آداب اشیاء

حق تعالے نے دنیا میں کوئی چیز بلا ضرورت اور بدون حکمت نہیں بنائی اور ہر چیز کو انسان کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ مختلف اشیاء مختلف لوگوں کے زیر استعمال رہتی ہیں۔

اسلئے انسان کسی چیز کو بے ضرورت نہ سمجھے۔ اسے برا نہ کہے حقارت سے نہ دیکھے۔ ہر چیز جائز اور صحیح طریقہ سے حاصل کرے۔ اپنی وسعت۔ قوت اور ضرورت سے زیادہ ان کا ذخیرہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہر چیز قرینہ سے رکھے اور سلیقہ سے استعمال کرے۔ اس کا غلط۔ بے جا اور بے ضرورت استعمال نہ کرے۔ اس کی نگرانی۔ حفاظت اور صفائی اور مرمت وغیرہ کا خیال رکھے۔

جو چیز کئی اشخاص کے استعمال میں آتی ہو تو اسے فارغ کرنے کے بعد وہاں ہی رکھ دے جہاں سے اٹھائی تھی۔ اور اس کا بہت اہتمام کرے۔ تاکہ دوسروں کو پریشانی نہ ہو۔ بلا اجازت کسی کی چیز استعمال نہ کرے۔ بلکہ اسے اطلاع کردے تاکہ وہ بدون اطلاع اس کی تلاش میں پریشان نہ ہو اور نہ ہی ہنسی ہنسی میں کسی کی چیز اٹھا کر اسے پریشان کرے۔ خصوصاً جبکہ نیت یہ ہو کہ اگر معلوم

ہوگیا۔ تو ہنسی ہے۔ ورنہ خورد برد کر جائیگا۔ اور اگر فی الواقعہ ہنسی یا مذاق میں اٹھائی تو اسے جلدی واپس کر دے۔

تلوار۔ چاقو وغیرہ کھلا ہوا کسی کے ہاتھ میں نہ دے۔ بلکہ بند کرکے دے یا زمین پر رکھ دے۔ تاکہ دوسرا شخص خود اسے اپنے ہاتھ سے احتیاط سے اٹھائے۔ اگر کسی کو کوئی چیز یہ کہہ کر دے کہ تم زندگی بھر کے لئے اسے استعمال کرو تمہارے مرنے کے بعد واپس لے لیگا۔ تو وہ اس کی ملکیت ہو جائیگی اور بعد مرگ ورثا کو ملے گی۔ اسلئے امید باطل پر اپنے مال کو خراب و برباد نہ کرے۔ تاکہ بعد میں حسرت نہ ہو۔

آدابِ لباس

لباس بھی حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ جو ستر پوشی اور اظہار زیب و زینت کے لئے ضروری ہے۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے اتنا کافی ہے جو دارالآخرت کو سدھارتے وقت پہنا جاتا ہے۔ نمائش و شہرت اور فخر و تکبر کے لئے بیش بہا ملبوسات بھی ناکافی ہوتے ہیں۔

لباس ہمیشہ ہر شخص حسب حیثیت پہنے۔ جو پاک۔ صاف اور ستھرا ہو۔ اس قدر بدحیثیت میلا کچیلا نہ ہو کہ نعمت کی ناشکری ہو۔ اور لوگ نفرت کرنے لگیں نہ اس قدر زینت کا اہتمام کرے کہ وہ فخر و غرور اور اسراف کی حد تک پہنچے۔ اور لوگ انگشت نمائی کرنے لگیں۔ شہرت کے لئے نفیس کپڑے نہ پہنے کہ یہ گناہ ہے۔ قدرت کے باوجود اگر زیب و زینت کا لباس ازراہِ تقویٰ چھوڑ دے

تو یہ بہتر ہے۔

اپنی وضع چھوڑ کر دوسروں کی وضع قطع کا لباس نہ پہنے ورنہ جس کی وضع اختیار کرے گا۔ قیامت کے دن اسی کے زمرہ سے اُٹھایا جائے گا۔ ایسی وضع کا کپڑا بھی نہ پہنے۔ جس سے جسم نظر آئے اور بے پردگی ہو۔ مرد عورتوں کا اور عورتیں مرد کا لباس نہ پہنیں۔ ایسا کپڑا نہ پہنے جس کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو۔ یا جو زعفرانی و سرخ رنگ کا ہو۔ بلکہ سفید لباس کو ترجیح دے کہ یہ پاکیزہ و خوش تر ہوتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیادہ پسند فرماتے تھے لنگی۔ تہمد۔ کرتا۔ پگڑی حد سے نہ بڑھائے۔ پتلون۔ شلوار۔ تہمد۔ لنگی۔ پاجامہ ٹخنوں کے نیچے نہ لٹکائے۔ پرانا کپڑا اس حالت میں اتارے کہ کسی مسکین یا غریب کے کام آسکے۔ اور جب تک کپڑے کو پیوند نہ لگے۔ اسے پرانا نہ سمجھے اور پیوند لگانے میں ذلت محسوس نہ کرے اور نہ پیوند لگے کپڑے کو بُرا کہے نہ بُرا جانے۔

کپڑا داہنی طرف سے پہننا شروع کرے۔ مثلاً داہنی آستین یا پاجامہ سے اور نیا کپڑا پہنتے وقت دعا کرے کہ اللہ تعالےٰ اس سے نفع پہنچائے اور اس کی برائی سے بچائے۔

ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے۔ جو قیمتی ملبوسات پہننے کے عادی ہوں۔ اس سے احساسِ کمتری اور ہوسِ دنیا بڑھتی ہے۔

آداب زیور

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سونا اور ریشمی کپڑا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔

عورت جس قسم کا چاہے سونے چاندی کا زیور پہن سکتی ہے۔ مگر ایسا زیور نہ پہنے۔ جو بجنے والا ہو۔ جیسے گھنگرو وغیرہ یا جس کی آواز پیدا ہو۔ راہ چلتے عورتیں اپنے بازو اس طرح نہ ہلائیں کہ چوڑیاں وغیرہ سے آواز پیدا ہو۔ تاکہ کسی۔ دوسرے کو اس کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ نہ ملے۔ سالانہ اپنے زیور کی نصاب کے مطابق زکوٰۃ ضرور نکالے۔

مرد سونے کا زیور قطعاً نہ پہنے۔ یہاں تک کہ انگوٹھی اور زنجیری اور بٹن بھی البتہ چاندی کی انگوٹھی پہن لینا مضائقہ نہیں مگر وہ ساڑھے چار ماشہ سے زیادہ وزن کی نہ ہو۔

جب بھی کوئی عورت انگشتری۔ نتھ۔ بُولا۔ پہونچی وغیرہ ایسا زیور پہنے ہو۔ تو بوقت وضو اسے ہلالے۔ تاکہ وہ جگہ خشک نہ رہے۔

بچوں کو ہرگز زیور نہ پہنائے۔ کہ ان کی زندگی خطرہ میں پڑنے کا امکان ہے۔ چور۔ رہزن موقعہ پاکر زیور اتارنے کی کوشش میں بسا اوقات بچے کو بھی اٹھائے جاتے ہیں۔ اور اس کی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔

زیورات بھی اپنے ہی ملک وقوم کے رواج کے مطابق بنوائے غیروں کی وضع اختیار کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اور جب کوئی زیور پہننے لگے۔

تو دائیں طرف سے پہننا شروع کرے۔ یعنی دائیں ہاتھ یا کان یا پاؤں وغیرہ سے۔

آداب پاپوش

پاؤں کی حفاظت کے لئے جوتہ پہننا ضروری ہے۔ اسلئے کوئی شخص ننگے پاؤں نہ پھرے۔ ایک پاؤں میں جوتی پہن کر بھی نہ چلے۔ یا دونوں میں جوتی پہنے یا دونوں جوتیاں اتار کر ننگے پاؤں چلے۔ جب جوتی پہننے لگے۔ تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنے اور اتارنے لگے تو پہلے بائیں پاؤں سے اتارے۔

جوتہ پہننے میں اگر ہاتھ سے کام لینا ضروری ہو۔ جیسے جوتہ تنگ ہو یا اسکا تسمہ باندھنا ہو۔ تو اس صورت میں جوتہ بیٹھ کر پہنے۔ کھڑے کھڑے نہ پہنے جب کھانا کھانے بیٹھے۔ تو جوتا اتار ڈالے۔ اپنے پاس جوتہ کا صرف ایک جوڑہ نہ رکھے۔ کئی جوڑے رکھنا بہتر ہے۔

اگر جوتہ کہیں سے پھٹ جائے۔ تو فوراً مرمت کرائے اسے پھینک نہ دے کہ یہ بھی اسراف اور غرور میں داخل ہے۔ یا بعد مرمت کسی غریب مسکین کے حوالے کر دے۔ وہ اس سے راحت پا کر دعا دیگا۔

جوتہ حسب حیثیت خریدے یا بنوائے۔ نمائش و شہرت کے لئے اپنی حیثیت سے بڑھ کر قیمتی جوتے پہننے سے احتراز کرے۔ جہاں جوتہ چوری ہو جانے کا ڈر ہو۔ وہاں سے اٹھا کر اپنے پاس رکھے۔ جہاں جس کا جوتہ رکھا ہو۔ اس کو ہٹا کر اپنا جوتہ نہ رکھے۔ کیونکہ جہاں جس نے جوتہ رکھا ہوگا۔ وہ اسے وہیں تلاش کریگا اور وہاں نہ ملنے کی وجہ سے اسے پریشانی ہوگی۔

آداب طعام

مولا پاک کا ارشاد ہے کہ
"حلال پاکیزہ اور صاف ستھری چیزیں کھاؤ۔"
کیونکہ حلال اور پاکیزہ خوراک سے قلب میں نورانیت پیدا ہوتی ہے
اور ایک لقمہ حرام کا کھانے سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی۔
اسلئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حلال پاکیزہ اور صاف ستھری چیزیں کھائے
حرام اور مشتبہ چیزیں نہ پکائے اور نہ کھائے۔ اور اگر ممکن ہو تو ایسی سبزیوں
کے کھانے سے احتراز کرے۔ جو گندگی وغیرہ کی کھاد سے تیار کی جاتی ہیں جس
کی وجہ سے ان میں لطافت نہیں رہتی۔
جب تک طعام لئے یا فواکہات پوری طرح پک کر تیار نہ ہو جائیں کھانے
سے احتراز کرے۔ ورنہ یہ فائدہ کی بجائے نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان
کے رکھنے کیلئے برتن بھی ایسے استعمال کرے۔ جو صاف ستھرے ہوں۔ ایسے
نہ ہوں۔ جو طعام کے ذائقہ کو خراب کر دیں۔ اور ان کو ڈھانک کر رکھے کہ
کوئی مکھی یا کوئی دوسری زہریلی چیز ان میں نہ جا پڑے۔ اگر پانی یا سالن وغیرہ
میں مکھی گر پڑے۔ تو اسے غوطہ دے کر باہر نکالے۔ کیونکہ اس کے ایک بازو
میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔ وہ عادتاً بیمار بازو فوراً سالن یا پانی
میں ڈبو دیتی ہے۔ اسلئے اسے نکالنے سے پیشتر اس کا دوسرا بازو ڈبو دیوے
تاکہ اس کا تدارک ہو جائے۔ پھر اگر دل چاہے۔ تو کھالے۔ ورنہ کسی کو دیدے

ضائع نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح حرام نہیں ہو جاتا۔

اگر کھانا کسی کے پاس بھیجنا ہو۔ تو اسے ڈھانک کر بھیجے۔ کھانے کیلئے سونے چاندی کے برتن استعمال نہ کرے۔ نہ ان میں کھانا کھائے کہ یہ حرام ہے

اگر کھانا پکانے کے لئے کوئی آگ یا نمک مانگے۔ تو اسے ضرور دے اس سے جو کھانا پکے گا۔ اس کا ایسا ثواب ہے جیسے کھانا دینے یا کھلانے کا۔

طعام تیار کرتے یا کراتے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھے کہ کھانے پینے کی چیز کا جوہر حیات ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ بسا اوقات انہیں زیادہ لذیذ بنانے کے لئے ایسے مصالحے اور طریقے استعمال کئے جاتے ہیں جن سے ان کا مادۂ غذائیت ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ مفید ہونے کی بجائے بالآخر مضر ثابت ہوتے ہیں۔۔

آدابِ خورد و نوش

علم و عمل کے لئے تندرستی اور طاقت ضروری ہے اور حصول طاقت کھانا کھانے پر موقوف ہے۔ اگر انسان اس نیت سے کھانا کھائے کہ اس سے قوت و طاقت حاصل کر کے حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرے۔ تو کھانا کھانا بھی عبادت میں داخل ہے۔

افضل یہ ہے کہ انسان بدون پوری رغبت کے ہرگز کھانا نہ کھائے۔ اور جو بھی کھانا میسر آئے۔ اسے نعمت الٰہی تصور کر کے خوشی اور شکر کے ساتھ کھائے۔ کسی قسم کا تکلف یا نخرہ نہ کرے۔

کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھولے۔ مگر انہیں کسی کپڑے سے نہ پونچھے ویسے سکھالے۔ کھانا بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے شروع کرے اور اپنے سامنے سے کھائے۔ تین یا چار انگلیوں سے کھانا کھائے دو انگلیوں سے نہ کھائے کہ یہ شیطان کا طریقہ ہے۔ اپنے سامنے سے کھائے۔ اگر اس برتن میں یا دستر خوان پر مختلف قسم کی چیزیں از قسم طعام و پھل وغیرہ ایک ساتھ رکھے ہوں۔ تو اس وقت حسب رغبت جس طرف سے چاہے کھالے مگر بقدر حصہ کھائے۔ تاکہ دوسرے اپنے حصہ سے محروم نہ ہو جائیں۔

کھانے کے وقت بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ فرش پر بیٹھے اور دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کو ایک دوسرے سے ملا کر بیٹھے۔ یا بایاں پاؤں پھیلا کر داہنا گھٹنا کھڑا کرے۔ یہ دونو گھٹنے نماز کی نشست کی طرح بچھالے۔ غرضیکہ تواضع سے بیٹھے۔ تکیہ لگا کر یا ٹھاٹھ سے نہ بیٹھے۔ اور نہ جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر کھانا کھائے جیسا کہ آج کل پارٹیوں میں رواج پڑ چکا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ کھانا سب مل کر کھائیں۔ کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔ اس صورت میں دستر خوان چھوڑ کر خود نہ اُٹھے۔ اگر اپنے ساتھی سے پہلے کھالے تو اس کا ساتھ دینے کے لئے تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے۔ تاکہ وہ آپ کی وجہ سے بھوکا نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ اگر کسی وجہ سے اُٹھنا ضروری ہو تو اس سے عذر کر دے۔

بہت گرم کھانا نہ کھائے۔ کہ منہ جلنے لگے۔ اگر ٹھنڈا ہو جائے تو اسے

گرم کر لینے میں مضائقہ نہیں۔ مگر بہت زیادہ گرم نہ کرے کہ اس میں برکت نہیں رہتی۔ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے اس میں ہوا اور پانی کی بھی گنجائش رکھے اور نہ بدہضمی کا امکان ہے۔ کھانا جلدی جلدی نہ کھائے بلکہ اطمینان سے خوب چبا کر کھائے۔ تاکہ جلد ہضم ہو جائے۔ لقمے درمیانے لے بڑے بڑے نہ
کھانا کھاتے وقت اگر کوئی لقمہ نیچے گر جائے۔ اور وہ جگہ خراب نہ ہو تو وہ لقمہ اٹھا کر کھالے شیخی اور تکبر نہ کرے۔ اگر ایسی جگہ گرا ہو کہ خراب ہو گیا ہو تو اُسے اٹھا کر کسی ایسی جگہ پھینک دے۔ جہاں اس کی بے توقیری نہ ہو۔
کھانا کھاتے وقت کسی ایسی چیز کا نام نہ لے۔ جس سے دوسروں کو گھن آئے۔ کھانے کے دوران میں زیادہ باتیں نہ کرے۔ کہ بھوکا رہ جائے اور نہ کسی دوسرے کو باتوں میں مشغول رکھ کر بھوکا رکھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے رزاق کا شکر بجا لائے۔ پھر دسترخوان اٹھوائے اور افضل ہے کہ انگلیوں سے سالن کا برتن صاف کر کے انگلیاں چاٹ لے۔ اور پھر ہاتھ دھو کر کلی کرے۔ کھانا کھاتے وقت اگر کوئی محتاج آجائے تو اسے بھی اس میں سے کچھ دیدے۔

پیاس کو پانی سے بجھانا بہتر ہے۔ جس وقت پانی کا برتن منہ سے لگائے بسم اللہ پڑھے اور جب ہٹائے تو الحمد للہ کہے۔ پانی پاک و ستھرا پیئے۔ ناپاک اور حرام سے احتراز کرے۔ پانی ایک سانس میں نہ پیئے۔ بلکہ تین سانس میں پیئے۔ پانی پیتے وقت برتن کے اندر سانس نہ لے۔ بلکہ اسے منہ سے ہٹا کر سانس لے۔ کھڑے کھڑے یا لیٹے لیٹے پانی نہ پیئے۔ بیٹھ کر پیئے اور

آہستہ آہستہ پیئے۔

مشک یا کسی ایسے برتن سے منہ لگا کر پانی نہ پیئے جس سے زیادہ پانی آجانے کا اندیشہ ہو۔ اور نہ کسی ایسے برتن سے منہ لگا کر پانی پیئے جسکے اندر کا حال معلوم نہ ہو۔ مبادا اس سے کوئی سانپ یا بچھو نکل آئے سونے اور چاندی کے برتن میں بھی پانی نہ پیئے۔

اگر دوسرے کو پانی دینا چاہے تو اپنے داہنے والے سے شروع کرے اگر کوئی بزرگ بائیں طرف بیٹھا ہو۔ اور اسے پہلے پانی دینا مقصود ہو۔ تو داہنی طرف والے سے اجازت لے لے کہ حق اس کا ہے۔ جس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہو۔ اس کے ٹوٹے ہوئے حصہ سے پانی نہ پیئے۔ تاکہ کوئی خراش نہ آجائے۔ آبِ زمزم اگر پینا ہو۔ تو قبلہ رخ کھڑے ہو کر پیئے۔

دوسرے کو پانی پلانا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور جہاں پانی بکثرت میسر نہ ہو۔ وہاں پانی پلانے کا ثواب کسی مُردے کو زندہ کرنے کے برابر ہے۔

آدابِ حقہ و پان

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا بہترین اسلام ان چیزوں کے چھوڑ دینے میں ہے۔ جو اس کے لئے کار آمد نہ ہوں۔

حقہ یا سگریٹ پینا اپنے پیسوں سے اپنا قلب و جگر کو جلانا اور اسے سیاہ کرنا ہے۔ اسی طرح عادتاً پان کھانا اسراف کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کے موہومہ فوائد سے ان کے مضرات و نقائص کہیں زیادہ ہیں۔ اسلئے ان سے پرہیز

کرنا ہر حالت میں لازم ہے۔

حقہ۔ سیگریٹ پینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حقہ سیگریٹ وغیرہ پینے کے بعد منہ کو خوب صاف کر لیا کریں۔ تاکہ بدبو نہ آئے۔ حقہ کی آگ ایسی جگہ نہ پھینکے۔ کہ کسی کا بے خبری میں پاؤں جل جائے۔ یا ہوا میں اڑ کر آگ لگا دے اسی طرح سیگریٹ کے بچے ہوئے ٹکڑے بھی جلتی حالت میں نہ پھینکے اس سے کئی نقصانات کا احتمال ہے۔ بلکہ سیگریٹ پینے کے بعد اسے بجھا کر پھینکے

ایسی جگہ پر حقہ یا سیگریٹ نہ پیئے۔ جہاں اکثریت نہ پینے والوں کی ہو اور اگر اس سے نہ رہا جائے۔ تو اس بات کی احتیاط کرے کہ حقہ یا سیگریٹ کا دھواں دوسروں کی طرف نہ جائے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

اسی طرح پان کھانے والا پیک پاندان یا کسی دوسرے ایسے برتن میں کرے۔ اور چلنے پھرنے کی حالت میں راستہ سے ایک طرف ہو کر پیک کرے تاکہ کسی پر اس کے نشان نہ پڑیں۔ اور دیوار سڑک یا گزرگاہ کو رنگدار دھبے بدنما نہ کر دیں۔

آدابِ شکار

حلال جانوروں کو شکار کرنا جائز ہے۔ مگر کام و دہن کی لذت کے لئے کسی بے زبان کی جان لینا مناسب نہیں۔ کیا خبر کہ وہ اس وقت اپنے بچوں کی خوراک کی تلاش میں ہی پھر رہا ہو۔

شکار کے لئے ضروری ہے کہ شکار سدھائے ہوئے جانور مثلاً کتا یا باز وغیرہ

سے کرے۔ شکاری جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھے۔ اسے شکار پر
اس طرح چھوڑے کہ شکار باخبر ہو جائے۔ اگر کتا شکار کر لینے کے بعد
کچھ خود کھالے۔ اور باز شکار کرنے کے بعد واپس آنے سے انکار
کردے۔ تو اسے اپنے لئے حلال نہ سمجھے۔ کیونکہ وہ شکار کتے یا باز نے
اپنے لئے کیا ہے۔

جس جانور پر بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور چھوڑا جائے۔ یا تیر چلایا جائے
اور وہ زخمی ہو کر مر جائے۔ تو اس کا کھانا حلال ہے۔ اور اگر شکاری شکار
کو زندہ پکڑ لائے۔ یا غلیل یا بندوق سے شکار کیا جائے اور وہ جانور زندہ
ہو تو جب تک اسے ذبح نہ کرے۔ اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر
بندوق کا شکار ذبح سے پہلے مر جائے تو وہ حرام ہے۔

شکار کے لئے جانور کو اس طرح سدھائے کہ جس جانور پر اسے
چھوڑا جائے۔ وہ اسے نہ کھائے۔ اور پرندے کو اس طرح سدھائے
کہ جب اسے شکار کے پیچھے چھوڑا جائے اور مالک اسے واپس بلائے
تو وہ شکار چھوڑ کر واپس چلا آئے۔ جن میں یہ علامات موجود نہ ہوں۔
ان کا شکار حلال نہ سمجھے۔

آدابِ ذبح

ذبح کرنے والا پاک ہو۔ باوضو ہو۔ ذبح کا منہ قبلہ رخ کرے اسے زور
سے زمین پر نہ ٹپکے۔ بلکہ اس طرح لٹائے کہ اسے تکلیف نہ پہنچے۔ تیز چھری یا

چاقو سے ذبح کرے۔ تاکہ دیر نہ لگے۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھے اور اس کی چار رگیں ضرور کاٹے جن سے سانس اور خوراک اندر جاتی ہے اور خون کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔ تاکہ اس کا خون جاری ہو جائے۔ چھری چلاتے وقت بھی اتنی احتیاط ضرور کرے کہ جانور کو اس کی سستی کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ بلکہ اس وقت اتنی پھرتی اور چستی دکھائے دکھائے کہ جانور راحت محسوس کرے۔ جانوروں کو ایک دوسرے کے سامنے ذبح نہ کرے۔

آدابِ سوال

سوال کرنا بہت بُرا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے انسان سوال کرنے سے بچے۔ اپنی حاجت اللہ کے سوا کسی پر ظاہر نہ کرے۔ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرے۔ صبر و تحمل سے کام لے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مانگنے سے بچا رہے گا۔ خدا اسے محتاجی سے بچائیگا اور جو طبیعت پر جبر کر کے صبر کریگا۔ خدا تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دیگا۔

جہاں انسان کے لئے سوال کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ تو پھر مضائقہ نہیں مگر ایسی حالت میں بھی نظر اللہ جل شانہ کے رحم و کرم پر رکھے جو مقلب القلوب ہے مسئول عنہ کی ہمت و وسعت پر نظر رکھے۔ جب ضرورت پوری ہو جائے تو پھر سوال کرنے سے رک جائے۔ اسے اپنی عادت اور پیشہ نہ بنائے۔ مسئول عنہ کو تنگ نہ کرے اس کی زجر و توبیخ صبر و سکون سے برداشت کرے

کسی ایسے شخص سے سوال نہ کرے ۔جس کے متعلق قرائن سے یقین ہو
کہ وہ گرانی کے باوجود انکار نہ کرے گا۔ لیکن اگر یقین ہو کہ اس کو گرانی نہ ہوگی
یا اگر گرانی ہوئی۔ تو آزادی سے عذر کر دے گا۔ تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔
سوال ایسے وقت میں کرے جبکہ مسئول عنہ سکون و اطمینان کی حالت میں
ہو۔ جو چیز مانگنی ہو۔ اس کا اول وقت میں اظہار کر دے۔ اٹھتے وقت سوال
نہ کرے۔ ممکن ہے اس وقت تک مسئول عنہ کو سوال پورا کرنے کی فرصت نہ ہے
مسئول عنہ جو بات دریافت کرے۔ اسے صحیح جواب دے تلبیس نہ کرے۔
اگر کسی پر پہلے اپنی حاجت پیش کر چکا ہو۔ اور اس نے کسی دوسرے
وقت پر آنے کے لئے کہا ہو۔ تو دوسری دفعہ جب جائے۔ تو بے صبری سے
اپنی ضرورت کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ اپنے سوال کے جواب با صواب کیلئے
انتظار کرے اور اگر قرائن سے محسوس کرے کہ اسے پہلی بات یاد نہیں رہی۔
یا وہ صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ تو پھر دوبارہ اپنی حاجت پیش کر دے۔

آدابِ خدمت

خدمتِ خلق افضل عبادتوں میں سے ہے۔ جو شخص صرف اللہ تعالےٰ
کی خوشنودی کے لئے اس کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ
زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء۔ خلفاء اولیاء اس معاملہ میں پیش پیش رہتے
تھے اکابرینِ سلف سے ہر شخص خدمتِ خلق کا بذاتِ خود ایک ادارہ ہوتا تھا اور
قرونِ اولیٰ میں ہر مسلمان ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں مصروف رہتا تھا۔

خدمتِ خلق کے لئے ہر وقت موقعہ کی تلاش میں رہے۔ جب بھی کوئی ایسا موقعہ نظر آئے۔ تو دوسروں کی طرف نہ دیکھے۔ بلا تامل بلا امتیاز مذہب وعقیدہ خدمت کے لئے سبقت کرے۔ اور روپیہ پیسہ لگانے سے بھی دریغ نہ کرے کیونکہ جس قدر تم اس کی مخلوق پر خرچ کرو گے۔ اس سے زیادہ تمہیں اپنے خالق سے ملے گا۔

جب کوئی خدمت ذمہ لگائے۔ تو اسے سرانجام دینے کے بعد اسے اسکی اطلاع ضرور کرے۔ تاکہ وہ انتظار میں نہ رہے۔ حتیٰ الوسع خود کسی سے خدمت لینے کی کوشش نہ کرے۔ جو خدمت لینا پسند نہ کرے۔ اس کی خدمت کیلئے اصرار نہ کرے جس کے متعلق یقین ہو۔ کہ وہ تمہارے کہنے کو ہرگز نہ ٹالے گا۔ تو اس سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرے۔ جو شرعاً واجب نہ ہو۔ دورانِ خدمت کوئی ایسی بات نہ کرے۔ جس سے مخدوم کو تکلیف یا پریشانی ہو۔

خدمت کر کے احسان نہ جتلائے۔ معاوضہ طلب نہ کرے۔ کسی قسم کی کوئی توقع نہ رکھے۔ جو کوئی کسی کی مالی یا بدنی خدمت کر رہا ہو۔ تو اسے لازم ہے کہ وہ اس کے آرام وراحت کا خیال رکھے اور اس کی ہمت ووسعت سے زیادہ کام نہ لے۔

آدابِ سفارش

جائز وناجائز۔ حلال وحرام اور گناہ وثواب کا امتیاز اٹھ جانے کی وجہ سے سفارش کرنا اور کرانا ایک فیشن۔ رسم اور رواج کی صورت اختیار کر گیا ہے حالانکہ

سفارش صرف حق کے لئے جائز ہے۔ ورنہ ناجائز۔ حرام اور گناہ ہے۔

جن امور حق کے لئے سفارش جائز ہے۔ ان کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ سفارش اس طریق پر کرے کہ مخاطب کی آزادی میں رائی بھر خلل نہ پڑے اسے اس کے لئے مجبور نہ کرے۔ اس پر زور نہ دے۔ اپنے اثر سے دوسروں سے کہلوا کر اسے پریشان نہ کرے۔ اسکے قرابت داروں یا دوستوں کو بار بار اس کے پاس نہ بھیجے۔ اور نہ سفارش کرنے کے لئے لوگوں کو رشوت پہنچائے

جب کسی کے متعلق قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ طیب خاطر اس کی حاجت میں سعی نہ کرے گا۔ تو اس کے پاس بھی سفارش پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ اور نہ وجاہت سے کام نکلوانے کی کوشش کرے۔ جیسے بڑے آدمیوں کے عزیز و اقارب ان کے معتقد یا زیر اثر لوگوں سے کام نکلوانے کیلئے چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ اس طرح دوسروں کو بد دیانتی اور حق تلفی کے لئے مجبور کرنا ہوتا ہے۔

ایسی سفارش نہ کرے کہ جس شخص سے سفارش کرے اسے ضرر یا تکلیف پہنچے۔

آداب ہدیہ

ہدیہ قبول کرنا سنت ہے۔ بشرطیکہ وہ محض ازدیادِ محبت کے لئے ہو۔ اور اس سے کوئی غرض متعلق نہ ہو۔ ورنہ وہ رشوت ہے۔

اسلئے ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ ہدیہ اتنا دے۔ جو بار خاطر نہ ہو کیونکہ اہل نظر مقدار کو نہیں دیکھتے۔ خلوص۔ کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے جس قدر بھی ہدیہ کم دے

بہتر ہے۔ زیادہ ہونے پر واپسی کا احتمال ہوتا ہے۔ مگر جب تک مهدی الیہ پر اپنا خلوص ظاہر نہ کر دے۔ ہدیہ پیش کرنے کی جرأت نہ کرے۔

ہدیہ اس طرح دے کہ دوسرے پر ظاہر نہ ہو۔ ہدیہ لینے والا اگر ظاہر کر دے تو یہ اس کا حق ہے۔ ہدیہ مهدی الیہ کے ہاتھ میں دے۔ اس کی لاعلمی میں اس کے پاس نہ رکھ دے۔ کہ یہ موجب پریشانی ہوتا ہے۔ اگر مجمع کی وجہ سے ہاتھ میں نہ دے سکے۔ تو اس کے تنہا ہونے کا انتظار کرے۔ اگر تنہائی کی امید نہ ہو۔ تو تنہائی طلب کر کے ہدیہ حوالے کرے۔ اگر مهدی الیہ کسی وجہ سے ہدیہ واپس کرنا چاہے۔ تو اصرار نہ کرے۔ بلکہ وجہ واپسی معلوم کر کے آئندہ کے لئے احتیاط کرے۔ اگر وہ وجہ واقعی نہ ہو۔ تو اس کے عدم وقوع کی فوراً اطلاع کرے۔

اگر مهدی الیہ سے کوئی غرض ہو۔ تو پھر ہدیہ نہ دے۔ اس طرح اسے شرمندہ مجبور اور ذلیل کرنا ہے۔ حاجت پیش کرتے وقت بھی ہدیہ نہ دے۔ بلکہ جب ہدیہ پیش کرے۔ تو یہ شبہ بھی نہ ہونے دے۔ کہ یہ کسی غرض کیلئے دیا جا رہا ہے اور نہ حاجت پیش کرتے وقت ہدیہ کا ذکر کرے۔

اگر ہدیہ غیر نقد ہو۔ تو دینے سے پہلے لینے والے کی رغبت معلوم کر لے۔ تاکہ کوئی غیر مرغوب چیز نہ دی جا سکے۔ سفر کے دوران میں بھی اس قدر ہدیہ نہ دے کہ لے جانا مشکل ہو جائے۔ اگر شوق ہو تو مقام قیام پر کسی ذریعہ سے پہنچا دے۔ حتی الامکان ریلوے پارسل کے ذریعہ ہدیہ نہ بھیجے کہ اس طرح مهدی الیہ کو بعض اوقات تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے۔

کسی دوسرے کو ہدیہ دینے کی ترغیب نہ دے۔ نہ تحریک کرے۔ مہدالیہ ہدیہ کی رقم کو ہدیہ دینے والے کے سامنے کسی ایسے طریقہ سے خرچ نہ کرے جس سے ہدیہ دینے والے کی دل شکنی ہو۔ اس کی عدم موجودگی میں جس طرح چاہے خرچ کرے۔

ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرے۔ جو بدلے کا طالب نہ ہو۔ ورنہ باہمی رنج کی نوبت آئے گی۔ لیکن اپنی طرف سے کوشش کرے کہ اسے بدلہ مل جائے اگر بدلہ دینے کے لئے کچھ میسر نہ ہو۔ تو اس کی ثنا و صفت ہی کر دے۔ اس کے لئے جزاکم اللہ خیرا کہہ دینا کافی ہے۔ جو محسن کا شکریہ ادا نہ کرے۔ وہ خدا کا شکر کیسے ادا کرے گا۔ اور حاضرین میں اس کا احسان ظاہر کر دے۔ مگر اس پر کوئی شیخی نہ بگھارے۔

اگر کوئی تمہاری خاطر داری کے لئے خوشبو۔ دودھ۔ تیل۔ تکیہ پیش کرے کہ خوشبو سونگھ لو یا دودھ پی لو یا تیل لگا لو یا تکیہ کمر سے لگا لو۔ تو اس کے قبول کرنے میں انکار نہ کرے۔ کیونکہ ان چیزوں میں کوئی لمبا چوڑا احسان نہیں ہوتا۔ اور دوسرے کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

آدابِ چندہ

چندہ عام طور پر تین ضرورتوں کے لئے حاصل کیا جاتا ہے (۱) کسی ادارہ کے قیام و بقا کے لئے (۲) کسی مجلس کی دائمی یا عارضی رکنیت کیلئے (۳) کسی ہنگامی ضرورت کے لئے۔

چندہ طلب کرنے والا طلب چندہ کے لئے اس طرح ترغیب دے کہ چندہ دینے والے کی آزادی میں فرق نہ آئے بلکہ وہ بطیب خاطر چندہ دے۔ اس کے لئے تاکید نہ کرے۔ کہ یہ بری بات ہے۔ دباؤ نہ ڈالے اور نہ شرمائے کہ یہ گناہ ہے۔ ظلم۔ وجاہت اور حکومت کا اثر استعمال نہ کرے۔ کہ یہ استعمال بالکراہت ہے۔

وصول چندہ اس طریق پر کرے جو کراہت اور دباؤں سے پاک ہو۔ اور غیر مشروع نہ ہو۔ وصولی کا خاص وقت اور دن مقرر کرے تاکہ چندہ دینے والے اس روز اس کا انتظام کر رکھیں اور وصول کنندہ کو واپس نہ جانا پڑے۔ کیونکہ چندہ دینے میں تاخیر یا لیت ولعل کرنا اس کی عنداللہ قدر و قیمت گھٹا دیتا ہے وصول شدہ رقم کی باقاعدہ رسید دے اور چندہ دینے والا اس کا تقاضا کرے ایسی رقم باضابطہ طور پر رجسٹر میں درج کرے اور جس غرض کے لئے وصولی کی ہو۔ اس مد میں خرچ کرے۔ اس کا باقاعدہ حساب رکھے۔ کم از کم سال میں ایک بار ایسی وصولی اور خرچ کی کسی سرکاری محتسب سے جانچ پڑتال کرائے جس کے نتیجہ سے اپنے چندہ دہندوں کو مطلع کرے۔

کسی یتیم۔ غائب۔ مردہ اور غیر راضی کے مال سے چندہ وصول نہ کرے شادی بیاہ کے موقعہ پر بعض برادریوں میں جو رسماً چندہ بعض اداروں کی امداد کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ اس کے قبول کرنے سے احتراز کرے کہ یہ نقل وجبر سے خالی نہیں ہوتا۔ صرف نام و نمود کی خاطر دیا جاتا ہے۔

صرف ذاتی غرض کے لئے چندہ جمع کرنے کی خاطر کسی مدرسہ یا ادارہ

کا انعقاد و افتتاح نہ کرے۔ چندہ کی رقم کو اپنا ملک نہ سمجھے۔ اس میں بے جا اور بلا اذن تصرف نہ کرے۔ چندہ دہندوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے سالانہ اپنے حساب معہ تصدیق پڑتال کنندہ شائع کیا کرے۔

اپنا کام صرف اللہ جل شانہ کے بھروسہ پر اپنی ہمت و وسعت کے مطابق جاری رکھے۔ صرف چندہ کی امید پر نہ بیٹھا رہے کام میں جس قدر اخلاص و للہیت ہو گی۔ اسی قدر مالی امداد کے دروازے خود بخود کھلتے جائینگے۔

آدابِ سُوق (بازار)

سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"خدا کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ مسجد ہے اور ناپسند جگہ بازار ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو سب سے پہلے بازار میں نہ جا اور نہ سب سے پیچھے بازار سے نکل کہ بازار شیطان کا میدان ہے جہاں وہ اپنا جھنڈا گاڑا کرتا ہے۔"

بازار دراصل جھوٹ۔ فریب۔ بد اخلاقی۔ بد تہذیبی کے مرکز ہیں بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گزر جائیے۔ آپ کو کئی قسم کی خرابیاں نظر آئیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ بد تہذیب و ناشائستہ لوگوں کو بازاری کہا جاتا ہے۔ اور شرعاً بازاری کی شہادت یعنی گواہی قابل اعتبار نہیں سمجھی جاتی اسلئے بازار میں شدید ضرورت کے بغیر نہ جائیے۔ جب جانے کا اتفاق ہو تو بلا ضرورت بازار میں زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔ نہ پھرے۔ بلکہ فراغت پاتے ہی

فوراً واپس آجائے۔ بازار میں کھڑے ہوئے حتی الوسع کوئی چیز نہ کھائے نہ پیئے اگر کوئی مجبوری ہو۔ تو پھر مضائقہ نہیں۔ مگر اس سے رک جانا تقویٰ ہے

بازار میں بطور سیر و تفریح نہ پھرے کہ اس سے کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بازار میں بیٹھنے والوں کی قسموں پر زیادہ اعتبار نہ کرے اور بازاری آمیوں سے میل ملاپ نہ بڑھائے۔ کہ اس کے اکثر برے نتائج نکلتے ہیں۔

بازار میں بیٹھنے والے نظر بازی۔ دغابازی۔ مکر و فریب جھوٹی قسمیں کھا کر خریدار کو پھانسنے۔ آوازے کسنے اور حسد کرنے سے باز رہیں۔

آدابِ راہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اے لوگو اپنے تئیں راستوں میں بیٹھنے سے بچاؤ۔ اور اگر بیٹھنا ضروری ہو۔ تو اس کا حق ادا کرو۔ مزید فرمایا کہ راستہ کا حق یہ ہے کہ اجنبی عورتوں سے آنکھیں بند رکھنا۔ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا۔ سلام کا جواب دینا۔ اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع کرنا۔

اس لئے راستہ میں بیٹھنے سے احتراز کرے۔ راستہ میں پیدل یا سواری پر اس طرح کھڑا نہ ہو کہ آمد و رفت میں خلل پڑے اور راہگیروں کو تکلیف ہو راستہ میں کوڑا کرکٹ نہ پھینکے۔ اور پیشاب۔ پاخانہ نہ کرے۔ کہ اس سے بدبو پھیلتی ہے اور لوگوں کے بسا اوقات کپڑے وغیرہ خراب ہو جاتے ہیں۔ راستہ پر اپنی گندی نالی کا پانی اس طرح نہ چھوڑے کہ وہ گزرنے کے قابل نہ رہے اور بالاخانہ سے کھڑے

ہوئے نیچے پانی نہ پھینکے کہ راہگیر کے اوپر پڑنے یا اسکے چھینٹوں سے کپڑے خراب ہونے کا امکان ہے۔ راستہ پر آم - کیلا - خربوزہ وغیرہ پھسلا دینے والی چیزوں کے چھلکے نہ پھینکے - اور نہ راستہ میں کوئی ایسی چیز رکھے جس سے راہ چلنے والے کو تکلیف ہو۔ اگر راستہ میں کسی وجہ سے کوئی شگاف یا گڑھا پڑ گیا ہو۔ اور وہ اسے خود مرمت کر سکتا ہو۔ تو اسے فوراً مرمت کر دے۔ ورنہ جس کے ذمہ یہ فرض ہو۔ اسے فوراً اطلاع کر دے۔ تاکہ اس میں کوئی لاعلمی کی وجہ سے گر کر زخمی نہ ہو جائے۔ راستہ پر نہ تھوکے۔ نہ ناک صاف کرے اور نہ کاغذ پھینکے کہ پاؤں کے نیچے آکر ان کی بے ادبی ہوگی۔

آدابِ راہ روی

راہ چلتے وقت ہر شخص اپنے ہاتھ پر چلے یعنی اگر اس ملک میں بائیں ہاتھ پر چلنے کا حکم ہے۔ تو بائیں ہاتھ چلے۔ تاکہ تصادم نہ ہو۔ جن سڑکوں پر پیدل چلنے والوں کے لئے مخصوص پٹریاں بنی ہوئی موجود ہوں تو ان پر چلے۔ ان سے اتر کر سڑک پر یا اس کے درمیان نہ چلے تاکہ کسی موٹر۔ سائیکل یا تانگہ وغیرہ کی جھپیٹ میں آنے کا خطرہ نہ رہے۔ اسی طرح دیہات میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے وقت لوگوں کے کھیتوں سے نہ گزرے۔ بلکہ گزرنے کے لئے جو راستے مخصوص ہوں انہی پر چلے۔ تاکہ کاشتکاروں کا نقصان نہ ہو۔ راہ چلتے وقت بہت تیز اور بے تحاشہ نہ دوڑے۔ کہ اس طرح تصادم اور دوسروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

برسرِ راہ کسی سے تکرار۔ فساد یا بحث و مباحثہ نہ کرے۔ اس سے آمد و رفت رک جاتی ہے اور انسان جرم کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے عورتیں گزر رہی ہوں۔ ان کے درمیان سے گزرنے انہیں جھانکنے یا تاڑنے یا گھورنے یا ان پر آوازے کسنے کی کوشش نہ کرے۔ دوسرے آدمی کو دھکا مار کر نہ چلے۔ حتی المقدور راہ چلنے والوں کی خوشنودی۔ راحت رسانی اور خیر خواہی کی کوشش کرے۔ راستہ میں جو بھی ملے۔ اسے سلام کرے اگر کوئی تکلیف وہ چیز مثلاً اینٹ۔ روڑہ۔ کانٹا۔ چھلکا وغیرہ پڑا ہو تو اسے ہٹا دے۔ اس خدمت کو ذلت نہ سمجھے۔ جو راستہ پوچھے یا بھول گیا ہو۔ اسے راہ پر لگا دے۔ بوجھ اٹھانے والے کی اگر مدد کر سکے تو اس میں سبقت کرے۔ جیسے کسی کے سر پر گٹھڑی لاد دینا یا سر پر سے اتار دینا۔ یا کسی معذور ضعیف یا بچے کا بوجھ اس کے گھر تک پہنچا دینا۔ راہ چلتے ہوئے عین راہ گیر کے پیچھے آکر یکایک گھنٹی یا ہارن نہ بجائے کہ اس سے انسان بسا اوقات بدحواس ہو جاتا ہے اور اس طرح چونک کر بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کہ موٹر یا سائیکل یا تانگہ وغیرہ کی جھپٹ میں آجاتا ہے۔ اس لئے اسے راستہ سے ہٹانے کے لئے دور سے آواز دے یا گھنٹی وغیرہ بجائے۔ تاکہ راہرو پریشان ہوئے بغیر راستہ سے ہٹ جائے۔ راستہ میں اگر کوئی کاغذ پڑا ہوا مل جائے تو اسے اٹھا کر کسی ایسی جگہ پر دبا دے یا پھینک دے کہ وہ پاؤں کے نیچے نہ آسکے اور اگر کسی کی کوئی گری ہوئی چیز مل جائے۔ تو اسے اپنی حفاظت میں لے کر اس کے مالک تک پہنچانے کی کوشش کرے۔

راہ چلتے وقت بلا ضرورت ادھر ادھر نہ جھانکے۔ کسی کو پیچھے سے آکر ڈرائے۔

اگر مجمع میں سے کوئی دھار والی یا نوکدار چیز لے کر گزرنے کا اتفاق ہو تو دھار والا یا نوکدار حصہ کسی چیز سے محفوظ کرلے۔ تاکہ کسی کو لگ نہ جاوے۔

آدابِ اشارہ

بعض اوقات انسان کو زبان کی بجائے اشارہ سے کام لینا پڑتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جب بھی کسی طرف اشارہ کرنا ضروری ہو دائیں ہاتھ سے اشارہ کرے۔ کسی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے۔ مبادا اس وقت شیطان کی شیطنت سے ہتھیار ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اور کسی کی تکلیف یا نقصان کا موجب ہو۔ اور خود بھی پریشان ہو۔

آدابِ سفر

عادتاً سفر تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) دین کے لئے۔ جیسے حصولِ علم ادائیگی فریضہ حج یا جہاد۔ زیارت اولیاء وصلحاء اور تبلیغ دین کے لئے سفر کرنا ایسے سفر کے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے (۲) دنیا کے لئے جیسے تلاشِ معاش۔ تجارت سیر و تفریح۔ ملاقات۔ عزیز و اقارب وغیرہ کے لئے سفر کرنا۔ یہ سفر اگر دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کی نیت سے کیا جائے۔ تو موجبِ ثواب ہو سکتا ہے جیسے تجارت کے لئے اس نیت سے نکلنا کہ جن کا نان و نفقہ اسکے ذمہ واجب ہے

وہ ادا کریگا۔ اور اس سے جو بچے گا۔ اس سے مفلسوں کی یا دینی اداروں کی امداد کرے گا۔ تجارت کو عبادت میں بدل دیتا ہے (۲) گناہ کے لئے جیسے چوری کرنے۔ ڈاکہ ڈالنے۔ قتل کرنے۔ زنا کرتے۔ مجالس لہو ولعب میں شرکت کرنے کے لئے۔ جو دین و دنیا اور آخرت سب کے لئے باعث خسارہ ہے۔

جب کسی کو سفر درپیش ہو تو وہ سفر کے لئے سب سے پہلے اپنا ضروری سامان تیار کر رکھے۔ عین روانگی کے وقت سامان اکٹھا کرنا اپنے اور دوسروں کے لئے موجب پریشانی ہوتا ہے۔ اس کے بعد اپنے مقامی دوستوں اور رشتہ داروں سے مل کر فراغت حاصل کرے اور روانگی سے قبل لباس سفر میں چار رکعتیں نماز سفر پڑھے۔ جو گھر کے نگران کے قائمقام ہوتی ہیں۔

سفر علی الصبح شروع کرنا مبارک ہوتا ہے۔ سفر کے لئے جمعرات یا شنبہ کا دن منتخب کرے تو بہتر ہے۔ جمعہ کے دن جمعہ نماز سے قبل سفر شروع نہ کرے تو اچھا ہے۔ مگر جمعہ کی اذان کے بعد اور نماز سے قبل سفر شروع کرنا حرام ہے جنگل یا سنسان یا غیر آباد علاقہ میں رات کو تنہا سفر نہ کرے۔ طویل سفر کی صورت میں اگر کوئی رفیق تلاش کرے۔ تو بہتر ہے۔ اس سے نرمی سے پیش آئے۔ اور اس سے اگر کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرے۔

اگر چند آدمی مل کر سفر کرنا چاہیں تو بہتر ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں اور جب آپس میں کوئی اختلاف رائے پیدا ہو۔ تو اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ حالت سفر میں کتا اپنے ساتھ نہ رکھے۔ اگر کسی جانور پر سوار ہے تو اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ لادے۔ اس کی پیٹھ پر نہ سوئے۔ راستہ

ہیں کسی وقت اس سے اتر کر اسے آرام کا موقعہ دے۔

دورانِ سفر اگر اپنی ضرورت و حاجت سے کچھ بچ رہے تو اس سے غریب رفقاء کی امداد کرے۔ اور راستہ میں ذکر الٰہی کرتا جائے۔ تاکہ فرشتوں کی رفاقت حاصل ہو۔ فضول اشعار پڑھنے یا گانے میں مشغول نہ رہے کہ شیطان ہمراہ ہو جاتا ہے۔ بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر اور اس سے اترتے وقت سبحان اللہ کہے۔ جب منزلِ مقصود پر اترے تو دو رکعت نفل پڑھے۔

جب مقصدِ سفر پورا ہو جائے۔ تو فوراً گھر واپس لوٹے۔ واپس لوٹتے وقت اپنے اہل و عیال اور دوستوں کے لئے نہ کوئی تحفہ ضرور لائے۔ خواہ وہ ایک پھول ہی کیوں نہ ہو۔ بہتر ہے کہ اپنی واپسی کی تاریخ اور وقت سے گھر والوں کو اطلاع بھیج دے۔ طویل سفر سے گھر اچانک واپس نہ آئے۔ مختصر سفر سے بلا اطلاع رات کو گھر واپس آجانے میں مضائقہ نہیں۔ جب اپنی بستی محلہ میں واپس پہنچے تو مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرے کہ یہ سنت ہے۔

جب کوئی سفر سے واپس آئے۔ تو اس سے مصافحہ و معانقہ کرے کہ یہ بھی سنت ہے۔

آدابِ ٹکٹ

سفری اغراض۔ تفریحی مقاصد اور حکیمانہ ضروریات کے لئے انسان کو عام طور پر ٹکٹیں خریدنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ مگر ان مقامات پر بھی انسان حیوانوں کی طرح ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوتے ہیں۔ بارسوخ اور طاقتور اپنا کام

بنا لیتے ہیں۔ مگر شرفا اور نحیف الجثہ افراد کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
اسلئے ایسے مقامات پر ضبط و نظم قائم رکھنے کے لیئے متعلقہ اداروں کا فرض ہے کہ وہ ٹکٹیں خریدنے کی جگہ پر پہنچنے کے لیئے اس قسم کا پختہ یا عارضی راستہ بنا دیں کہ اس کے ذریعہ صرف شخص واحد ہی ٹکٹ خرید سکے اور خود بخود قطار بنانے کی صورت پیدا ہو جائے۔ تاکہ ٹکٹ لینے دینے والوں کو پریشان نہ ہونا پڑے۔

جہاں اس قسم کا انتظام نہ ہو وہاں ٹکٹ دینے والے کو اس بات کا اپنی اور دوسروں کی سہولت کے لیئے اہتمام کرنا چاہیئے کہ جب تک ٹکٹ خریدنے والے قطار نہ بنالیں وہ ٹکٹ فروخت نہ کرے۔ اور اگر وہ اس بات کو اپنے لئے غیر ضروری سمجھے تو ٹکٹ خریدنے والوں کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ ٹکٹ خریدتے وقت خود بخود قطار میں ہو جائیں۔ تاکہ کام بآسانی انجام ہو سکے۔ اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

ٹکٹ خریدتے پر اس وقت اپنی ٹکٹ کی پڑتال کرلے کہ غلطی سے کوئی غلط ٹکٹ تو جاری نہیں ہو گیا۔ اور ریزگاری واپس لیتے وقت بھی اسے اچھی طرح جانچ لے۔ کہ اس میں کھوٹے سکے تو شامل نہیں تاکہ وہ اس وقت بدلوائے جا سکیں۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ ٹکٹ خریدتے وقت قطار بنائی جائے اور یکے بعد دیگرے ٹکٹ خریدا جائے۔

ٹکٹ خریدتے وقت اس بات کی احتیاط کرے کہ رقم محفوظ طریقہ سے نکالے تاکہ بد باطن کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔ کیونکہ جیب تراش اس موقعہ پر اس بات

کا پتہ لگانے کے لئے اردگرد موجود رہتے ہیں کہ کس مسافر کے پاس کس قدر رقم ہے اور اس نے اسے کہاں چھپایا ہوا ہے۔ اس بات کا پتہ لگانے کے بعد اگر وہاں لوگوں نے ایک دوسرے کے اوپر گر کر ٹکٹ خریدنے کی کوشش کی۔ تو وہ اسی وقت ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ورنہ گاڑی میں سوار ہوتے وقت وہ سرگرمی دکھلاتے ہیں۔ ان لوگوں سے صرف قطاربندی ہی محفوظ رکھ سکتی ہے۔

ٹکٹ خریدنے کے بعد اسے نہایت احتیاط سے محفوظ کرلے۔ بلکہ اس کا نمبر نوٹ کرلے تاکہ گم ہوجانے یا گرجانے کی وجہ سے جانچ پڑتال کرنے والوں کا شکار نہ بن سکے۔ اور جرمانہ نہ ادا کرنا پڑے۔

بلاٹکٹ کام چلانے کی ہرگز کوشش نہ کرے۔ کہ یہ حق العباد کی خیانت ہے اور قانوناً جرم ہے۔ اس میں قید۔ جرمانہ کے علاوہ رسوائی و ذلت بھی اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے خواہ پلیٹ فارم پر ہی جاتا ہو تو ٹکٹ خرید کر جائے اگر وہاں گیٹ پر کوئی واقف ہی کھڑا ہو اور وہ آپ کو بلاٹکٹ۔ گزرنے کی اجازت دے سکتا ہو۔ تب بھی اس سے اس رعایت کا طالب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس طرح اپنے علاوہ اسے بھی حق العباد کی خیانت کا مرتکب کرنا ہے۔

عدالتی ٹکٹوں پر نام لکھوانے کی ضرورت ہوتی ہے مگر ان پر نام لکھنے کا حق صرف ٹکٹ دینے والے کو ہوتا ہے۔ اس لئے خود اس پر نام نہ لکھے ورنہ وہ ٹکٹ ناقص ہو جائیگا۔

استعمال شدہ ٹکٹ کو دوبارہ قابل استعمال بنانے کی کوشش نہ کرے۔ اور

بذا انہیں استعمال کرے۔ کہ ایسا کرنا اخلاقاً و قانوناً جرم ہے۔

آدابِ سفرِ ریل

آج کل زیادہ تر سفر لاری - ریل اور ہوائی یا بحری جہاز کے ذریعہ کیا جاتا ہے جن کی آمد و رفت کے اوقات مقرر ہوتے ہیں - اور باقاعدہ طور پر مسافروں کی سہولت کے لئے متعلقہ محکموں کی طرف سے چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

اسلئے جب کوئی شخص ان کے ذریعہ سفر کرنا چاہے تو وہ سب سے پہلے اسکا اوقات نامہ معلوم کرے اور ان کے اڈہ یا اسٹیشن پر روانگی کے وقت سے کم از کم آدھ گھنٹہ پہلے پہنچے - کیونکہ بسا اوقات ٹکٹ خریدنے یا مال بک کرنے میں دیر لگ جاتی ہے۔

ٹکٹ خریدنے مال بک کرانے اور اسے قلی یا مزدور کے حوالے کرنیکے بعد جب اس میں سوار ہونے کے لئے اس کے پلیٹ فارم پر پہنچے - تو سوار ہو۔ میں عجلت نہ کرے - پہلے اندر کی سواریوں کو آرام سے اترنے دے - جب وہ سب اتر جاویں تو پھر باری سے اندر داخل ہو۔ اور اس کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ مسافر اندر داخل ہونے کے لئے شریفانہ طریقہ اختیار کریں یعنی قطار بنالیں - جیساکہ مہذب ملکوں میں رواج ہے اور یکے بعد دیگرے اطمینان سے اندر داخل ہوتے جائیں - اس طرح اوّل تو دھینگا مشتی - تکرار اور جھگڑے سے نجات ملے گی - دوسرے جیب تراشی کے مواقع پیدا نہ ہوں گے - کیونکہ جیب تراشوں کے لئے بہترین وقت یہی ہوتا ہے - جبکہ اندر والے مسافر باہر نکلنے

کیلئے اور باہر والے اندر داخل ہونے کے لئے کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اندر والے مسافروں کا فرض ہے کہ وہ آنے والے مسافروں کا راستہ نہ روکیں بلکہ ان مسافروں کے لئے ازراہِ انسانیت خود بخود جگہ بنا دیں۔ اور خالی کو روکنے کی کوشش نہ کریں۔ اپنے قانونی حقِ نشست سے تجاوز نہ کریں آنے والے مسافروں سے تنگ و ترش نہ ہوں۔ اور ان کو بھی ویسے ہی آرام و سہولت کا حقدار جانیں۔ جس کا خود کو سمجھتے ہیں۔

باہر سے آنے والے مسافروں کا حق ہے کہ وہ اندر اپنے بیٹھنے کے لئے جگہ حاصل کریں۔ بشرطیکہ اس میں مقررہ مسافروں سے کم بیٹھے ہوں۔ اور اگر اس ڈبہ میں مقررہ تعداد سے زیادہ مسافر موجود ہوں۔ تو صبر و تحمل سے کام لیں جس طرح بھی گزارہ ہو سکے کرلیں۔ اور اگر اندر والے مسافروں نے لیٹ کر یا سو کر آنے والے مسافروں کی جگہ روک رکھی ہو۔ تو ان کو نرم لہجہ میں وہ جگہ فارغ کرنے کیلئے کہیں تحکمانہ انداز میں بات نہ کریں۔ اگر وہ شرافت کا ثبوت دیں تو ان کا شکریہ ادا کریں۔ ورنہ افسر متعلقہ کو اطلاع کر کے وہ جگہ خالی کرائیں۔ خود ان مسافروں سے تکرار یا جھگڑا نہ کریں۔

لمبے سفر کے لئے بڑے درجہ میں سفر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ اپنی نشست مخصوص کرالیں۔ تاکہ سونے کا آرام رہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جہاں سے گاڑی یا لاری وغیرہ تیار ہوتی ہو وہاں سے چوبیس گھنٹے پہلے اپنی نشست مخصوص کرالے اور جس جگہ پیچھے سے تیار ہو کر آتی ہو وہاں نشست مخصوص کرانے کیلئے کم از کم ایک ہفتہ پہلے درخواست کرے۔ تاکہ بعد میں پریشان نہ ہونا پڑے۔

آدابِ خط و کتابت

خط و کتابت نصف ملاقات کا درجہ رکھتی ہے۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس کا یہ طریق مروج چلا آیا کہ پہلے کاتب اپنا نام لکھتا اور بعدازاں مکتوب الیہ کا نام اس کے بعد اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا۔ تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ تحریر کرتا۔ ورنہ سلام علی من اتبع الھدی لکھتا اور اس کے بعد اپنا مطلب صاف اور واضح الفاظ میں تحریر کر دیتا۔ یہ طریقہ قرونِ اولی کے مسلمانوں تک جاری رہا۔ اس کے بعد عجمیوں کے میل ملاپ سے یہ سادہ طریقہ تکلفات میں بدل گیا۔ اور القاب و آداب و تسلیمات اور اشتیاقِ ملاقات کے وزنی اور مبالغہ آمیز الفاظ سے خطوں کو طوالت دی جانے لگی۔ اور یہ سلسلہ آج تک چلا آتا ہے۔ البتہ انگریزوں کے ہاں اب تک اسلامی طریق پر خط و کتابت کا رواج موجود ہے۔

افضل ہے کہ خط لکھنے والا خط اللہ جل شانہ کے نام اور حمد سے شروع کرے بہتر ہے کہ ساتھ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی لکھے۔ جیسے نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ ویسے بسم اللہ ہی کافی ہے۔ مکتوب الیہ کے حسب حال مناسب القاب اور السلام علیکم لکھ کر اپنا حال تحریر کرے۔ خط کی عبارت مضمون صاف اور خوشخط لکھا ہوا ہو۔ تاکہ پڑھنے والے کو آسانی ہو۔ جائے روانگی کا نام اور تاریخ ضرور درج ہو۔ اگر اس کی نقل رکھ سکے تو یادداشت کے لئے بہتر ہے۔ اگر اسے بذریعہ ڈاک بھیجنے کے لئے رجسٹر میں درج کیا ہو

تو اس کا نمبر بھی لکھ دے۔ تاکہ جواب دینے والے کو اس کا حوالہ دینے میں آسانی ہو۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ ہمراہ بھیجے تو بہتر ہے۔

ہر خط میں اپنا پورا پتہ لکھے۔ تاکہ مکتوب الیہ کو جواب بھیجنے وقت تکلیف نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات پتہ بھول بھی جاتا ہے۔ اگر اپنے خط میں کسی سابقہ خط کا حوالہ دینا مطلوب ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ سابقہ خط میں متعلقہ حصہ پر کوئی نشان امتیاز لگا کر اسے ہمراہ بھیجے تاکہ مکتوب الیہ کو سوچنے کی پریشانی نہ ہو۔ کہ پہلے میں کیا لکھا تھا۔ یا اس کا پورا حوالہ دے۔ جواب طلب خط میں اتنے سوال نہ بھر دے کہ جواب دینے والے کے لئے وہ بوجھ بن جائے۔ اگر سوال کثیر ہوں تو انہیں مختصر صورت میں متعدد بار روانہ کر دے۔ مکتوب الیہ سے دوسروں کو سلام و پیام پہنچانے کی فرمائش نہ کرے۔ خصوصاً اپنے بزرگوں سے اور نہ ہی کوئی ایسی فرمائش کرے۔ جس سے دوسرے پر بار پڑے۔

مکتوب الیہ کا پتہ بھی صاف اور خوشخط لکھے۔ تاکہ ڈاک تقسیم کرنے والے کو تکلیف نہ ہو۔ کسی کو حتی الوسع بیرنگ خط نہ ڈالے۔ اور نہ بیرنگ خط منگائے اس سے بڑی الجھن ہوتی ہے اور نہ ہی واپسی رسید والی رجسٹری بھیجے کہ بسا اوقات لینے والا اسے محسوس کرتا ہے۔

جس خط کے آپ مکتوب الیہ نہیں۔ اسے نہ پڑھیں۔ اور اگر کوئی کسی کو خط لکھ رہا ہو۔ اور آپ پاس بیٹھے ہوں۔ تب بھی اس کا دیکھنا خلاف ادب ہے۔

خط لکھ کر اسے خشک کرنے کے لئے اس پر بلاٹنگ کی بجائے مٹی ڈالے کہ یہ سنت ہے۔

آدابِ مصوری

دورِ حاضرہ میں مصوری یا فوٹوگرافی نے ایک اہم مقام حاصل کرلیا ہے یہاں تک کہ جو کام اس کے بغیر چلائے جاتے تھے اور چلائے جاسکتے ہیں۔ ان کیلئے بھی اس سے کام لیا جارہا ہے۔ حالانکہ تصویر کشی کے بارہ میں جمہور امت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ

"جاندار کی تصویر بنانا حرام۔ شدید الحرمت اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ خواہ وہ کپڑے فرش۔ دینار۔ درہم اور ریبیوں پر ہو یا برتنوں اور دیواروں میں۔ خواہ مجسم مورت ہو۔ جس کا سایہ پڑتا ہو۔ یا محض نقش اور رنگ کی صورت میں ہو۔ کیونکہ اس میں مشابہت خلق اللہ ہے یعنے حق تعالےٰ کی صفت خلق کی نقل اتارنا ہے۔ اور جن چیزوں پر تصویریں بنی ہوں۔ ان کا استعمال بھی حرام ہے۔ البتہ غیر ذی روح جیسے دریا پہاڑ۔ درخت۔ موٹر وغیرہ کی تصویریں لینا حرام نہیں۔"

اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو۔ اسمیں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے۔ تصاویر بنانے والے کو قیامت میں سخت عذاب دیا جائیگا۔ اور تصویر بنانے والے پر آپؐ نے لعنت فرمائی۔ واضح رہے کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کا اثر سات پشت تک قائم رہتا ہے اور جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرمادیں اس کا اثر تین پشت تک رہتا ہے۔

اسلئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان دنیا کی نمائش پر آخرت کی نجات کو ترجیح دے

اس ملعون فعل سے بچے کسی ذی روح کی تصویر نہ کھینچے نہ بنائے۔ اگر قانوناً کسی شخص کی تصویر لینی ضروری ہو۔ تو اس مجبوری پر بہتر ہے کہ انکار کرے۔ اگر اس کی ہمت نہ ہو تو استغفار کرے۔

تصویر دار چیز کو استعمال نہ کرے۔ اگر قانوناً کوئی ایسی چیز مروج ہے جیسے تصویر دار ٹکٹ یا سکہ وغیرہ اختیاری پر محمول کرے۔ مگر ایسی صورت کو بھی دل سے پسند نہ کرے۔ بلکہ اس سے نفرت کرے۔ اپنی رہائش گاہ یا کسی مقام پر تصاویر نہ لٹکائے۔ نہ تصاویر بنوائے۔ جس کمرہ میں تصویر لگی ہو وہاں داخل نہ ہو۔ نماز پڑھے۔ اگر ضرورتاً کوئی ایسی چیز خریدی ہے جس پر تصویر بنی ہے۔ تو فوراً اس کا سر کاٹ دے۔

البتہ جو تصاویر پامال۔ ممتہن فرش یا زمین وغیرہ میں ہوں۔ یا اس قدر چھوٹی ہوں کہ ایک متوسط البصر آدمی کھڑے ہو کر زمین پر رکھی ہوئی تصویر کے تمام اعضاء کی پوری تفصیل و تشریح نہ دیکھ سکے جیسے بلّی۔ انگشتری یا روپیہ پیسہ پر تصویر ہوتی ہے تو اس کا استعمال برا نہ جانتے مگر تقوی کے خلاف سمجھے۔

جس طرح تصویر کا بنانا۔ رکھنا۔ یا استعمال کرنا گناہ ہے۔ اسی طرح تصاویر کا دیکھنا بھی گناہ ہے۔ اسے قصداً ہرگز نہ دیکھے۔ جیسے بائیسکوپ یا سینما پر اہتماماً جانا۔ اور اگر بلا ارادہ کسی اخبار یا کتاب وغیرہ پڑھتے وقت یا کسی گزرگاہ یا مکان میں داخل ہوتے وقت تصویر پر نظر پڑ جائے تو گناہ نہیں۔ مگر اسے قصداً اور شوقیہ نہ دیکھے۔ نہ تصویر دار مال کی تجارت کرے۔ جہاں تصویر لگی ہو ہمت ہو تو اسے خود ہٹا دے۔ یا خراب کر دے۔ یا جس نے اسے لگا رکھا ہے اسے اتار

دینے کی ترغیب دے۔ اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو چپ رہے مگر اس فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔

آدابِ خضاب

جن کی نظر صرف دنیا کی دلفریبیوں تک محدود رہتی ہے۔ وہ صرف اپنے ظاہر کو حسین بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور جن کی نظر اس کی محدود حدود عبور کرکے دارالآخرت کا نظارہ کرتی رہتی ہے۔ وہ اس عالم پس پردہ کی خاطر اپنے باطن کو سنوارنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور حسن صورت کی بجائے حسن سیرت کا اہتمام کرتے ہیں۔ خضاب بھی ان چیزوں میں سے ہے۔ جن کے ذریعہ ظاہری حسن کے بقا کی سعی ناتمام کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کی اجازت اس غرض کے لئے نہ دی گئی تھی۔ بلکہ بقول سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کو اسلئے جائز رکھا گیا کہ "یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے۔ اس لئے تم انکی مخالفت کیا کرو" یعنی خضاب لگایا کرو۔ ویسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے فرمان میں اس کے "عدم اہتمام" کی یوں ترغیب دی کہ سفید بالوں کو نہ چنو۔ کیونکہ بڑھاپا مسلمان کا نور ہے اور حق تعالےٰ سفید بال والے مسلمان کے ساتھ قیامت کے اندر اچھا معاملہ فرماویں گے۔

اسلئے بڑھاپے کو چھپانے۔ جوان نظر آنے یا دلکشی کا سوانگ رچانے کے لئے خضاب نہ لگائیے۔ کہ یہ دھوکا اور فریب ہے۔ بلکہ صرف عدم تشبہ کی نیت سے لگائیے۔ کہ یہ باعث ثواب ہے اور اس کے لئے صرف وسمہ

یا مہندی استعمال کرے۔ ایسی چیز استعمال نہ کرے۔ جوان کو بالکل سیاہ کر دے۔

آجکل قویٰ کی کمزوری کی وجہ سے چونکہ قبل از وقت بال سفید ہو جاتے شروع ہو جاتے ہیں اور بعض والدین اپنے جوان عمر لڑکوں کو بوڑھا نہیں دیکھنا چاہتے اور وہ صرف اپنے دل کو راضی کرنے کے لئے اپنے لڑکوں کو خضاب کرنے کا حکم کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی خوشی اور دلجوئی کے لئے بلاشک خضاب کرے۔ مگر اطاعتِ والدین کے ساتھ عدم تشبہ کی نیت بھی رکھے۔

میدان جہاد میں دشمن پر رعب ڈالنے کے لئے خضاب کر لینا جائز ہے تاکہ ہر بوڑھا جوان نظر آئے۔ چنانچہ تسخیر سپین کے دوران میں مجاہدِ اسلام موسیٰ ابن نصیر نے مریدہ کا پر فضا اور خوشنما شہر صرف خضاب کی مدد سے حاصل کیا تھا۔

ویسے اگر بالوں کو سفید رہنے دے تو افضل ہے۔ کیونکہ ان کی نورانیت کی بہار جوانی کے سیاہ بالوں سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آتی ہے۔

آدابِ حفاظتِ زر و مال

زر و مال مسلمان کا ہتھیار اور اطمینانِ قلب کا سامان ہے۔ حقوق اللہ و حقوق العباد مثلاً زکوٰۃ خیرات۔ حج۔ جہاد۔ تعلیم۔ خوراک۔ لباس وغیرہ میں معین و معاون ہے۔ فی ذاتہٖ اس کا حاصل کرنا اور جمع کرنا برا نہیں۔ مگر اس کا صحیح استعمال انسان کو مقبول اور اس کا غلط استعمال انسان کو مردود بنا دیتا ہے۔ بالعموم ہر شخص اس کی عارضی حفاظت کا اہتمام کرتا ہے۔ تاکہ کوئی چور یا ڈاکو اُس کو اس سے مفاد اٹھانے سے محروم نہ کر دے۔ مگر وہ اسے ہمیشہ کے لئے محفوظ کرنے کی طرف اکثر دھیان نہیں

تاکہ یہ خرچ ہو جانے کے بعد بھی ضائع نہ ہو۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا رہے

اس لئے ضروری ہے کہ حق تعالےٰ نے جن کو زر و مال دیا ہے۔ وہ مال کو حرص یا بخل کے تحت جمع نہ رکھیں۔ اسے تجارت اور صنعت میں لگائیں اس سے غریبوں قرابت داروں۔ ہمسایوں۔ محتاجوں مسافروں یتیموں قیدیوں کی فی سبیل اللہ امداد کریں۔ حج۔ زکواۃ۔ جہاد پر خرچ کریں۔ رفاہِ عامہ کے کام چلائیں تاکہ اس کا دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی فائدہ پہنچے۔

اپنے زر و مال کو حرام خوری۔ ریاکاری۔ حرام کاری میں صرف نہ کرے جیسے شراب پینا جوا کھیلنا۔ زنا کرنا۔ لہو و لعب کے کاموں میں لگانا۔ غیر شرعی رسوم اور غیر ضروری امور پر خرچ کرنا۔ جو فضول خرچی کی تعریف میں آتے ہوں کہ ایسا کرنا نہ صرف زر و مال کو ضائع کرنا ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ خود ہی ضائع ہونا اور خسارہ اُٹھانا ہے۔ جو اپنی دولت کو اچھے کاموں پر خرچ کرنے کی بجائے برے کاموں پر صرف کرتے ہیں۔ انہیں اس کی برائی کے نتائج بھی کچھ اسی دنیا میں اور کچھ اگلی دنیا میں بھگتنے پڑتے ہیں۔

مال کی بہترین حفاظت یہ ہے کہ اس کے حقوق ادا کرے۔ اور صحیح مصرف پر لگائے۔ ورنہ اسے غیر محفوظ اور ضائع سمجھے۔

آدابِ حفاظتِ انسانِ گمشدہ

بسا اوقات انسان راستہ بھول جاتا ہے۔ اربابِ غرض اسے اپنا شکار سمجھ کر اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لئے ورغلا پھسلا کر اپنے قبضہ

ہیں کر کے چھپا لیتے ہیں۔ صاحب مال کا مال لوٹ کر بھگا دیتے ہیں۔ یا اسے جان سے مار دیتے ہیں۔ اگر وہ لڑکا یا لڑکی ہوئی۔ تو اسے شہوت رانی کا شکار بنا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ یا کسی کے پاس فروخت کر دیتے ہیں اس لئے جہاں کسی کو کسی ایسے ستم رسیدہ کی خبر لگے۔ وہ فوراً قریبی پولیس افسر کو مطلع کرے یا اس کے ورثان کا پتہ نکال کر انہیں خبر کرنے کی کوشش کرے۔

اگر ارباب غرض کے علاوہ کسی دوسرے کو کوئی بھولا بھٹکا انسان مل جائے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ اسے ٹھیک راستہ بتا دے۔ بہتر ہے کہ اس جگہ تک اسے خود چھوڑ آئے۔ اس کی عزت و مال کی حفاظت کرے کسی کو اس سے تعرض نہ کرنے دے۔ اگر وہ وقت اس کی روانگی کے لئے مناسب نہ ہو۔ شام رات ہوگئی ہو۔ یا طوفانِ باد و باراں شروع ہو۔ یا راستہ میں کوئی خطرہ درپیش ہو۔ تو اسے اپنے ہاں ٹھیرائے اور اس سے اپنے گھر کے فرد کی طرح اچھا سلوک کرے۔ اس کی عزت و مال پر نظر نہ رکھے اور پھر مناسب و موزوں وقت پر بہ حفاظت اسے راہ پر لگا دے۔

اگر کوئی معصوم یا نابالغ بچہ آوارہ یا بھولا بھٹکا نظر آ جائے۔ تو اسے اس حالت میں آگے نہ جانے دے۔ بلکہ فوراً اپنی حفاظت میں لے لے۔ قریبی تھانہ پر پہنچا دے۔ اگر وہاں اس کے رکھنے کا انتظام نہ ہو۔ تو اس کی یافت کی رپٹ درج کرا کر اسے اپنے پاس بمثل اپنی اولاد کے رکھے۔ اور خود اس کے وارثان کی تلاش کرے۔ جب وہ مل جاویں یا آ جاویں تو ان کے سپرد کر دے۔ ان سے کوئی معاوضہ طلب نہ کرے۔

اگر کسی اندیشہ یا مجبوری کی وجہ سے ایسے گم کردہ راہ بچے کو اپنی حفاظت میں نہیں لے سکتا۔ تو کسی دوسرے درد دل رکھنے والے نیک سیرت انسان کو اس کی خبر کر دے یا اس کی حفاظت میں دے دے۔ تاکہ وہ بچہ کسی مزید پریشانی یا تکلیف کا شکار نہ ہو۔

آداب تصرفِ مال گمشدہ

نسیان اور غفلت انسانی خصوصیات ہیں۔ جن کے باعث بسا اوقات انسان کسی جگہ کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے۔ بعض دفعہ اس کی غفلت و بے پرواہی سے کوئی چیز گر جاتی ہے یا گم ہو جاتی ہے۔

اسلئے پڑی ہوئی چیز پانے والے پر واجب ہے کہ وہ اسے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اس کی حفاظت اپنے مال کی طرح کرے۔ اسے اپنے پاس امانت سمجھے۔ اس پر ایسی علامات بنا دے۔ تاکہ وہ اسی نوع کی اس کی اپنی چیزوں میں نہ مل جائے۔ بلکہ ان سے ممتاز نظر آئے۔ اسے مال غنیمت سمجھ کر بٹنے یا خرچ کرنے کے لیئے نہ چھوڑے۔ اپنے ذاتی تصرف میں نہ لائے۔ وہ چیز خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ اس کی حفاظت یکساں طور پر کرے۔

اس کے مالک کی بذریعہ رپٹ پولیس۔ منادی یا اشتہاری اخبار یا کسی دوسرے مناسب ذرائع سے تلاش کرے۔ لوگوں میں مناسب طریق پر اس کا اعلان کرے اور یہ کوشش اس وقت تک جاری رکھے جب تک کہ اس چیز کا مالک نہ مل جائے ویسے ایک سال تک کوشش ضرور کرے۔ مگر یہ صورت ایسی چیزوں کیلئے ہے

جن کی قیمت بہت کم نہ ہو۔

اگر پڑی ہوئی چیز ایسی ہو کہ اس کے جلد استعمال میں نہ لانے سے جلد خرا[ب] پیدا ہونے کا امکان ہو۔ جیسے کھانے پینے کی چیزیں۔ تو جو شخص پائے اور حاج[ت مند] ہو۔ اس سے نفع اُٹھائے۔ اور جب مالک کا پتہ لگ جائے۔ تو معاوضہ اد[ا] کردے اگر حاجتمند نہ ہو تو صدقہ کرے۔

اگر پالتو جانور ملے۔ اور اس کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہلاک ہونے [کا] اندیشہ ہو۔ تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ جب اس کا مالک مل جائے تو افضل [ہے] اسے وہی واپس کردے۔ ورنہ اس کی قیمت دیدے۔ کھانے سے پہلے اس[کا] مالک آجائے تو اسے واپس کردے۔

اگر کوئی دوسری قیمتی چیز ہو۔ اور اس کا مالک تلاش بسیار کے باوجود دستیا[ب] نہ ہو تو اس مال کو روبرو گواہان فروخت کرکے اس کی رقم صاحب مال کی طرف سے خیرات کردے۔ اگر وہ قابل فروخت نہ ہو۔ یا نہ سمجھے۔ تو اس حالت میں اسے کسی حاجتمند کو صاحب مال کی طرف سے بطور خیرات دیدے۔ بشرطیکہ خود حاجتمند نہ ہو۔ ورنہ خود بھی استعمال میں لاسکتا ہے۔

جب گمشدہ چیز کا مالک آجائے۔ تو اس سے مال کی نشانیاں وغیرہ دریافت کرکے اس بات کی تحقیق کرے کہ فی الواقع یہ مال اسی کا ہے۔ جب اسے اس بات کا یقین ہو جائے۔ تو باخذ رسید اس کے حوالے کردے اس سے کوئی معاوضہ طلب نہ کرے۔ اگر وہ از راہ خوشی کچھ انعام دیدے۔ تو اسے نعمتِ الٰہی سمجھ کر قبول کرلے۔ ورنہ کرے۔

آدابِ ظن

حق تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ بدظنی سے بچو۔ کیونکہ بسا اوقات بدظنی گناہ کا درجہ
[illegible]بنتی ہے۔ اسلئے دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھے۔ کسی کو بری نظر سے نہ دیکھے
[illegible]س کے متعلق سوءِ ظن نہ رکھے۔ نہ اسے بُرا جانے۔ اگر بدظنی کا امکان پیدا ہو
[illegible]اسے نیک تاویل میں بدلنے کی کوشش کرے اور ہمیشہ اچھا گمان کرے۔
محض بدگمانی کی بنا پر کسی کے متعلق یا خلاف کوئی فیصلہ نہ کرے تاوقتیکہ
[illegible]رائن قطعیہ سے اس کی تائید نہ ہو جائے۔ ورنہ بعد میں پچھتانا پڑیگا۔

آدابِ رازداری

راز اسی وقت تک راز رہتا ہے۔ جب تک وہ صیغہِ راز میں رہے جب
[illegible]ہی اس سے کسی کو آگاہ کر دیا جائے۔ وہ راز نہیں رہتا۔ خواہ اسرارِ الٰہی ہوں
[illegible]ا رازِ انسانی۔ ان کا افشا کرنا ایک خیانت ہے۔ جس کا نتیجہ اکثر ندامت اور
[illegible]شیمانی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔
اسلئے جہاں تک ہو سکے ہر شخص اپنے دل کے بھیدوں سے کسی کو آگاہ نہ
[illegible]کرے۔ خواہ وہ مخلص ہمدرد اور وفا شعار دوست ہی کیوں نہ ہو۔ کیا خبر کہ دوستی
[illegible]سی وقت دشمنی یا لاتعلقی میں بدل جائے۔ اور یہ رازہائے دردن پردہ اسکے
[illegible]خلاف استعمال کئے جائیں۔
البتہ ایسا راز جس کا انکشاف ملکی حفاظت۔ ملی مفاد یا شخصی اصلاح کیلئے

شرعاً ضروری ہو۔ اس کی اطلاع متعلقین تک پہنچاتے میں کوئی برائی نہیں مگر اس کا غلط بیانی یا جذبہ انتقام سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اس طرح پہنچائی جائے کہ جس کے خلاف ہو اسے پتہ نہ لگ سکے۔ تاکہ آئندہ کے لئے دشمنی یا انتقام کی صورت پیدا نہ ہو۔ کسی غیر کی موجودگی میں بھی ایسی بات نہ کرے تاکہ کوئی چغلی نہ کھائے۔

اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو۔ اور وہ اس جگہ موجود ہو۔ تو آنکھ یا ہاتھ سے ادھر کنایہ یا اشارہ نہ کرے۔ تاکہ اسے شبہ ہو جب تخلیہ ملے۔ اس وقت وہ بات کہہ دے۔ لاف زنی کے لئے یا کسی کا قرب حاصل کرنے کے لئے ازدواجی رازوں کو طشت از بام نہ کرے۔ ملازم یا نوکر ہونے کی صورت میں اپنی حکومت یا حاکم اور آقا کے رازوں کی پوری طرح حفاظت کرے۔ کسی میں عیب دیکھے تو اسے گاتا نہ پھرے۔ بلکہ صیغۂ راز میں رکھے۔

دوسروں کے راز معلوم کرنے کے لئے کسی کے گھر میں جھانکنے یا کسی کی باتوں کی طرف کان لگانے سے باز رہے۔ جبکہ وہ لوگ اسے ناگوار سمجھیں کہ یہ گناہ کی بات ہے۔

آدابِ سرگوشی

حق تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جب تم سرگوشی کرو۔ تو گناہ ظلم اور رسولِ مقبولؐ کی نافرمانی کے لئے نہ کرو۔ بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کے لئے کرو۔ کیونکہ (بدنیتی سے) سرگوشی کرنا شیطان کا کام ہے۔

اسلئے ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف اصلاح اور دفاع کیلئے سرگوشی کرے۔ مگر کر و فریب اور ظلم و تشدد کے لئے سرگوشی نہ کرے کہ اس سے انسان اللہ کی رحمت سے دور اور اسکے عذاب کے قریب ہو جاتا ہے۔

اگر کسی جگہ تین آدمی بیٹھے ہوں۔ تو تیسرے سے الگ ہو کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح تیسرے کو بدگمانی۔ رنج اور ملال ہوگا۔ اگر قرائن سے یقین ہو کہ تیسرا آدمی ایسی سرگوشی کو برا نہ منائے گا۔ تو اس سے اجازت لیکر الگ بات کرے۔ ورنہ نہیں۔ تاکہ تعلقات میں لمحہ بھر کے لئے بھی منافرت پیدا نہ ہو۔

اگر دو آدمی باہم رازدارانہ طریق سے کوئی بات کر رہے ہوں۔ تو تیسرا آدمی ان کے پاس نہ جائے۔ نہ ان کے قریب ہونے کی کوشش کرے۔ اگر یہ اجازت طلب کرے یا وہ خود بلالیں۔ تو پھر مضائقہ نہیں۔

آدابِ صفائی

ہر مقام کی صفائی کے لئے روزانہ جھاڑو دینے کی ضرورت پیدا ہوتی ہے جھاڑو دیتے وقت جو گرد و غبار اٹھتا ہے۔ وہ سانس کے ساتھ اندر جاکر پھیپھڑوں پر جم جاتا ہے۔ جس سے اکثر تپ دق ہوتا ہے۔

اسلئے گھروں میں جھاڑو دیتے وقت اہل خانہ کو ایسی جگہ ہٹ جانا چاہیئے جہاں گرد و غبار اثر انداز نہ ہو سکے۔ مسجدوں۔ خانقاہوں اور دفتروں میں ایسے وقت جھاڑو دیا جائے۔ جبکہ وہاں کوئی آدمی موجود نہ ہو۔ بازاروں آمد و رفت

شروع ہونے سے پہلے جھاڑو دینا چاہیئے۔ تاکہ راہگیروں کو تکلیف نہ ہو اور سامان خورد ونوش اور سجاوٹ خراب نہ ہو۔

جھاڑو آہستہ دیا جائے۔ اور اس جگہ سے گزرنے والے کو گرد وغبار سے بچنے کے لئے ناک و منہ کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ لینا چاہیئے تاکہ گرد وغبار کے ذرات اندر نہ جا سکیں۔

آداب بادکش (پنکھا)

بڑے بڑے شہروں میں عام طور پر برقی پنکھوں کا رواج ہے مگر وہاں متوسط طبقہ میں اور ایسے شہروں میں جہاں بجلی ابھی تک نہیں پہنچی پنکھا کرنے کا م رواج ہے۔

اگر کوئی شخص دوسرے کو دستی پنکھا کر رہا ہو۔ تو اس طرح کرے۔ کہ وہ اس کے منہ پر نہ لگے۔ اگر فرشی پنکھا کھینچ رہا ہو۔ اور کوئی اُٹھنے لگے تو پنکھا کو اپنی طرف کھینچ کر نہ رکھے۔ کہ وہ شخص اُٹھ کر چلا جاوے۔ ممکن ہے وہ رسی اسکے ہاتھ سے چھوٹ جاوے یا ٹوٹ جاوے اور وہ پنکھا اُٹھنے والے کے منہ پر آلگے۔ بلکہ پنکھا کی رسی بالکل ڈھیلی چھوڑ دے۔ تاکہ پنکھا اپنے مستقر پر آکر کھڑا ہو جائے اور اُٹھنے والا خود سنبھل کر اُٹھ سکے۔

جو خدمتگار دوپہر کو پنکھا کھینچنے پر مامور ہوں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اس سے پہلے کچھ دیر سو لیا کریں۔ تاکہ دوپہر کے وقت وہ خود اُونگھنے نہ لگیں اور اس طرح سونے والے کو بے آرام نہ کریں۔

آدابِ ظروف

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ برتنوں کو ہمیشہ پاک و صاف کر کے استعمال میں لائے۔ اور انہیں ایک جگہ قرینہ سے رکھے۔ تاکہ فوری ضرورت کے وقت ان کے اُٹھانے میں پریشانی نہ ہو۔ جو برتن جس جگہ سے اٹھائے اسے بعد استعمال اسی جگہ رکھے۔ تاکہ دوسروں کو تلاش کرنے کی تکلیف نہ ہو۔ دوسرے کا برتن بلا اجازت نہ اٹھالے جائے۔

رات کو جب سونے لگے تو برتنوں کو ڈھانک کر رکھے۔ اور جو برتن استعمال میں آنے کی وجہ سے دوبارہ قابل استعمال نہ رہے ہوں۔ انہیں اوندھا کر کے رکھے۔ جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں بچی ہوئی ہوں۔ ان کو اس طرح ڈھانپے کہ بلّی وغیرہ آسانی سے ڈھکنا اتار کر نہ کھا جائے۔ اگر گرمی کا موسم ہو۔ تو انہیں کسی اونچی جگہ پر جالی دار چیز سے ڈھانپ دے یا کسی جالی دار الماری وغیرہ میں محفوظ کرلے۔ تاکہ انہیں تازہ ہوا لگتی رہے اور وہ خراب نہ ہوں۔

آدابِ فازہ (جمائی)

جمائی علامت کسل ہے۔ اس لئے کار کا روکنا ضروری ہے۔ جس وقت کسی شخص کو جمائی آنے لگے۔ تو وہ فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے۔ یا اسے ڈھانپ لے۔ اسے کھلا نہ رہنے دے۔ تاکہ شیطان اندر نہ گھس سکے اور جمائی کو روکنے کیلئے لاحول پڑھے

آداب عطس (چھینک)

چھینک انسان کی راحت کا باعث ہوتی ہے۔ اسلئے جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہے۔ اس کے سننے والا جواب میں یرحمک اللہ کہے اور اس کے جواب میں چھینکنے والا یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔ اگر کثرت سے چھینک آنے لگے۔ تو پھر تین بار سے زائد یرحمک اللہ کہنا ضروری نہیں۔

جب چھینک آئے تو منہ پر رومال یا ہاتھ رکھ لے۔ تاکہ ناک یا حلق سے جو رطوبت خارج ہو۔ وہ دوسرے پر نہ پڑے۔ زور سے نہ چھینکے۔ بلکہ چھینکتے وقت آواز کو پست کرے۔ اگر وہاں پاس ہی کوئی سو رہا ہو تو بہتر ہے کہ باہر جاکر چھینکے۔ تاکہ اس کے آرام میں خلل واقعہ نہ ہو۔

آداب بزاق (تھوک)

جب کبھی کسی شخص کو تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو۔ تو قبلہ رخ نہ تھوکے۔ مسجد میں نہ تھوکے۔ بر سر اجلاس عدالت میں نہ تھوکے۔ کسی شخص کی موجودگی میں اسکے عین سامنے نہ تھوکے۔ اگر کسی مجلس میں بیٹھا ہو۔ تو وہیں بیٹھے بیٹھے نہ تھوکے تھوکدان پڑا ہو۔ تو اس میں آہستہ سے تھوک دے۔ ورنہ وہاں سے اٹھ جائے۔ اور دور جاکر تھوکے۔

راہ چلتے ہوئے ایک طرف ہو کر تھوکے۔ تاکہ کسی پر تھوک نہ پڑے۔ صاف شفاف فرش یا دیوار پر نہ تھوکے۔ جن مقامات پر پیکدان یا تھوکدان کا اہتمام رکھے

رکھے ہوں۔ وہاں بالالتزام ان میں تھوکے۔ مریض کے تھوک کو ڈھانپنے کا
انتظام رکھے۔ تاکہ اس کے ذریعہ جراثیم نہ پھیلیں اور اس پر مکھیاں نہ بیٹھیں
ورق گردانی کے لئے تھوک استعمال نہ کرے۔ کہ کاغذ پر دھبے یا داغ پڑ
جاتے ہیں۔ جن لفافوں کو گوندلگی ہوتی ہے۔ ان کو بھی زبان سے تھوک لگا کر
بند نہ کرے۔ اور نہ ہی اس طرح گوندلگی ہوئی ٹکٹوں کو تھوک سے چسپاں
کرے۔ کیونکہ اس کے پاک ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

باب المعاملات

آدابِ وعدہ

وعدہ خلافی نصف بے ایمانی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی الحمسا فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بعثت کے زمانہ سے پہلے ایک چیز خریدی تھی۔ اور بیع کی کچھ قیمت میرے ذمہ باقی رہ گئی تھی میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ باقی قیمت اسی جگہ لے آؤں گا مگر میں بھول گیا اور تین روز کے بعد آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اسی جگہ تشریف رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تم نے مجھے سخت تکلیف دی میں تین روز سے اسی جگہ انتظار کر رہا ہوں۔ مگر آجکل وعدہ ایفائی کی طرف قطعاً دھیان ہی نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے ہمارے معاشرتی نظام سے یقین اور اعتماد مفقود ہو رہا ہے کسی سے وعدہ کر کے اسے پورا نہ کرنا ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہ سخت خسارے کا سودا ہے۔ اس سے انسان عندالناس۔ بے ایمان منافق۔ وعدہ خلاف مشہور ہو جاتا ہے۔ اللہ اور اس کے بندوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ جس سے وعدہ خلافی کرتا ہے اس کی تکلیف کا وبال اس پر پڑتا ہے اور بعض اوقات وہ وعدہ ایفائی نہ کرنے کے جواز میں جھوٹ فریب سے کام لے کر ایک مزید گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

اس لئے ہر شخص پر لازم ہے کہ وعدہ کرنے سے قبل اچھی طرح سوچ لے کہ وہ اسے کتنے عرصہ میں پورا کر سکے گا۔ اس کے بعد وعدہ کرے وعدہ کرتے وقت برکت کے لئے انشاءاللہ کہے کہ یہ سنت ہے۔ کام لینے والے کو بار بار آنے اور کبیدہ خاطر نہ ہونا پڑے۔ جب وعدہ کر بیٹھے تو اسے ہر قیمت پر پورا کرے۔ اور اگر اس کے پورا کرنے میں کوئی غیر اختیاری رکاوٹ پیدا ہو جائے تو بہتر ہے کہ جس سے وعدہ کیا تھا۔ اسے اس مجبوری سے قبل از وقت آگاہ کر دے۔ تاکہ اسے عین وقت پر پریشان نہ ہونا پڑے۔ اور اگر وہ چاہے تو اپنا کوئی دوسرا انتظام کر لے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو حیلے۔ بہانے یا جھوٹ۔ فریب سے کام نہ لے۔ بلکہ جو اصلیت ہو وہ ظاہر کر کے اس سے معذرت طلب کرے اور اس تکلیف کے ازالہ کے لئے اس کا کسی نہ کسی طرح دل خوش کر دے۔ تاکہ یہ معاملہ یہیں صاف ہو جائے۔ اور آخرت میں اس کا حساب نہ دینا پڑے۔

آدابِ وقت

حق تعالےٰ کی طرف سے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اور اس نے اپنے کلام پاک میں وقت اور وعدہ کی پابندی کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ اہل مغرب وقت کے جس قدر پابند ہیں۔ اہل مشرق اس معاملہ میں اسی قدر آزاد ہیں۔ ان کے نزدیک وقت کی کوئی قدر۔ اہمیت اور قیمت نہیں حالانکہ دنیا میں ہر چیز کا نعم البدل مل سکتا ہے۔ مگر وقت کا نہیں۔ جو لمحہ گزر جائے وہ کسی

قیمت پر واپس نہیں لایا جا سکتا۔ اس کی قیمت کا صحیح اندازہ اس وقت لگے گا جب عزرائیلؑ روح قبض کرنے کے لئے آئیگا۔ اور وہ ایک ثانیہ کی بھی مہلت نہ دیگا۔ خواہ اس کے قدموں پر کل کائنات کی دولت کا ڈھیر بھی لگا دیا جائے

اسلئے انسان پر وقت کی پابندی لازمی ہے۔ گاڑیوں کی آمدو رفت کے کے لئے اوقات مقرر ہیں جس طرح سفر کے لئے بروقت اسٹیشن پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح جس جس عبادت کا وقت مقرر ہے۔ اس کے لئے بروقت اہتمام کرے اور عین وقت پر ادا کرے۔ جیسے نماز۔ اس کو وقت مقررہ پر ادا کرنے کے لئے جس قدر اہتمام کرے گا۔ اس سے زائد ثواب و درجات حاصل کرے گا۔

جن تقریبات کے لئے کوئی وقت مقرر کرے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ ان میں شامل ہونے والوں کو تنبیہ کر دے کہ وقت کی پابندی لازمی ہوگی۔ اور خود عین وقت مقررہ پر کسی کا انتظار کئے بغیر وہ تقریب شروع کر دے اسی طرح کو کسی تقریب میں شمولیت کی دعوت ملے۔ وہ وہاں عین وقت پر پہنچنا اپنا فرض جانیں۔ تاکہ کسی کا وقت ضائع نہ ہو۔ اور نہ کسی کو انتظار کرنا پڑے۔

علاوہ ازیں خود کو اپنے روزمرہ کے معمولات میں بھی وقت کا پابند بنا اور جس کام کے لئے جو وقت مقرر ہو یا مقرر کرے۔ اسے ٹھیک اسی وقت سر انجام دے اور اس میں سستی یا غفلت ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ ضبط و نظم کے بغیر زندگی کا لطف حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

آدابِ معاہدہ

پابندیٔ عہد ہر انسان پر لازم ہے۔ اسلئے جب کسی سے کوئی شخص معاہدہ کرنے لگے۔ تو اس کے نتائج و عواقب پر پہلے خوب سوچ بچار کرے۔ اسکے بعد شرائط معاہدہ طے کرے۔ جب شرائطِ باہمی رضامندی سے طے ہو جائیں۔ تو اسے اسی وقت سے نافذ العمل سمجھے۔ خواہ وہ ابھی تک ضبطِ تحریر میں نہ آیا ہو یا اسکے نفاذ کی کوئی خاص تاریخ مقرر نہ کی گئی ہو۔ جیسا کہ صلحِ حدیبیہ کے وقت ہوا تھا۔

عہد کر لینے کے بعد اسے کسی قیمت پر نہ توڑے۔ خواہ اس سے اسے کوئی نقصان ہی کیوں نہ پہنچے۔ معاہدہ کو فریب۔ دغا۔ مکاری اور جعلسازی کا آلہ نہ بنائے۔ اس سے منحرف ہونے کے لئے حیلے اور بہانے نہ تراشے اگر کوئی معاہدہ سرے سے ہی کسی کمزور کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے بدنیتی اور دباؤ سے کرایا گیا ہو جس سے اس کے فطری حقوق غصب ہوتے ہوں۔ تو پھر اس سے گلو خلاصی کے لئے جائز وسائل اختیار کرے۔

معاہدہ کرنے والا جب تک اس کا پابند ہے۔ آپ بھی اس سے ویسا ہی برتاؤ کریں۔ اگر آثار و قرائن سے معاہدہ شکنی کا احتمال ہو۔ تو اس کا عہد واپس کر کے معاہدہ سے دست بردار ہو جائیں۔ پھر جو صورتِ حال ہو۔ اسکے مطابق عمل کریں۔ مگر اس کو بدعہدی کا مزہ چکھانے کیلئے پیش دستی نہ کریں جب وہ دستِ تعدی بڑھائے۔ تو پھر آپ بھی درگزر سے کام لینے کی بجائے اسکے دم خم توڑ ڈالیں اور اگر وہ غیر جانبدار اور خاموش رہے تو آپ بھی سکوت اختیار کریں۔

آداب جہیز

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں رحمت و برکت داخل ہوتی ہے۔ مگر آج کل لڑکیوں کو عام طور پر اسلئے اچھا نہیں سمجھا جاتا کہ انہیں جہیز دینا پڑتا ہے۔ جو بہت گراں گزرتا ہے کہ انسان لڑکی بھی دے۔ اور مال و دولت بھی سمیٹ کر ساتھ دے اور پھر خبر نہیں کہ وہ سسرال والوں کو راس بھی آئے یا نہ۔ وہ اسے آباد کریں گے یا برباد اگر کسی طرف سے عورت کے اصلی جہیز اور سامانِ زیب کی تیاری اور خواہش نہیں کی جاتی۔ بلکہ عارضی اور نمائشی چیزوں کی فراہمی اور فرمائش کی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے گھر کی خیر و برکت اٹھ جاتی ہے۔

اسلئے ضرورت ہے کہ ہر مسلمان اپنی لڑکی کو خانہ داری کی تربیت اور دین کی تعلیم دے۔ تاکہ اسے حق اللہ و حق العباد ادا کرنے۔ گھر کو سنبھالنے سسرال کو خوش رکھنے۔ اولاد کی پرورش کرنے اور رشتہ داروں و ہمسایوں سے حسنِ سلوک کا سلیقہ آجائے۔

اگر عند اللہ سرخروئی مطلوب ہے۔ تو لڑکی کو اسلام کا لباس دے عبادات کا زیور پہنائیے۔ دین کی پابندی سکھائیے۔ سنت کا عطر لگائیے۔ صبر و رضا اور توکل و تقویٰ کا سنگار کرائیے۔ حسنِ اخلاق سے مالا مال کرے۔ علم و عمل کا سرمایہ دے اور شرم و حیا کا پردہ کرائیے۔

اگر دنیا والوں کی خوشنودی درکار ہے۔ تو جس قدر ہمت و وسعت ہو جہیز

تیار کر کے دے۔ اپنی چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائے۔ قرض نہ اُٹھائے جائیداد نہ بیچے۔ کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ برادری سے نہ شرمائے۔ بس اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کرے۔ انگشت نمائی سے نہ ڈرے۔

سسرال والوں کو بھی زر و مال کا حریص نہ ہونا چاہیئے۔ کہ یہ کسی سے وفا نہیں کرتا۔ بلکہ عام طور پر فتنہ و عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ وہ خانہ آبادی کو سب سے بڑی نعمت سمجھیں۔ اور اس نعمت کا شکر بجالانے کے لئے اپنی بہو سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ تاکہ یہ نعمت نکبت کا باعث نہ ہو۔

آدابِ نکاح

نکاح کرنا سنت ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ نیت تازیست خانہ آبادی کی ہو۔ محض شہوت رانی کی نہ ہو کہ کسی کے حسن و جمال اور ناز و ادا پر فریفتہ ہو کر محض نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لئے وقتی طور پر نکاح کرے اور اس سے لذت اُٹھانے اور اسے خراب کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے۔

اگر حاجت و استطاعت ہو۔ تو نکاح کرے۔ اگر حاجت ہو اور استطاعت نہ ہو تو روزے رکھے۔ نکاح ایسی عورت سے کرے۔ جس سے شرعاً نکاح جائز ہو۔ رفیق زندگی کے انتخاب میں صرف مال و جمال اور حسب نسب پر نظر نہ رکھے بلکہ شرافت و دینداری کو معیار بنائے۔ جس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو۔ اگر ہو سکے تو اسے ایک نظر سے دیکھ لے۔ تاکہ نکاح کے بعد نفرت پیدا نہ ہو جائے اور اگر اس کا موقعہ نہ ملے اور نکاح ہو جائے تو اپنی قسمت پر

صابر و شاکر رہے۔ ناپسندیدگی کی بناء پر کوئی خرابی پیدا نہ کرے۔

نکاح اعلانیہ کرے۔ بہتر ہے کہ مسجد میں کرے مگر اس کے لئے تکلفات نہ کرے۔ کیونکہ نکاح دو لفظوں سے ہو جاتا ہے کہ گواہان نکاح کے روبرو ایک کہہ دے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا۔ اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا اور بس۔ اس سے زیادہ باقی سب تکلفات میں داخل ہے۔ البتہ ایجاب و قبول سے قبل خطبہ مسنونہ پڑھنا سنت ہے۔ بوقت نکاح کم سے کم خرچ کرے اور کم سے کم مہر باندھے۔ تو زیادہ سے زیادہ برکت ہوگی ورنہ حسب حیثیت فریقین مہر مقرر کرے۔ مگر جبر اور سختی سے کام نہ لے۔

اگر اتفاق سے کسی غیر منکوحہ اور کسی مرد میں باہم محبت یا عشق ہو جائے تو بہتر ہے کہ انکا ولی یا سرپرست ان کا آپس میں نکاح کردے یا اس معاملہ کو کسی ایسے طریق سے سلجھائے کہ دونوں بخوشی خود اس تعلق سے دستبردار ہو جائیں اور ان کے دلوں میں کوئی خلش باقی نہ رہے۔

اگر کسی جگہ کوئی شخص پیغام نکاح بھیج چکا ہے اور قرینہ سے کچھ ان کی رضامندی معلوم ہوتی ہو۔ تو جب تک اس کو جواب نہ مل جائے۔ یا وہ خود نہ چھوڑے۔ دوسرا شخص پیغام نکاح نہ بھیجے۔ اگر مسلمان انصاف اور مساوات قائم رکھ سکے۔ تو چار بیویاں کر سکتا ہے۔ اگر اس کی ہمت نہ ہو۔ تو ایک پر اکتفا کرے۔ اور افضل صورت بھی یہی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس سے یہ شرط نہ لگائے کہ وہ پہلی عورت کو طلاق دیدے۔ بلکہ اپنی قسمت پر شاکر رہے۔

اگر کوئی شخص کسی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنا چاہے تو ایام عدت میں نکاح نہ کرے۔ نہ پیغام نکاح بھیجے۔ نہ اس سے کوئی وعدہ لے۔ اگر اشارۃً اس پر غرض ظاہر کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

آداب مہر

مہر کسی عورت کے مرد کے حبالہ عقد میں آنے کا شرعی معاوضہ ہے بوقت نکاح اس کا ذکر کیا جائے یا نہ نکاح ہو جائیگا۔ لیکن مہر بھی ہر حال میں دینا پڑیگا۔ خواہ اس شرط سے بھی نکاح کیا جائے کہ ہم بے مہر کے نکاح کرتے ہیں۔

شرعاً مہر کی کم سے کم مقدار تخمیناً پونے تین روپے کی چاندی ہے اگر اس سے کم بھی مقرر کرے۔ تب بھی اسی قدر ادا کرے۔ اس سے زیادہ جس قدر چاہے مقرر کرے۔ اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ مگر بہتر یہی ہے کہ اپنی حیثیت اور وسعت سے زیادہ مقرر نہ کرے کہ وہ ادا نہ کر سکے۔

جس قدر مہر مقرر کرے۔ وہ خوشی سے ادا بھی کرے۔ عورت اگر خوشی سے سالم یا جزوی معاف کر دے تو اسے اختیار ہے۔ مگر خاوند ڈر، خوف یا دباؤ کے ذریعہ معاف کرانے کی کوشش نہ کرے۔ اور اگر عورت ناجائز دباؤ کے تحت معاف بھی کر دے۔ تب بھی وہ شرعاً معاف نہ ہوگا۔ اور اس کی ادائیگی خاوند کے ذمہ واجب رہے گی۔

نکاح ہو جانے کے بعد اگر خاوند چاہے تو بخوشی خود مہر بڑھا دے مگر عورت

اس کا مطالبہ نہ کرے کہ یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح عورت اگر چاہے تو کچھ مہر مقررہ سے بخوشی معاف کر دے۔ مگر خاوند اس کے لئے اصرار نہ کرے۔

جس عورت کا بوقت نکاح مہر مقرر نہ ہوا ہو۔ اور خاوند خلوتِ صحیحہ سے قبل اسے طلاق دیدے اور ابھی تک مہر کی تعداد مقرر نہ ہوئی ہو۔ تو خاوند پر لازم ہے کہ عورت کو اس تکلیف کے عوض کم از کم ایک جوڑا بطور معاوضہ ضرور دے۔ اگر خلاتِ صحیحہ کے بعد طلاق دے جبکہ مہر مقرر ہو۔ تو سالم ادا کرے۔ اور اگر اسے ہاتھ لگانے سے قبل جبکہ مہر مقرر ہو چکا ہو۔ طلاق دے دے تو اسے نصف مہر ادا کرنا پڑیگا۔ لیکن زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ یہ نصف معاف کر دے اور خاوند کو اختیار ہے کہ وہ نصف کی بجائے سالم مہر ادا کر دے کہ ایسا کرنا تقویٰ کے بہت قریب ہے۔

آدابِ طلاق

حلال چیزوں میں صرف طلاق ہی ایسی چیز ہے۔ جس کا استعمال حق تعالیٰ کو ناگوار گزرتا ہے اور طلاق دینے سے عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ طلاق دینے کا حق صرف مرد کو ہے۔ اس میں عورت کی منظوری یا نامنظوری کو کوئی دخل حاصل نہیں۔

اسلئے کوئی مسلمان بلا ضرورت طلاق نہ دے۔ اگر کسی طرح نباہ نہ ہو سکے۔ یا عوت بدچلن ہو اور اس کا انتظام نہ کر سکے۔ تو پھر اسے طلاق دے کر آزاد کر دے لیکن اگر اس سے محبت اس درجہ ہو۔ کہ بعد نکاح بھی اس سے جلا ہونے کا خیال ہو

توپھر اسے نہ چھوڑے البتہ اس کا انتقام و انسداد کرتا رہے۔

حالتِ حیض میں طلاق نہ دے۔ بلکہ جب عورت اس سے پاک ہو جائے اور اس نے ابھی اس سے صحبت نہ کی ہو۔ تو اس وقت طلاق دے تین طلاق بیک وقت دینے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ بوقت ضرورت ایک یا دو طلاق پر کفایت کرے۔ ممکن ہے رجوع کرنا پڑے۔ ورنہ پھر تیسری طلاق دے۔

بہتر ہے کہ طلاق گواہان کے روبرو دے اور اس کی نسبت تحریر بھی کر دے تاکہ بعد میں شرارت پیدا کرنے کے لئے اس سے انحراف یا انکار کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

آدابِ عدت

جب کسی کا خاوند مر جائے۔ یا طلاق دیدے۔ یا خلع یا ایلا وغیرہ کے ذریعہ نکاح فسخ ہو جائے تو عورت پر ایک مدت مقررہ تک گھر میں رہنا واجب ہوتا ہے اور تاوقتیکہ یہ مدت ختم نہ ہو۔ تب تک وہ کہیں دور نہیں جاسکتی اور نہ عقدِ ثانی کر سکتی ہے۔ اس کے بعد وہ آزاد ہوتی ہے۔ جو چاہے سو کرے۔

مطلقہ عورت تین حیض تک گھر سے دن یا رات کو باہر نہ نکلے۔ اور نہ کسی سے نکاح کرے۔ اگر کم سن ہے کہ اسے حیض نہیں آتا۔ یا بڑھیا ہے کہ حیض آنا بند ہو گیا ہے۔ تب وہ تین مہینے گھر بیٹھے۔ اور جس کا خاوند مر جائے تو وہ چار مہینہ دس دن تک گھر میں مقیم رہے اور اگر کسی نے خلوتِ صحیحہ سے

قبل طلاق دیدی ہو۔ تو اس کے لئے کوئی عدت نہیں۔ اسے احسن طریق سے رخصت کر دے۔

مطلقہ کو ایام عدت میں خاوند خرچ نان و نفقہ دیتا رہے اور اسے اپنے گھر سے نکالے اور اگر وہ صریح بے حیائی یعنی زنا کی مرتکب ہو۔ تو پھر اسے گھر میں نہ رہنے دے۔ اور گھر سے نکال دے۔ تاکہ دوسروں پر اس کا برا اثر نہ پڑے۔

خاوند کے مرنے کی عدت میں عورت کسی روٹی کپڑے کی مستحق نہیں رہتی اسے چاہئیے کہ وہ اپنی گرہ سے خرچ کرے۔ لیکن اگر اسے از راہ ہمدردی یا مروت مرنے والے کے ورثا اپنی طرف سے ایام عدت میں خرچ خوراک دیں۔ تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

آداب پردہ

اسلام نے ہر اس برائی کے انسداد کا اہتمام کیا ہے۔ جس کے ذریعہ کسی نہ کسی فتنہ کے پھیلنے کا امکان ہو۔ نظر بد بھی بدکاری و بے حیائی کی چابی ہے۔ جس سے زنا کا دروازہ کھلتا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے سب سے پہلے ایسی نظروں کی حفاظت کا سامان فرمایا ہے کہ انسان شدید ضرورت کے بغیر ادھر ادھر نہ دیکھے۔ نظریں نیچی رکھے۔ تاکہ دانستہ یا نادانستہ کسی پر کوئی غلط انداز نظر پڑ کر اس کے خرمن سکون کو نہ جلا دے۔ اور اگر ایک دفعہ کوئی ایسی نظر کسی عورت پر جا پڑے۔ تو دوسری نظر سے اسے ہرگز نہ دیکھے کہ مرتکب گناہ ہوگا۔ اسی طرح عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں

خواہ وہ انہیں دیکھ رہے ہوں یا نہ۔ بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو نابینا سے بھی پردہ کرنے کی تعلیم فرمائی ہے جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام نے اس فتنہ کو روکنے کا کتنا مہتم بالشان اہتمام فرمایا ہے جسے آج درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ عریانی و بے پردگی پر فخر کیا جاتا ہے۔

اس لئے مرد کو لازم ہے کہ اپنے ستر کا پردہ کرے یعنی زیر ناف سے گھٹنوں تک کے حصہ کو پردہ میں رکھے اور ایسا کوئی لباس نہ پہنے جس سے یہ حصہ نظر آئے۔ اسی طرح عورت پر لازم ہے کہ وہ بھی اپنے ستر کو چھپا کر رکھے یعنی ناف سے زانو کے نیچے تک کا حصہ دوسری عورت کو بھی نہ دکھائے اور غیر محرم سے اپنا سارا بدن چھپائے۔

عورت اپنے حسن و جمال کی نمائش کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے بلکہ اپنے آپ کو فتنہ پردازوں سے بچانے کے لئے گھر کی چار دیواری میں محفوظ رہے اگر باہر کے کسی آدمی سے با مجبوری کوئی بات کرنی پڑے تو اس وقت بھی احتیاط سے کام لے۔ اور نزاکت سے نہ بولے تاکہ اس کا نرم اور دلکش لب و لہجہ کسی بد باطن کو اس کی طرف متوجہ نہ کر دے۔ اسلئے ایسے وقت قدرے خشونت اور روکھا پن دکھائے۔ اگر گھر سے باہر کسی وجہ سے نکلنا پڑے تو بھی اپنے آپ کو اس طرح ڈھانپ کر نکلے کہ کسی کی نظر اس کی زینتِ طبعی یعنی جسم کے کسی حصہ پر نہ پڑ سکے۔ اور ایسے وقت کوئی ایسا زیور بھی پہن کر نہ چلے جسکی آواز ہوس کے بندوں کو اس کی طرف ملتفت کر سکے۔ اور چلتے وقت کوئی ناز و نخرہ نہ دکھائے کہ دوسروں کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑے۔

آدابِ وصیت

موت ہر شخص کے لئے یقینی ہے مگر اس کا وقت معین ہونے کے باوجود کسی کو اس کے وقت کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ اسلئے بعد از مرگ کے قابل تصفیہ امور از قسم لین دین۔ امانت۔ داد ستد وغیرہ کے لئے وصیت کر جانا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ورثاء میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔

جو شخص کوئی وصیت کر جائے۔ اس کے ورثاء پر اس کی پابندی لازم ہے۔ وہ طمع نفسانی میں آ کر اس سے انکار یا انحراف نہ کریں۔ اس میں کسی قسم کا ردوبدل نہ کریں جس سے کسی کو نقصان پہنچے اور اس بات سے ڈریں کہ گو وصیت کرنے والا موجود نہیں مگر ہماری نیتوں کو جاننے والا موجود ہے جس نے ایک دن اس بے ایمانی کی پرسش کرنی ہے۔

بسا اوقات بعض لوگ کسی خاص اثر کے ماتحت غیر مشروع وصیت کر جاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ حقداروں کو محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں یہ بات ثابت ہو جائے تو جس کے حق میں وصیت ہے۔ اسے لازم ہے کہ از خود دوسروں کے حقوق کا احترام کرے۔ اور ایسی غیر شرع وصیت کی پابندی پر اصرار کرنے سے باز رہے۔ اگر اس میں اس کی ہمت نہ ہو تو اصلیت معلوم ہو جانے والوں پر فرض ہے کہ وہ صلح دیپار سے اسے اس وصیت کو مشروع طریق پر بدلنے کے لئے آمادہ کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

وصیت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ تقسیم جائیداد کے متعلق

کوئی وصیت نہ کرے کہ حق تعالیٰ نے اس کی جائیداد کو تقسیم کر دینے کا خود ہی انتظام کر رکھا ہے۔ البتہ شرعاً وہ ایک تہائی جائیداد کی حد تک وصیت کر سکتا ہے جب بھی کوئی وصیت کرے تو ضروری ہے کہ اس وقت دو مسلمان گواہ ضرور موجود ہوں۔ اگر حالتِ سفر میں مسلمان گواہ دستیاب نہ ہو سکیں تو پھر غیر مسلموں کے سامنے وصیت کر دے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ اسے باقاعدہ طور پر تحریر کرائے۔ اور اس پر اپنے دستخط یا انگوٹھا وغیرہ ثبت کر کے گواہوں کی گواہیاں کرا دے۔ تاکہ بعد میں کسی قسم کے شک وشبہ کا احتمال پیدا نہ ہو۔

آدابِ میراث

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جو کوئی مال چھوڑ مرے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں میں نے ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا ہے"۔ تاکہ اس کی تقسیم کے وقت باہمی نزاع پیدا نہ ہو۔

جب کوئی مسلمان مر جائے۔ تو اس کے ترکہ کو تقسیم کرتے وقت بہتر ہے کہ اس کی برادری اور کنبہ کے لوگوں کو جمع کر لیا جائے۔ اور آئندہ نزاع سے بچنے کے لئے متوفی کا ترکہ سب کے روبرو شرع کے مطابق بانٹ دے اس وقت اگر کوئی ایسے رشتہ دار یا یتیم و محتاج موجود ہوں جن کا شرعاً اس ترکہ میں کوئی حصہ نہ ہو تو بہتر ہے کہ ان کو بھی حسنِ سلوک کے طور پر ترکہ میں سے کوئی چیز تقسیم کرنے والا دیدے۔ بشرطیکہ اس ترکہ کے سب وارث بالغ ہوں اور اس امر کی خوشی سے اجازت دیں۔ ورنہ ان کو کچھ کھلا پلا کر رخصت کر دے اور اگر مال

یتیموں کا ہے اور مرنے والا کوئی وصیت نہیں کر گیا۔ تو پھر ان جمع شدہ آدمیوں سے کسی معقول طریقہ سے عذر کر دے تاکہ ان کی دلشکنی نہ ہو۔

ترکہ تقسیم کرتے وقت سب سے پہلے متوفی کا دین یعنی قرض ادا کرے اور اگر کوئی وصیت مطابق شرع کر گیا ہو تو اس پر عمل کرنے کے بعد جو کچھ بچے۔ اسے تقسیم کرے۔ تقسیم کے وقت تقسیم کرنے والے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ہر ایک کے حصہ کی تفصیل لکھ لے اور اس کی میراث پانے والے سے باقاعدہ رسید حاصل کرے۔ تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔

جن کو میراث میں حصہ نہیں ملا۔ وہ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ اور نہ تقسیم الٰہی پر حرف گیری کریں۔ بلکہ حق تعالےٰ نے جس کا جس قدر حصہ مقرر کر دیا ہے اس پر اکتفا کریں۔ وہ تمہارے نفع یا نقصان کا زیادہ جاننے والا ہے اس کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور ہر حکمت بہتری پر نتیج ہوتی ہے۔

آدابِ مشورہ

باہم مشورہ کرنا خیر و برکت کا کام ہے۔ اسلئے جب بھی انسان کوئی کام شروع کرنا چاہے تو بہتر ہے کہ اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کر لے مگر مشورہ کرتے وقت کوئی بات چھپا کر نہ رکھے۔ بلکہ مشیروں کے سامنے تمام حالات کھول کر رکھ دے۔ تاکہ وہ غور و فکر کے بعد کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ ورنہ مشورہ بے سود ہو گا۔

مشورہ دینے والا مشورہ دیتے وقت کوئی ذاتی یا سیاسی غرض پیش نظر نہ

بلکہ ناطرفدار اور غیر جانبدار ہو کر معاملہ پر غور کرے اور دیانتاً جو مشورہ صحیح سمجھے وہی دے۔ خواہ اس سے اس کا اپنا یا اس کے کسی عزیز۔ رشتہ دار یا دوست کا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔

اگر کوئی نکاح کے بارے میں تم سے مشورہ کرے تو خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ اگر اس موقع کی کوئی خرابی تمہارے علم میں ہے۔ تو اسے ظاہر کر دو۔ کہ یہ غیبت حرام نہیں ہے۔ اسی طرح مشورت کے وقت اگر کسی خاص شخص کی برائی مقصود نہ ہو۔ بلکہ اس کی خیر خواہی کی ضرورت ہو۔ تو اس کا عیب بھی بیان کر دے کہ شرعاً اس کی اجازت ہے اور بعض حالتوں میں ایسا اظہار واجب ہے۔

مشورہ دیتے وقت کسی قسم کی طمع یا توقع نہ رکھے۔ اس کا معاوضہ طلب نہ کرے اور نہ اس کا احسان جتائے کہ یہ بھی حق العباد ہے۔

جماعتی نظام کے اندر اگر بعد مشورہ کوئی فیصلہ ہوا ہو۔ تو ان افراد پر جنہیں اس فیصلہ سے اختلاف تھا۔ لازم ہے کہ وہ اپنے اختلاف کو محفوظ رکھتے ہوئے اس فیصلہ کی پابندی کریں۔

قانونی یا کاروباری پیشہ ور مشیر وکالت کے تحت آتے ہیں۔ اسلئے ان کے لئے آداب وکالت کی پابندی لازمی ہے۔

آدابِ وکالت

اسماء الحسنیٰ میں حق تعالےٰ کا ایک نام "وکیل" بھی ہے کہ اس سے بہتر کوئی

کارساز نہیں۔ اس نسبت سے ایک وکیل کو بھی انہی صفات سے موصوف ہونا چاہیئے۔ جو وکیل حقیقی کی ہیں۔ اسے ہر لمحہ اس بات کی احتیاط کرنی چاہیئے۔ کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے اس باعظمت نام کی توہین ہو۔ اور ہر لحظہ اس بات کا استحضار کرے کہ آخر اسے بھی ایک دن اپنے قول وکردار کی جوابدہی کے رلئے ایک "وکیل" کے ہی سامنے پیش ہونا ہے۔ جس کے نام کو استعمال کرتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں مجرموں کو چھڑاتے چھڑاتے وہاں خود مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر حکم سزا سننا پڑے۔

اسلئے ہر وکیل کا فرض ہے کہ وہ سچے۔ حقدار اور مظلوم کی اعانت وو کالت کرے۔ جھوٹے مقدمہ کی پیروی یا اعانت سے باز رہے۔ اپنے فرض منصبی کو دیانتداری اور جانفشانی سے انجام دے۔ موکل کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھے اس کی ہر طرح خیر خواہی کرے۔ اسے صحیح مشورہ دے۔ صاف گوئی سے کام لے فیس رحم اور ہمدردی کے جذبہ کے تحت فیصلہ کرے۔ اور اپنے قول کا پابند رہے۔ وکالتِ مال پر وکالتِ حق کو ترجیح دے یعنی صرف فیس کی خاطر ناحق کی وکالت نہ کرے بلکہ حقدار کی امداد کرے۔ کیونکہ صرف فیس کی خاطر مجرم کو مجرم جانتے ہوئے حیلے بہانے سے چھڑانے کی کوشش کرنا جرم کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔

وہ دوسرے کی جیب پر نظر نہ رکھے۔ نہ ہی کسی دلال وغیرہ کو رزاق جانتے ناجائز طریقوں حیلوں بہانوں سے روپیہ نہ بٹورے۔ فریق مخالف سے سازباز نہ کرے۔ کسی کی رعایت نہ کرے۔ سفارش نہ مانے۔ حاکم کو سفارش نہ کرائے

رشوت نہ پہنچائے۔ اس کی خوشامد نہ کرے۔ اس کے نام پر اہل مقدمات سے رقم وصول نہ کرے۔

مقدمہ کی سرسبزی کے لئے جھوٹ۔ فریب۔ غلط بیانی سے کام نہ لے گواہان کو منحرف نہ کرے نہ کرائے۔ غلط راستے اختیار نہ کرے۔ دھوکا نہ دے ضمیر فروشی نہ کرے۔ جن کا مقدمہ نہ چل سکتا ہو۔ یا کمزور ہو۔ انہیں محض فیس وصول کرنے کی خاطر سبز باغ نہ دکھلائے۔ غلط مشورہ نہ دے۔ جس نوع کے مقدمہ کی مہارت نہ رکھتا ہو۔ وہ قبول نہ کرے۔ مثلاً اگر وہ صرف فوجداری کا کام کرتا ہے۔ اور دیوانی کی باریکیوں کا پوری طرح ماہر نہیں۔ تو دیانتاً اسے دیوانی کا پیچیدہ مقدمہ نہیں لینا چاہیئے۔ علیٰ ہذاالقیاس۔

اہل مقدمات سے منافقت نہ کرے۔ یعنی رقم لیتے وقت تو لجاجت تک اُتر آئے اور رقم لے لینے کے بعد خباثت کا مظاہرہ کرے۔ یعنی ان کی بات نہ سنے۔ ان سے کج خلقی۔ بدزبانی بددیانتی سے پیش آئے۔ بات کرنے پر دھتکار دے۔ توجہ سے ان کا دکھ درد نہ سنے۔ ان کے کام کی پوری توجہ نہ دے۔ یہ باتیں ایک وکیل کے شایانِ شان نہیں۔ کیا خبر کہ جس محنت یا لیاقت یا سرمایہ کا غرور آج اس سے ایسی باتیں کرا رہا ہے۔ کل کو وہی دغا نہ کرے اور حق تعالےٰ اپنی مخلوق سے بدسلوکی کا انتقام لینے کے لئے اس سے یہ سب چیزیں چھین لے اور وہ ہاتھ ملتا رہ جائے۔

آدابِ عدالت

عدالت خواہ کسی نوع کی ہو۔ اس کا احترام سب پر لازم ہے کہ اسی سے ملک میں انصاف کا وقار قائم کیا جاسکتا ہے۔

جب بھی کوئی شخص کسی عدالت میں داخل ہو تو وہ اس کے آداب بجالائے اندر جاکر ادب سے کھڑا رہے۔ اکڑ کر نہ کھڑا ہو۔ شور وغل نہ مچائے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ جس سے عدالت کی توہین کا پہلو نکلے۔ اس کے کام میں رکاوٹ نہ ڈالے عدالت جو حکم صادر کرے۔ اس کی بناء پر اُسے برا نہ کہے بلکہ اس کی اصلاح یا ترمیم کے لئے مرافعہ یا اپیل۔ وغیرہ کرے۔ عدالت کے اندر نہ تھوکے۔ سیگریٹ یا حقہ نہ پئے۔ اور نہ کچھ کھائے پئے اور نہ عدالت کی چیزوں کو چھیڑے۔ اور نہ ادھر ادھر بکھیرے۔ جس وقت عدالت برخواست ہو جائے تو پھر اس کے کمرہ میں جانے کی کوشش نہ کرے کہ اس سے کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

افسران اور اہلکاران عدالت کے لئے لازم ہے کہ وہ عدالت میں عدالت کے مقررہ لباس اور وردی میں آیا کریں۔ برسرِ اجلاس سیگریٹ وغیرہ پینے یا کھانے وغیرہ سے احتراز کریں۔ آئینِ عدالت کی ہر طرح پابندی کریں۔ اپنے اختیارات سے تجاوز نہ کریں۔ اور نہ عدالت میں ایسے حالات پیدا کریں۔ جو کسی کو مشتعل کرنے والے ہوں یعنی کسی کو گالی وغیرہ نہ دیں۔ اور برا نہ کہیں قانون کے مطابق اپنا کام کرتے چلے جائیں۔ انصاف۔ ضبط۔ نظم کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ کسی کی رعایت نہ کریں۔ کسی کی سفارش نہ مانیں۔ کیونکہ قانون کی نظر

ہیں شاہ و گدا۔ امیر و غریب سب برابر ہیں۔ تاکہ عدالت کا وقار قائم رہے اور ملک کی عزت بڑھے۔

آدابِ شہادت

نزاعی امور بالعموم شہادت کے بغیر فیصلہ نہیں ہوتے اور انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب کوئی نزاعی مسئلہ کسی عدالت۔ پنچائت یا فرد کے روبرو پیش ہو تو وہ اس مسئلہ کا محض اپنے حسنِ ظن یا تخمین سے فیصلہ نہ کرے۔ بلکہ اسکی حقیقت معلوم کرنے کے لئے فریقین کو شہادت پیش کرنے کی پوری پوری سہولت دے تاکہ کسی سے بے انصافی نہ ہو۔

اسلئے جس امر متنازعہ کے متعلق کسی کو علم ہو تو لازم ہے کہ وہ اسے از خود حاضر ہو کر ظاہر کر دے۔ اور اسے جان بوجھ کر نہ چھپائے تاکہ بے انصافی نہ ہو۔ اگر وہ کسی وجہ سے خود نہیں جا سکا۔ اور کوئی فریق اسے بطور گواہ طلب کرے۔ تو جانے سے انکار نہ کرے۔

جب گواہی دینے لگے۔ تو خدا کے لئے سچی گواہی دے جھوٹ ہرگز نہ بولے جو معاملہ ہو صاف صاف بتلا دے۔ اس کو بیان کرنے میں دانستہ کوئی ایسا لفظی ہیر پھیر نہ کرے۔ جس سے اصلیت کے اخفا یا مسخ ہونے کا امکان پیدا ہو۔ خواہ اس سے تمہارا۔ تمہارے والدین یا قرابت داروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔ اور نہ ہی معاملہ کو چھپانے کی کوشش کرے۔ نہ گواہی سے انحراف کرے کہ یہ بہت ہی گناہ کا کام ہے۔

سچی گواہی دیتے وقت دنیوی نفع پر آخرت کے فائدہ کو ترجیح دے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ کہ مالدار کی رعایت کرکے یا محتاج پر ترس کھا کر سچ کو چھوڑ بیٹھے۔ بلکہ جو حق ہو۔ وہ برملا کہہ دے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ آپ سے زیادہ ان کا خیر خواہ اور ان کے مصالح سے واقف ہے۔ اور اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔

گواہی کا معاوضہ طلب نہ کرے۔ نہ اس کے لئے کسی سے سودا بازی کرے۔ اور نہ گواہی دے کر احسان جتائے۔ بلکہ اللہ کا شکر بجالائے کہ اس نے حق گوئی کی توفیق بخشی اور وہ عنداللہ سرخرو ہوا۔

آدابِ دستاویز نویسی

حق تعالےٰ کا ارشاد ہے اس نے جسے لکھنے کی استعداد بخشی ہے اسے چاہیئے کہ اس کے پاس اگر کوئی معاملہ لکھوانے والا آئے۔ تو اسے لکھ دیا کرے اور انکار نہ کیا کرے۔ کیونکہ علم ان پڑھ کا پڑھے ہوئے پر ایک حق قائم کردیتا ہے۔

اسلئے جب کسی سے کوئی شخص یا کوئی جماعت کوئی دستاویز تحریر کرانے کے لئے آئے تو اسے لازم ہے کہ حسبِ استعداد وہ ان کا معاملہ ضبط تحریر میں لے آوے۔ اسے تحریر کرتے وقت انصاف اور دیانت سے کام لے جو کچھ لکھے۔ فریقین کی رضامندی سے لکھے۔ کسی کی رو رعایت نہ کرے کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔

اگر وہ معاملہ قانونی طور پر ایسا پیچیدہ ہو۔ جو لکھنے والے کی عقل وفہم سے بالا ہو۔ تو وہ نہایت دیانتداری سے اس کے لکھنے سے صاف عذر کر دے اس کی حقیقت لکھوانے والے پر ظاہر کر دے۔ تاکہ معاملہ صاف ہوجائے۔ اور اس کے دل میں کوئی رنج پیدا نہ ہو اور اس مسئلہ کے کسی ماہر کا پتہ بتا دے جہاں سے وہ اپنا کام کرا سکے۔

جس وقت کوئی دستاویز فریقین کی استدعا کے مطابق تحریر کرے۔ تو بہتر ہے کہ پہلے اس کا مسودہ تیار کرلے۔ وہ ان سب کو حرفاً حرفاً سنا دے سناتے وقت اس میں کوئی تحریف یا تخفیف نہ کرے۔ تاکہ لکھوانے والوں کو ہر طرح تسلی ہو جائے۔ جب وہ اس کی منظوری دیدیں تو پھر اسے من وعن تحریر کر دے۔ اور اس تحریر کو مکمل کرنے کے بعد دوبارہ فریقین کو سنا دے۔ اور اس کے بعد ان کے دستخط وغیرہ گواہوں کے سامنے کرائے۔ اور ان گواہوں کے بھی دستخط اس دستاویز پر کرالے۔

جو یہ کام ازراہِ خدمتِ خلق کرے۔ وہ اس کا کوئی معاوضہ قبول نہ کرے اور نہ احسان جتائے۔ اور نہ توقع رکھے۔ اور جو یہ کام کاروباری حیثیت سے کرتے ہو۔ ان پر اس کے ساتھ آدابِ وکالت کی پابندی بھی لازم ہے۔

آدابِ زراعت

زراعت ایک پیغمبرانہ پیشہ ہے۔ جسے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اختیار کیا تھا۔ اور جس کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"تم رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔ جو شخص درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے۔ پھر اس سے پرندے۔ جانور یا انسان کھاتے ہیں۔ تو اس شخص کے لئے یہ کام صدقہ بن جاتا ہے۔"

اسی پر بقاء نسل کا دارومدار ہے۔ اگر سب کے سب لوگ تجارت صنعت یا سیاست میں لگ جائیں۔ تو ان کی دنیوی اور تمدنی زندگی تباہ ہو جائے۔

اسلئے زمیندار کے لئے ضروری ہے کہ اس کی طرف زیادہ توجہ دے کاشت خواہ خود کرے۔ خواہ کسی دوسرے سے کرائے۔ مگر اس کام میں غفلت نہ کرے۔ بلا وجہ زمین فارغ نہ رہنے دے۔ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ دنیا کی آبادی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی ہے اور اسی نسبت سے غلہ پیدا نہیں کیا جا رہا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کی پریشانیوں میں ایک اور اضافہ ہو گیا ہے۔

زمیندار کاشتکار کو غلام نہ سمجھے۔ اس سے برا سلوک نہ کرے اسے برابر کا شریک جانے۔ اس کی محنت کو اپنے سرمایہ کے برابر سمجھے۔ دونوں ایک دوسرے کو حاکم و محکوم یا آقا و غلام سمجھنے کی بجائے معین و مددگار اور دوست و ہمدرد جانیں۔ ایک دوسرے کا حق غصب نہ کریں۔ ناحق مال ہضم نہ کر جائیں۔ بٹائی کی جو شرح مقرر کریں۔ اسی کے مطابق باہم تقسیم کریں۔ مگر شرح ایسی دیانتدارانہ ہو کہ کسی کی حق تلفی کا امکان نہ رہے۔ زمیندار کا فرض ہے کہ فصل تیار ہوتے ہی کاشتکار کو اس کا حق ادا کر دے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔ اور کہ جب کسی نے کسی کا حق زمین ناحق مارا قیامت کے دن حق تعالیٰ اس قطعہ زمین کو اس کی گردن میں آویزاں کر دیگا۔

فصل برداشت کرنے کے بعد ہر دو کا فرض ہے کہ وہ اسے منڈی میں فروخت کے لئے لائیں۔ مہنگائی پیدا کرنے کے لئے اسے اپنے پاس بدنیتی سے نہ روک رکھیں۔ اس میں دیدہ دانستہ کوئی ملاوٹ نہ کریں۔ اور قحط سالی کے زمانہ میں غلہ کو چھپا کر نہ رکھیں۔ بلکہ محفوظ ذخیروں کو بھی خلق خدا کی خاطر باہر نکالیں۔ اگر آپ خلق خدا پر رعایت نہ کریں گے۔ تو کیا عجیب کہ خدا آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے۔ جو آپ اس کی مخلوق سے کرتے ہیں۔ اور آئندہ یہ آپ کی فصل نہ ہونے دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ "بتاؤ تو سہی کہ جو کھیتی تم کرتے ہو۔ اس کی پیدائش تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر دیں۔ اور تم باتیں بناتے جاؤ کہ ہم تو زیر بار ہو گئے۔ بلکہ ہم تو محروم کر دئے گئے"

آدابِ صنعت

تجارت کی طرح صنعت کو بھی انبیاء علیہم السلام۔ علماء کرام اور اولیاء اللہ نے اپنا پیشہ بنائے رکھا۔ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا۔ حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا۔ حضرت شیث علیہ السلام کپڑا بننے کا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر بنانے کا حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنانے کا۔ حضرت لقمان علیہ السلام رسیاں

بنانے کا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جوتے سینے کا کام کرتے تھے۔ جن کو آج نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ایسے کام کرنے والوں کو "کمین" اور موجودہ اصطلاح میں "معین" سمجھا جاتا ہے۔ صنعتی ترقی کے بغیر کوئی قوم اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہو سکتی ہے۔

اس لئے ملک کو بام ترقی پر پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ سرمایہ دار صنعت وحرفت میں زیادہ دلچسپی لیں۔ بڑے بڑے کارخانے ملیں۔ فیکٹریاں قائم کر کے مالی ومعاشی بدحالی کا مقابلہ کریں۔ ہمت مردانہ سے کام لیں۔ محنت۔ قابلیت اور دیانت سے کام چلائیں۔ صنعتی مقاصد کے لئے منصوبہ بندی کریں۔ غیر ملکی مال کا مقابلہ کرنے کے لئے چیزیں پائیدار اور عمدہ تیار کریں۔ قیمت نسبتاً کم رکھیں۔ تاکہ خریدار خود بخود ملکی مال کو غیر ملکی مال پر ترجیح دینے لگے اور اسے زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔

کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والوں کو کارخانہ دار معقول تنخواہیں دیں مقررہ وقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیں۔ ان کی صحت وتفریح اور انکے بال بچوں کی تعلیم کا طرخواہ انتظام کریں۔ حوصلہ افزائی کے لئے انعامات اور بونس وغیرہ دیں۔ ان کی ضروریات زندگی کی چیزوں کے لئے سستی دکانیں کھولیں۔ تاکہ وہ ہر طرف سے مطمئن ہو کر اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں۔ اور اس کی ترقی میں کوشاں رہیں۔ مزدور کی محنت اور خون پسینہ کو کوڑیوں کے مول لینے کی کوشش نہ کریں۔ اپنی مطلب براری کی خاطر انہیں پریشانیوں کا شکار نہ بنائیں۔ ان کا پیٹ کاٹ کر اپنا سرمایہ بڑھانے کی کوشش

نہ کریں بلکہ اپنے سرمایہ میں انہیں برابر کا شریک جانیں۔ ورنہ آپ کوڑی بھی نہ کما سکیں۔ کیونکہ ان میں بددلی پیدا ہونے سے آپ کے مال کی تیاری اور پائیداری پر بُرا اثر پڑیگا۔ اور منڈی میں اس کی وقعت گھٹ جائے گی اس لئے "مزدور" اور "سرمایہ دار" کی بنیاد پر کام نہ چلائیں۔ بلکہ محنت اور پیسے کو برابر سمجھیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ نفع اور برکت ہو۔

آدابِ تجارت

اسلام میں جو مقام تجارت کو حاصل ہے۔ وہ کسی اور پیشہ کو حاصل نہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام۔ صحابہ کرام۔ اولیاء اللہ اور آئمہ فن نے اسے ذریعہ معاش بنایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت ۱۱ برس تک تجارت کرتے رہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور سچا تاجر قیامت کے نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اُٹھایا جائیگا" اس سے بڑھ کر اور خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جو روپیہ کمانے کے ساتھ یہ بلند و بالا مقام بھی پائے۔ اور اس سے زیادہ بدبخت کون ہوگا۔ جو حلال کو حرام اور جائز کو ناجائز بنا کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کرے۔

اسلئے ہر تاجر کا فرض ہے کہ وہ دنیا کے نفع کے ساتھ آخرت کا نفع کمانے کیلئے ان جیسا اخلاق اور کردار پیدا کرے۔ جن کا مقام اسے حاصل ہونا ہے۔ اپنی تجارت کی بنیاد امانت۔ دیانت اور راستی پر رکھے۔ وزن پورا دے

چیزیں خالص رکھے۔ پیمانے ٹھیک ہوں۔ حلال اور جائز مال بیچے اور احکام شرعیہ کی پوری پوری پابندی کرے۔ خواہ اس سے بظاہر خسارہ ہی کیوں نہ ہو۔ قلیل منافع کو لوٹ کھسوٹ پر ترجیح دے۔ کہ اس سے تجارت و برکت میں زیادتی ہوتی ہے۔

لین دین میں ہیر پھیر نہ کرے۔ چالاکی اور عیاری سے کام نہ لے۔ مال میں ملاوٹ نہ کرے۔ اگر دیسے اس میں عیب یا نقص ہو۔ تو اسے پوشیدہ نہ رکھے بلکہ اس سے خریدار کو آگاہ کر دے۔ ناجائز منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی سے باز رہے۔ قحط سالی میں گرانی پیدا نہ کرے خریدار کو پھنسانے کے لئے جھوٹی قسمیں نہ کھائے۔ کہ وہ تمہارا رازق نہیں ہے۔ اس سے عارضی طور پر فروغ ضرور ہوتا ہے مگر بالآخر انسان خسارے میں رہتا ہے۔

حرام چیزوں کی تجارت نہ کرے۔ جیسے شراب۔ لحم خنزیر۔ سود وغیرہ ایسی چیزیں بھی نہ بیچے جو گناہوں کا آلہ ہوں جیسے گانے بجانے کے آلات لہو ولعب کا سامان۔ تصاویر وغیرہ۔ حلال مال کو حرام نہ بنائے۔ جیسے بردہ فروشی۔ عصمت فروشی وغیرہ۔ اور ناجائز و غیر شرعی طریقے بھی اختیار نہ کرے کہ برکت سے محروم اور گناہ کا مرتکب ہو۔

خریدار سے تنگی اور ترشی نہ کرے۔ نرمی۔ خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ مہربانی کے چند الفاظ محبت آمیز خطاب۔ اور ادنیٰ سی رعایت مستقل گاہک بنا دیتی ہے اور بے رخی و بدمزاجی گاہک سے ہمیشہ کیلئے دکان چھڑا دیتی ہے۔

آدابِ محصولات

اسلام نے صرف مسلمان کی آمدنی پر زکوٰۃ۔ زمین پر عشر جس علاقہ کی پیداوار پر خراج یا مالگذاری درآمد برآمد کے مال پر عشور۔ ذمیوں سے جزیہ اور مالِ غنیمت کا خمس ٹیکس کے طور پر جائز رکھا اور وصول ہوتا رہا۔ انکو بیت المال میں جمع کر کے ان سے رفاہ عامہ کے کام چلائے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ ہر قسم کا ٹیکس غیر شرعی ہے۔ مگر موجودہ حکومتی نظام اس قدر ذرائع آمدنی پر چلانا ناممکن بتایا جاتا ہے۔ اسلئے حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے ہر حکومت میں بے شمار ٹیکس لگے ہوئے ہیں۔ جن کی ادائیگی اب ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔ اور رعایا ان کے بوجھ سے کراہ رہی ہے مگر ایسی حالت میں بھی اسلام ایسے ناجائز اور ناقابل برداشت ٹیکسوں کی ادائیگی سے بچنے کے لئے جھوٹ۔ فریب۔ دغا سے کام لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کے آئین میں ایک دن ذرہ ذرہ کا حساب لینا اور دینا ہوگا اس وقت ان غلط بیانیوں اور مکر و فریب کے جواز میں کوئی دلیل کام نہ دے سکے گی۔ اور سوائے اقرار کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اس سے کہیں یہ بھی نہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام میں ایسی خرابیوں کا کوئی علاج نہیں۔ بلکہ اس نے اسکا بہت ہی سادہ سا حل یہ بتلا دیا ہے کہ زمین پر صالح نظام قائم کرو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو پھر اس کی پاداش میں ہر چیز برداشت کرو۔ کیونکہ حکومت کی اطاعت بھی ایک لازمی امر ہے۔

اسلئے رائج الوقت ٹیکسوں سے بچنے کے لئے کوئی غلط اندراج یا ریکارڈ تیار نہ کیا جائے۔ اس کی خاطر غلط بیانیوں سے کام نہ لیا جائے متعلقہ افسران کی خوشامد نہ کی جاوے۔ ان کو سفارش نہ پہنچائی جاوے۔ انہیں رشوت لینے پر مجبور نہ کیا جائے۔ انہیں غیر دیانتدار نہ ترغیب نہ دی جائے اثر ورسوخ کے ذریعہ ان سے ناجائز کام نہ لیا جائے۔

اگر کسی اثر یا تعلق کی وجہ سے افسر تشخیص کنندہ واجب ٹیکس میں اپنی طرف سے بلا استحقاق یا اختیار ناجائز ذرائع سے تخفیف کردے یا اسے معاف کردے یا اس سے مستثنٰی کردے۔ تو دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی رعایت کسی قیمت پر قبول نہ کی جائے۔ تاکہ حق العباد کی ادائیگی میں فرق نہ آئے۔ کیونکہ ایک دن یہ حق العباد ان اعمال حسنہ سے دینا پڑیگا۔ جن کی کثرت پر نجات کا پلہ بھاری ہونے کا امکان ہے۔ اور جسے حق تعالٰے نے بھی معاف کرنے کا حق اپنے پاس نہیں رکھا۔ بلکہ بندے کا حق معاف کرنے کا اختیار بندے کو دے رکھا ہے

اگر وہ افسر ایسی رعایت منسوخ کرنے کے لئے تیار نہ ہو اور اسے برقرار رکھنے پر مُصر ہو۔ تو اسی قدر واجب ٹیکس جو اسے چھوڑ دیا ہے۔ کسی دوسرے مناسب ذریعہ سے داخل خزانہ کردیا جائے۔ تاکہ اپنا دامن اور معاملہ پاک وصاف رہے۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک تقویٰ ہی قابل اعتبار ہے۔

اگر افسر تشخیص کنندہ دانستہ یا نادانستہ واجب ٹیکس سے زیادہ لگادے تو اس صورت میں اسے برا بھلا نہ کہے اسکے حکم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرے۔ اگر اسکی ہمت نہ ہو۔ تو صبر کرے۔ جس کا وبال اس پر لازماً پڑے گا۔

آدابِ کرایہ

انسان کو زندگی میں بارہا سواری۔ باربرداری۔ رہائشی کاروباری مقامات اور بعض اشیاء کے استعمال کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے دیانت اور حسنِ معاملت کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی ادائیگی حق العباد کی ادائیگی ہے ریل۔ لاری۔ بس۔ ٹیکسی وغیرہ کے کرائے مقرر ہوتے ہیں۔ اسلئے بعض لوگ ان سے بچنے کے لئے بلا ٹکٹ سفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٹانگہ۔ رکشا ریڑھی۔ اونٹ وغیرہ کے کرائے اگرچہ بلدیہ وغیرہ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ مگر ان پر عمل شاذ ہی ہوتا ہے۔ کوچوان ناواقف سوار ہونے والے سے زیادہ اینٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور وہ کم سے کم دینے کی فکر کرتا ہے یہی حالت مکانوں۔ دکانوں۔ شامیانوں۔ برتنوں وغیرہ کے کرایہ کے سلسلہ میں پیدا ہوتی رہتی ہے۔ لینے والے کی ہر لمحہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ کرایہ زیادہ سے زیادہ مقرر اور وصول ہو۔ اور دینے والا رعایت کا خواہشمند رہتا ہے۔ جس سے ایسے دو طبقوں میں ہر وقت "سرد و گرم" کشمکش اور جنگ کی صورت رہتی ہے۔

اسلئے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے جائز حق کا احترام کرے۔ حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔ اس کی نظر دوسرے کی جیب یا نقصان پر نہ رہے۔ حبِ زر کو اتنا غالب نہ ہونے دے کہ وہ دنیا میں دوسروں کیلئے اور آخرت میں اس کے لئے باعثِ تکلیف ہو۔

بلا کرایہ سفر کرنے یا مال لاتے یا لے جانے کی ہرگز کوشش نہ کرے اگر

یہاں کسی وجہ سے گرفتاری سے بچ گیا۔ تو آخرت میں بچنا ناممکن ہے۔ جن
چیزوں یا ذرائع آمد و رفت کے کرائے مقرر نہیں۔ وہاں لازمی ہے کہ پہلے
سے کرایہ فیصلہ کر لے۔ تاکہ بعد میں کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ کرایہ فیصلہ
کرتے وقت دونوں کو انصاف سے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ کسی کو دوسرے کا حق
چھیننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اور خدا فراموشی کی بجائے خدا ترسی
سے کام لینا چاہیئے۔

جن دکانوں، مکانوں، گوداموں وغیرہ کے کرائے فریقین نے رضامندی
یا مجبوری کی وجہ سے باہمی ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ وہ انکی ادائیگی
کی شرائط کی پوری پابندی کریں۔ وقت مقررہ پر کرایہ ادا کرنے کی کوشش
کریں۔ مالک کو وصولی کرایہ کے لئے بار بار تقاضا کرنے کا ہرگز موقعہ نہ دیں کہ
اس طرح باہمی تعلقات خوشگوار نہیں رہتے۔ بلکہ وہ مالک کی تکلیف اور اذیت
کا عنداللہ ذمہ وار ہوتا ہے۔ اور خود وعدہ خلافی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو سراسر خسارہ
کا سودا ہے۔ جو کرایہ ادا کرے اس کی باقاعدہ رسید حاصل کرے کہ یہ حکم الٰہی
ہے۔ دوسرے پر غیر ضروری اعتبار کر کے اسے بددیانتی کا موقعہ نہ دے۔

پیشگی کرائے مقرر اور وصول کرنے سے بھی احتراز کرے۔ ایسا کرنا ایک
مسلمان بھائی پر بددیانتی کا گمان کرنا ہے۔ جو جائز نہیں۔ اور یہ ویسے بھی صحیح
نہیں کیونکہ جب تک وہ اس جگہ کو سالم ہیئتہ استعمال نہ کرے۔ آپ کو اس کے
کرایہ وصولی کا حق پیدا ہی ہوتا۔

آدابِ خرید وفروخت

خرید وفروخت کرتے وقت خریدنے اور بیچنے والے دونوں کا فرض ہے کہ دیانتداری سے کام لیں ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں۔ اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ اللہ سے ڈریں جو دیکھ رہا ہے اور حساب لینے والا ہے۔

جب ایک آدمی سودا کر رہا ہو۔ اور ابھی قیمت طے نہ ہوئی ہو۔ اور احتمال غالب یہ ہو کہ بائع اس کی پیشکش کو قبول کرے گا۔ تو سودا خراب کر کے خود لینے کی کوشش نہ کرے۔ جب ان کا سودا نہ بنے۔ تب خرید لے۔

نیلام میں بولی پر بولی دینے میں مضائقہ نہیں۔ لیکن جب بائع ایک کی بولی قبول کرے تو اس کے بعد بولی نہ بڑھائے۔ کسی کو دھوکا دینے کے لئے بولی نہ بڑھائے۔ تاکہ دوسرا آدمی زیادہ بولی دے اور وہ چیز مہنگے داموں اس کے گلے پڑ جائے۔

جب گائے بھینس بکری وغیرہ کا سودا کرتا ہو۔ تو خریدار کو دھوکا دینے کیلئے ایسا نہ کرے۔ کہ اس کا کئی وقت کا دودھ نہ نکالے یا مصنوعی یا معمول سے زیادہ خوراک دے تاکہ اس کا دودھ اصل سے زائد ہو جائے اور خریدار زیادہ دودھ کے دھوکے میں آ کر گراں قیمت ادا کر دے اور بعد میں اسے پچھتانا پڑے۔

کھانے پینے کی چیزوں میں دیدہ دانستہ کم قیمت یا مضر صحت چیزیں ملا کر فروخت نہ کرے۔ تاکہ جھوٹ۔ فریب اور ملاوٹ سے خریدار سے زائد دام بٹور

سکے ۔ اور نہ ہی سبزی کو بھاری کرنے کے لئے لمحہ بہ لمحہ پانی سے بھگوتا رہے تاکہ کم وزن زائد وزن پر بک سکے ۔

دوکاندار کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ارزاں چیز خرید کر گراں قیمت پر بیچے مگر جب مخلوقِ خدا کو اس چیز کی اشد ضرورت ہو ۔ اور وہ تکلیف میں مبتلا ہو تو اس وقت محض روپیہ کمانے کی غرض سے ذخیرہ اندوزی کے ذریعہ گرانی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے کہ یہ حرام اور موجبِ لعنت ہے ۔ اسی طرح اگر کوئی مصیبت زدہ ضرورتاً اپنی کوئی چیز بیچنا چاہے تو اس کو صاحبِ غرض سمجھ کر نہ دبا لے ۔ اور اس کی چیز کی قیمت جان بوجھ کر نہ گھٹائے ۔ بلکہ اسے پوری پوری بازاری قیمت ادا کرے اور اس کی ہر طرح اعانت کرے ۔

جب کوئی مال منڈی کی طرف لا رہا ہو ۔ تو شہر کے باہر جا کر اس سے راستہ میں کوئی شخص سودا نہ کرے ۔ بلکہ اسے منڈی میں لانے دے ۔ کیونکہ اسطرح ایک تو بائع کو یہ کہہ کر دھوکا دینا مقصود ہوتا ہے کہ تمہارا مال شہر میں اس سے اچھے نرخ پر فروخت نہ ہوگا ۔ دوسرا اس سے شہر والوں کے لئے محتاجی ہوگی کیونکہ جب ایک شخص کے قبضہ میں ایسی چیز آجائے تو پھر وہ من مانی قیمت وصول کرنے کی کوشش کریگا ۔

اسی طرح جب کوئی دیہاتی شہر میں بیچنے کے لئے کوئی چیز لا رہا ہو ۔ تو ازراہ خیر خواہی اسے اس کے بیچنے سے نہ روکے کہ یہ ہمارے پاس رکھ جاؤ جب قیمت گراں ہوگی تو بیچ دینگے ۔ کیونکہ اس طرح شہر والوں کو ایک حقِ کفایت سے محروم کرنا ہے ۔ البتہ اگر اس کا نقصان ہوتا ۔ تو پھر مضائقہ نہیں

جو چیز تمہارے ملک یا قبضہ میں نہ ہو۔ اس کا کسی سے اس امید پر سودا نہ کرے کہ بازار سے خرید کر اس کو دیدو گے۔ اسی طرح جب تک پھل کام میں آنے کے لائق نہ ہو۔ اسے نہ خریدے اور نہ بیچے۔ کیا خبر کہ پھل رہے یا ضائع ہو جائے اور ریچک آجانے پر بھی مال فروخت نہ کرے۔ جب تک کہ وہ مال بیچنے والے کے قبضہ میں نہ آجائے۔ اور جب مال بائع کے قبضہ میں آجائے۔ تو بیچک دیکھ کر مشتری خرید کرے۔ اس وقت اسے اختیار رہے کہ خواہ معاملہ کرے یا انکار کر دے۔

اگر کوئی چیز بطور بدنی کے خریدے اور فصل پر بائع سے وہ چیز نہ بن پڑے۔ تو جتنا روپیہ بائع کو دیا تھا۔ وہ واپس لے لے۔ اس سے زیادہ نہ لے۔ اور نہ اس روپیہ کے بدلے اس سے کوئی اور چیز لے۔ البتہ وہ روپیہ واپس لے کر اسی روپیہ کا پھر اور سودا کرے۔

مفلسی اور قحط کے موقعہ پر اکثر لوگ اپنی اولاد کو یا بعض ظالم دوسروں کی اولاد کو بیچ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ہرگز نہ خریدے۔ ایسی خرید و فروخت قطعاً حرام ہے۔

اگر کوئی شخص اپنا مکان یا زمین بے میل ہونے کی وجہ سے فروخت کرے تو وہ جلدی سے اس رقم سے کوئی دوسرا مکان یا زمین خرید لے۔ ورنہ یہ روپیہ اڑ جائے گا۔

آدابِ داد و ستد (لین دین)

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ "معاملہ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اس کے لکھنے میں کاہلی نہ کیا کرو۔" آج کل دنیا میں زیادہ تر فساد صرف اسی فرمان کی نافرمانی کی وجہ سے برپا ہے اور انسان نقصان اُٹھانے کے باوجود اس کی پابندی ضروری نہیں سمجھتا۔ اور خواہ مخواہ دوسروں پر اعتماد کر کے ان کو بے ایمان ہونے کی سہولتیں بہم پہنچاتا ہے۔

اسلئے آپ پر واجب ہے کہ جب بھی آپس میں لین دین کریں۔ تو اس معاملہ کو ضبط تحریر میں لائیں۔ اور اس میں اس کی تمام تفاصیل اور شرائط درج کریں۔ تاکہ بعد میں کوئی نزاع پیدا نہ ہو۔ اور اس معاملہ میں کسی سے مروت یا کسی پر اعتماد نہ کریں۔ خواہ وہ اپنا کتنا ہی عزیز یا معتمد کیوں نہ ہو۔

دست بدستی سودا کے لئے کسی تحریر کی ضرورت نہیں۔ مگر بہتر ہے کہ وہ بھی گواہوں کے سامنے کریں۔ تاکہ بعد ازاں کوئی جھگڑا ہو تو وہ کام آسکیں اگر یہ ممکن نہ ہو تو سودا کی رسید ضرور حاصل کریں۔ اس میں بڑے فائدے ہیں۔

ادہار اور گروی خصوصی طور پر باقاعدہ اسٹامپ پر تحریر کرائیں اگر حالتِ سفر میں یا کسی دوسرے وقت رقم کی ضرورت پڑ جائے اور کوئی دینے والا مل جائے۔ مگر وہ بغیر تحریر کے نہ دینا چاہے اور تحریر کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کے پاس کوئی چیز گرو رکھ کر اپنا کام چلائیں۔ مگر بلا ضرورت شدید ایسا نہ کریں۔ گروی یا رہن رکھتے وقت یہ شرط نہ لگا دیں کہ اگر مقروض فلاں مدت

تک رقم نہ ادا کرے گا۔ تو وہ چیز بیع تصور ہو گی۔

جب کوئی چیز دینے والا لینے والے پر اعتماد کرنے پر مصر ہو۔ اور بلا تحریر چیز دے دے تو لینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے۔ اسے وعدۂ مقررہ پر حسب اقرار وہ چیز واپس کر دے اور خیانت نہ کرے۔

ایسا لین دین ہرگز نہ کرے جو شرعاً حرام یا ناجائز ہو۔ جیسے سود۔ منشیات وغیرہ کا۔

آدابِ وزن و پیمائش (ناپ۔ تول)

حق تعالےٰ نے ناپ تول کے معاملہ میں انصاف کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی امت صرف ناپ تول میں کمی کرنے کی بناء پر عذاب الٰہی میں تباہ ہوئی تھی۔ مگر آج کل اس معاملہ میں احتیاط کرنے کی بجائے ناپ تول کم دینے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اسلئے ہر شخص اس معاملہ میں عذاب الٰہی سے ڈرے۔ ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کرے۔ پلڑے اور بٹے درست رکھے۔ سودا جھکتا تول کر دے ناپ تول میں دغا بازی نہ کرے۔ کسی کو چیز کم دینے کی کوشش نہ کرے اس غرض کے لئے باٹ نہ گھسا تا رہے۔ ترازو میں زیادتی نہ کرے۔ پلڑے کم و بیش نہ رکھے ترازو کو ڈنڈی نہ مارے۔ جھوک نہ دے۔

پیمانے بھی صحیح رکھے۔ ان میں کمی نہ کرے۔ ناپ تول کرتے وقت دوسرے کا حق مارنے کے لئے کھینچ تان کرے۔ لینے والے کی ہر طرح تسلی کرا کر سودا دے

اور تاوقتیکہ اس کا اطمینان حاصل نہ کرے۔ ناپ تول ختم نہ کرے۔

جنس روزانہ ناپ تول کر پکائے۔ بے حساب نہ اُٹھائے نہ پکائے کہ آٹھ دن کی جنس چار دن میں ختم ہو جائے۔ لیکن جو بچے اسے نہ ناپے نہ تولے کہ یہ موجب بے برکتی ہے۔

آدابِ مبادلہ

باہمی لین دین میں جنسوں کے تبادلہ کا مسئلہ نہایت ہی نازک اور پیچیدہ ہے اسمیں ذراسی غفلت اور بے احتیاطی سے ایک جائز سودا "سود" کی تعریف میں آجاتا ہے۔ اور انسان گناہگار بن جاتا ہے۔ کیونکہ جو چیزیں ناپ تول کر بکتی ہیں اور ایک ہی جنس کی ہیں۔ جیسے گیہوں سے گیہوں کا تبادلہ۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بوقتِ تبادلہ یہ برابر سرابر ہوں۔ اگرچہ اعلیٰ وادنیٰ کا تفاوت ہو۔ اور دست بدست ہو۔ جو چیزیں ناپ تول کر تو بکتی ہیں۔ مگر ایک جنس سے نہیں۔ جیسے گیہوں اور جَو کا تبادلہ۔ تو اس کے لئے برابر سرابر ہونا ضروری نہیں لیکن دست بدست ہونا ضروری ہے۔ اگر جنس ایک جیسی ہو مگر ناپ تول کر نہ بکتی ہو۔ جیسے بکری سے بکری کا تبادلہ۔ تو اس میں برابر سرابر ہونا ضروری نہیں مگر دست بدست ہونا ضروری ہے۔ لیکن جو جنس نہ ناپ تول کر بکتی ہو اور نہ ہم جنس ہو۔ جیسے گھوڑے اور اونٹ کا تبادلہ تو اس میں برابر سرابر یا دست بدست ہونا ضروری نہیں۔ اگر تبادلہ کے وقت ان میں سے ایک امر کے خلاف کریگا تو فقہ حنفیہ کی رو سے تبادلہ سود میں داخل ہو جائیگا۔ جو حرام ہے

اسی طرح اگر کوئی چیز ایک معین مقدار میں مقررہ رقم کے عوض خریدے مگر اس وقت اس قدر رقم پاس نہ ہونے کے سبب وہی چیز کم دام پر اسی دکاندار کے پاس فروخت کر دے۔ تو یہ بھی سود ہو جائیگا۔ کیونکہ بائع کو ایسی بچت کا کوئی حق حاصل نہیں۔

نیز اگر کسی سے کوئی ایک روپیہ تڑوائے۔ نصف رقم تو اسی وقت لے کر خرچ کرلے اور نصف رقم بقایا کے لئے کہے کہ میں لے لوں گا۔ تو یہ لین دین بھی شرعاً ناجائز ہو جائیگا اور سودی بن جائیگا۔ کیونکہ روپیہ توڑ کر دینے والے کو بقیہ آٹھ آنے سے کچھ دیر کے لئے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل نہیں۔ بہتر ہے کہ یہ رقم اس کے پاس امانت رکھ جائے۔

اسلئے ہر شخص باہمی لین دین کے وقت اس امر کی احتیاط کرے کہ کہیں یہ تبادلہ سودی شکل اختیار نہ کر جائے۔

آدابِ مزدوری

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تین آدمیوں کے لئے قیامت کے دن میں خود لڑوں گا۔ اول وہ جس نے میرے نام سے عہد کر کے عہد شکنی کی دوم۔ وہ جس نے آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ سوم وہ جس نے کام پر مزدور لگایا۔ اس سے پورا کام لے لیا اور مزدوری نہ دی۔

محنت خواہ دماغی ہو یا جسمانی۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ معزز ہو یا قبذل اسکا معاوضہ مزدوری کہلاتا ہے۔ خدمت لینے والے کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کم سے کم معاوضہ پر زیادہ سے زیادہ کام لے۔ اور محنت کرنے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے خدمت کا زیادہ سے زیادہ صلہ ملے۔ خواہشات کا یہ مقابلہ مزدور و سرمایہ دار میں ایک سرد جنگ کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے کا حق مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ آج ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔ لیکن اسلام نے دونوں کو عدل و انصاف کی تعلیم دے کر ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کے انسداد کا اہتمام کیا ہے۔

محنت لینے والے کا فرض ہے کہ وہ محنت کرنے والے کی حق تلفی نہ کرے اس کا جائز حق بلا تکلف ادا کرے۔ اس کی اجرت بروقت ادا کرے۔ اسے روک نہ رکھے۔ کیونکہ جب تک مزدور کو مزدوری نہ ملے اس کا مدعی خود حق تعالیٰ بن جاتا ہے۔ اس سے مقررہ وقت سے زائد کام نہ لے۔ اگر ایسا کرنا بامر مجبوری ضروری ہو۔ تو اس کا مزید معاوضہ ادا کرے۔ اسے ہر طرح خوش رکھے۔ اس پر جبر و تشدد نہ کرے۔ اسے عرضمند دیکھ کر مقررہ نرخوں سے کم اجرت نہ دے بلکہ ہو سکے تو اس کی زیادہ اعانت کرے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرورتیں باآسانی پوری کرے۔

محنت کرنے والے کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ اپنا فرض منصبی دیانت سے ادا کرے۔ کام میں کسی قسم کا کوئی نقص واقع نہ ہونے دے۔ مالک یا آقا کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے حق کی حفاظت

کرے۔ اور اپنی طرف سے اس کی ہر طرح خیر خواہی کرے۔ اور اس کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔ اگر اسے یہاں اپنی محنت کا پورا حق نہ مل سکے تو اسے ضائع نہ جانے۔ بلکہ اسے اس سے کئی گنا زیادہ معاوضہ اس وقت ملیگا جبکہ ہر شخص اعانت کا محتاج ہوگا۔ مگر کوئی کسی کی امداد نہ کر سکے گا۔

آدابِ قرض

ادھار کا لین دین اچھا نہیں۔ مگر بعض اوقات اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا۔ اسلئے جہاں تک ہو سکے ہر شخص کفایت سے گزارہ کرے۔ اور قرض لینے سے باز رہے۔ تاوقتیکہ سخت حاجت نہ ہو۔

قرض کے معاملہ میں بھول چوک۔ بد دیانتی و بے ایمانی کے نزاع کے احتمال کے سدِ باب کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تعین و اہتمام اس طریق پر کرے کہ آئندہ کے لئے کسی قسم کا قضیہ پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ باقاعدہ دستاویز تحریر کرائی جائے۔ جس میں تمام متعلقہ شرائط بوضاحت درج ہوں بہتر ہے کہ ایسی تحریر مدیون یا مقروض خود لکھ دے اگر خود نہ لکھ سکے۔ تو کسی دوسرے سے لکھا دے اور اس پر اپنے دستخط یا انگوٹھا لگا دے۔

مقروض کے لئے لازم ہے کہ وہ قرض لینے کے بعد بے فکر نہ ہو جائے بلکہ اس کی جلد از جلد ادائیگی کی فکر کرے اور اس غرض کے لئے اپنے غیر ضروری اخراجات میں ضروری تخفیف کرے تاکہ قرض کی ادائیگی کی صورت

پیدا ہو۔ قرض میعاد مقررہ کے اندر ہر حال ادا کرے۔ تاکہ آئندہ کے لئے اعتبار رہے ورنہ صرف اس کی بدعہدی کا اثر اس جیسے دوسرے محتاجوں پر بھی پڑیگا۔ اور انکی تکلیف کا وبال اسی پر پڑے گا۔

قرض کی ادائیگی خندہ پیشانی اور خوش معاملگی سے کرے۔ قرضدار کا شکریہ ادا کرے۔ اور اس کا احسان مانے اور اس کے لئے دعا کرے۔ ایسے طریق پر ادائیگی نہ کرے کہ دوسرے کو ناگوار گزرے یا اسے اچھی چیز کے عوض بُری چیز ملے۔ بلکہ بہتر ہے کہ قرضدار کے حق سے بہتر اسے ادا کرے۔ مگر قرض لیتے وقت ایسی شرط ہرگز طے نہ کرے۔ جس وقت بھی تمہارے پاس میعاد مقررہ سے قبل رقم آجائے۔ تو پہلے قرض اتارے۔ رقم پاس ہوتے ہوئے قرض کو معلق نہ رکھے۔ اور نہ قرضدار کو ٹالے کہ یہ ظلم عظیم ہے۔

اگر تمہارا مقروض تم کو دوسرے سے اپنا قرضہ منوا دے۔ اور اس سے تم کو وصول کرنے کی امید بھی ہو۔ تو اس پیشکش کو قبول کرلے۔ خواہ مخواہ ضد میں آکر اسے مسترد نہ کرے۔ اپنے مقروض کو تنگ یا پریشان نہ کرے۔ بلکہ اسے آسانی اور مہلت دے۔ اگر ہو سکے۔ تو اس کا قرض معاف کر دے کہ اس میں تمہارے لئے بہت بھلائی ہے۔ کیونکہ جو اپنے تنگدست اور مفلس مقروض کو رعایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سختی سے نجات دیگا۔ آخرت کے لئے اس سے زیادہ سستا سودا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے جن کو حق تعالےٰ نے وسعت دی ہے۔ انہیں قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں سبقت کرنی چاہیئے۔

اگر تمہارا کوئی مقروض خلاف دستور تمہیں کوئی ہدیہ یا دعوت دے۔ تو ہرگز قبول

نہ کریں کیونکہ یہ محض قرض کے دباؤ کی وجہ سے آپ کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے۔ جو حلال نہیں۔

آدابِ امانت

امانت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اللہ کی طرف سے دوسری انسان کی طرف سے۔ اللہ کی امانتیں دو نوع کی ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص۔ عام امانت ہماری آنکھیں دل۔ دماغ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ہیں۔ کہ ہم ان سے وہ کام نہ لیں جن سے منع کیا گیا ہے اور ان کو ان میں ملوث ہونے سے بہ مشقت محفوظ رکھیں خاص امانت اسرار الٰہی اور کشف و کرامات ہیں جنہیں حق تعالےٰ عام انسانوں سے چھپا کر اپنے مقبول بندوں کو عطا کرتا ہے۔ اور اس کی دوسروں کو خبر نہیں ہو سکتی۔ تاوقتیکہ کوئی خود انکا اظہار یا انکشاف نہ کرے۔ اسلئے جب حق تعالےٰ خود ایسی نعمت دوسروں سے چھپا کر اپنے مقبول بندے کو دیتا ہے۔ تو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ بہ دوسروں پر بلا وجہ خاص ظاہر کر کے اس میں خیانت نہ کرے تاکہ آئندہ کے لئے یہ سلسلہ بند نہ ہو جائے۔ اور اگر کسی کی اصلاح یا بہتری کیلئے اس کی بناء پر کوئی کام لینا ہو۔ تو اشارہ یا کنایہ سے اپنا مطلب نکالے۔ ساری حقیقت طشت از بام نہ کرے۔

انسانی امانت یہ ہے کوئی شخص دوسرے کو قابلِ اعتماد سمجھ کر اس کے پاس بغرض حفاظت اپنی کوئی چیز رکھ دے۔ یا کہیں پہنچانے کے لئے اس کے حوالے کرے۔ ایسی صورت میں امین کا فرض ہے کہ وہ اس چیز کی اپنے مال سے زیادہ

حفاظت کرے۔ اس میں کوئی ردوبدل نہ کرے۔ اسے اپنے تصرف میں نہ لائے اس سے کوئی نفع نہ اٹھائے۔ اسے اسی نوع کی اپنی چیزوں میں نہ ملائے بلکہ بالکل الگ کر کے رکھے۔ تاکہ امانت رکھنے والا جب بھی اپنی چیز واپس مانگے اسے بلاتاخیر وہی چیز مل جائے۔ اس کے واپس کرنے میں لیت ولعل یا انکار نہ کرے۔ کہ جو انسان کا حق کھاتا ہے۔ اسے اللہ بھی معاف نہیں کرتا۔

امین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ایسی امانت کی باقاعدہ اپنے پاس یادداشت رکھے۔ تاکہ واپسی کے وقت تکلیف نہ ہو یا اس کی فوتیدگی کے بعد اس کے وارثان کو اس مال کی ملکیت کے متعلق پریشانی نہ ہو۔ اور اگر امانت رکھتے وقت رسید دی ہے تو امانت کی واپسی کی بھی رسید حاصل کرے۔

اگر کسی سے کوئی چیز عاریتہً استعمال کے لئے مانگے تو اسے بھی اپنے پاس امانت سمجھے اور اسے ضائع یا خراب نہ کرے۔ نہ ہضم کر جائے بلکہ جس حالت میں لے۔ اس حالت میں واپس کرے۔

آدابِ شراکت

شراکت کے بارہ میں مولیٰ پاک نے یوں انتباہ فرمایا ہے۔ کہ "اکثر شریک دکاں ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں" اسی لئے حق تعالیٰ نے بھی اپنا کسی کو شریک نہیں بنایا۔ تاکہ کوئی فساد پیدا نہ ہو۔ اور نہ ہی شرک کرنے والوں کو معاف کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بلکہ اسے ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ ایسے حالات میں اسکے خلیفۃ الارض کو بھی کسی کام میں حتی الوسع کسی دوسرے کو شریک نہیں بنانا چاہئے۔

بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ اپنی بساط کے مطابق کاروبار چلائے۔ کیونکہ شراکت فساد کی جڑ ہے۔

جہاں کمی سرمایہ کسی دوسری وجہ سے کسی کو شریک کار بنانے کے سوا چارہ نہ ہو۔ تو وہاں لازمی ہے کہ سب سے پہلے فریقین باہم شرائط شراکت طے کریں اس کے بعد ان کو باقاعدہ اسٹامپ پر ضبط تحریر میں لائیں اور بہتر ہے کہ اسے باضابطہ رجسٹری کرالیں۔ تاکہ قانونی حیثیت سے معاہدہ مکمل ہو جائے۔

بدوران شراکت شرکا امانت و دیانت سے کام کریں۔ تاکہ برکت زیادہ ہو۔ مالِ شراکت کو امانت جانیں۔ اس کو بلا استحقاق ذاتی استعمال میں نہ لائیں۔ اسکے ذریعہ الگ نفع کمانے کی کوئی فریق کوشش نہ کرے۔ نہ اس میں کسی قسم کی خیانت کریں۔ نہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔

جس فریق کے ذمہ کاروبار ہو۔ وہ اس کے حالات کے متعلق بروقت دوسرے شرکا کو آگاہ کرتا ہے۔ اور آئندہ قدم باہمی صلاح مشورہ سے اٹھائے۔ شراکت کے دوران میں ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے دوسرے کو شبہ کرنے کا موقعہ ملے۔ اور جہاں اس بات کا امکان پیدا ہو جائے تو دوسرے کی باز پرس سے پہلے اس کی خود تسلی کرادے۔ تاکہ تعلقات میں کوئی فرق نہ آئے۔

آدابِ صُلح

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ "صُلح میں ہی خیر و برکت ہے" مسلمان آپس میں سب بھائی بھائی ہیں۔ بسا اوقات بعض وجوہات کی بناء پر ان کے باہم تعلقات

خراب ہو جاتے ہیں اور کئی مرتبہ انتقام کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے حالات اسلام کے جماعتی نظام کے لئے سم قاتل کا اثر رکھتے ہیں۔ اس میں فتنہ وفساد پیدا کرتے ہیں۔ اور فتنوں کا دروازہ کھولنا قتل کر دینے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

اسلئے جب بھی دو مسلمانوں یا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں کوئی تزاع پیدا ہو۔ اور اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے بگاڑ پیدا کر لیں۔ تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے تنازعہ کو ختم کرانے کے لئے خدا واسطے درمیان میں آکر بیچ بچاؤ کریں۔ ان پر نزاع کے مضرات اور صلح کی برکات واضح کریں۔ جس کی زیادتی ہو۔ اسے پیار محبت سے راہِ راست پر لائیں۔ دوسرے کو اسے معاف کر دینے کی ترغیب دیں۔ اگر صلح کرانے کے لئے صلح کرانے والوں کو مالی یا جانی قربانی بھی دینی پڑے۔ تو اس سے دریغ نہ کریں۔ کیونکہ خدا کی زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کرنا بھی ایک جہاد ہے۔ اس غرض کے لئے اگر اسے جھوٹ بولنے کی صورت بھی اختیار کرنی پڑے تو اختیار کر لے۔ کہ شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جب صلح کر کے کوئی فریق اس سے منحرف ہو جائے اور زیادتی کرنے لگے۔ تو سب مسلمانوں کو اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاوقتیکہ وہ باز نہ آئے۔ اور جب وہ مان جائے۔ تو باہمی صلح وصفائی کرا دیں۔ مگر فریق کی رعایت نہ کریں۔ اور عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

آدابِ قسم

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ کیونکہ قسم کھانے سے تم نے اللہ کو اپنا ضامن بنایا ہے" یعنی قسم کھانا اللہ تعالےٰ کو درمیان لانا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ جو بار بار قسم کھائے تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کے دل میں خدا کے نام کی کوئی عظمت نہیں۔ اعتبار کے لئے قسم سے عمل بہتر ہے۔

اسلئے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ لوگوں میں اپنا اعتماد پیدا کرنے کی خاطر حتی الوسع قسم کھانے سے بچے۔ لوگوں کو یقین دلانے کی خاطر تمام امور میں اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرے۔ اور ہر مسئلہ میں خوش معاملگی اور دیانت کا مظاہرہ کرے تاکہ اس کی صرف کوئی بات کہہ دینا ہی قسم کے درجہ میں آجائے۔

بیہودہ قسم نہ کھائے یعنی منہ سے عادتاً یا عرفاً بے ساختہ اور ناخواستہ ایسے قسمیہ الفاظ نہ نکالے۔ جن کی دل کو خبر تک نہ ہو۔ گو ایسی قسم کا نہ کفارہ ہے اور نہ یہ گناہ ہے۔ مگر اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ کیونکہ یہ مومن کی شان کے خلاف ہے لیکن اگر واللہ یا باللہ ایسے قسمیہ الفاظ قسم کے قصد سے نہیں بلکہ محض تاکید کے طور پر استعمال کرے۔ تو یہ امر قابل مواخذہ ہے جس کے لئے ان الفاظ کو استعمال کرنے والے کو کفارہ دینا لازم ہے۔

خدا کے نام کو قسموں کا نشانہ نہ بنائے۔ اور اچھے کام چھوڑ دینے کے لئے خدا کی قسم نہ کھائے کہ میں ماں باپ سے نہ بولوں گا۔ یا فقیر کو خیرات نہ دوں گا۔

یا فرائض و واجبات ادا نہ کروں گا وغیرہ اگر دانستہ یا نادانستہ ایسی قسم کھا بیٹھے تو اسے فوراً توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔

لوگوں کو فریب اور دغا دینے کے لئے یا مکاری و حیلہ سازی کیلئے بھی قسمیں نہ کھائے تاکہ اس طرح کوئی ناجائز مفاد اٹھائے یا ایک گروہ کو دوسرے دوسرے گروہ سے بڑھا کر دکھائے اور اصلیت و حقیقت کو چھپانے کی کوشش کرے۔

کسی کو فائدہ پہنچانے سے باز رہنے کی بھی قسم نہ کھائے یعنی اگر آپ کسی کی امداد و اعانت کر رہے ہیں۔ اور اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو آپ اپنا دستِ اعانت کھینچنے یا اس کی خبر گیری نہ کرنے کی قسم نہ کھائیں۔ کہ یہ بہادری اور جواں مردی سے بعید ہے۔ بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں اور ایسی قسم کو توڑ دیں اور اس کا کفارہ ادا کریں۔ کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں یا محتاجوں کو صدقہ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت ادا کریں یا انہیں ایسا کپڑا دیں جس سے ان کے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے یا تین دن متواتر روزے رکھیں۔

جب کوئی سچی قسم کھائے تو اسے قطعاً نہ توڑے اور نہ اس سے منحرف ہو کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ غیر اللہ کی قسم بھی نہ کھائے۔ جیسے باپ بیٹے یا کسی مخلص دوست یا بزرگ کی کہ یہ بھی بری بات ہے۔

آدابِ سیاست

اسلام نے سیاست کی بنیاد۔ خوفِ خدا۔ خدمتِ خلق۔ دیانت و امانت و

کسرنفسی اور بے غرضی پر رکھی ہے۔ اس کے نظام میں کسی ابوالہوس کے لئے
گنجائش نہیں۔ یہاں تک کہ جو شخص خود اقتدار کی خواہش کرے اسے حکومت کے
قابل نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ وہ خود غرض ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے اسے
اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے کہ اس سے عدل کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ مگر
اس دور میں سیاست کی بساط بالکل الٹ دی گئی ہے۔ جو شخص مذکور الصدر
صفاتِ محمودہ سے عاری ہو۔ عیاری۔ چالبازی۔ منافقت۔ بددیانتی میں اپنا ثانی نہ
رکھتا ہو۔ اسے کامیاب "لیڈر" تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے ناخداؤں کی
وجہ سے قوم کی کشتی بدستور منجدھار میں ہے۔ اور ساحلِ ترقی پر پہنچتی نظر نہیں آتی
بلکہ اندیشہ ہے کہ ان کی خود غرضی کہیں ساری قوم کو نہ لے ڈوبے۔

اسلئے ضروری ہے کہ عوام میں اس قدر سیاسی شعور پیدا کیا جائے۔ کہ وہ
اپنے لیڈر کے اعمال کا برسرِعام محاسبہ کر سکیں اسے من مانی کارروائی کرنے کی
اجازت نہ دیں۔ اس کیلئے قوم کے مفاد کے خلاف ایک قدم بھی چلنا مشکل
کر دیں۔ اسے ہر وقت ہوا کے رخ پر نہ چلنے دیں۔ بلکہ اس کے لئے خود راستہ
متعین کریں اور اس پر چلنے کے لئے اسے مجبور کریں۔ ورنہ اسے اس
راستہ سے ہٹا دیں۔

اسی طرح ہر لیڈر پر لازم ہے کہ وہ خدا کا خوف کرے۔ قوم کو اپنی
خود غرضیوں کی بھینٹ نہ چڑھائے۔ اس سے دھوکا اور فریب نہ کرے اسکے مفاد کو فروخت
نہ کرے اپنے اقتدار کی حفاظت کی خاطر ناجائز ذرائع استعمال نہ کرے۔ کسی حکومت کا آلہ
کار نہ بن جائے۔ اگر قوم کی اکثریت اس کی دیانت پر شبہ کرنے لگے۔ تو وہ

خود بخود قیادت سے ہٹ جائے۔ قوم کی خواہش کے خلاف نوکِ سنگین اس پر مسلط نہ رہے۔ مبادا اسے ذلیل ہو کر راستہ چھوڑنا پڑے۔ عند اللہ و عند الناس مقہور و مغضوب ہو جائے۔

جب اسے قوم اپنے ووٹ سے اپنا نمائندہ بنا کر مسند اقتدار پر بٹھائے تو اسی دیانت سے قوم کے مفاد کی نگرانی کرے۔ ہر وقت اس کی خیر خواہی کی دھن میں رہے۔ اسے اغیار کی ریشہ دوانیوں کا شکار نہ ہونے دے۔ قوم کی خدمت کے فرض سے غافل نہ ہو جائے۔ قوم کی ترقی اور مستقبل پر نظر رکھے اسکی تکلیف کے ازالہ کی کوشش کرتا رہے۔ اگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو خدمت کی "کرسی" کسی دوسرے مستحق کے لئے خود بخود خالی کر دے اس سے بالکل چمٹ نہ جائے کہ اس کی وجہ سے ساری قوم مصائب کا شکار رہے اور نہ اقتدار کے نشہ میں اتنا مدہوش ہو جائے کہ اسے "پلانے والے" کی خبر ہی نہ رہے۔

خود برسر اقتدار آنے کے لئے دربدر کی ٹھوکریں نہ کھاتا پھرے۔ رعایا کو راعی سے نہ لڑائے۔ دشمنانِ ملک و ملت سے سازباز نہ کرے۔ رشوت نہ چلائے خوشامد نہ کرے۔ بلکہ ایسا اخلاق اور کردار پیش کرے کہ قوم خود بخود آ کر اسکی منت کرے کہ آپ ہی یہ مسند سنبھال لیں۔ آپ کے سوا ہمیں اور کوئی منظور نہیں۔

آدابِ عیادت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے

اور جب تک بیمار پرسی کر کے واپس نہیں آتا۔ وہ بہشت کی میوہ چینی میں رہتا ہے۔"

عیادت سے عام طور پر بیمار کو ایک گونہ تسلی ہوتی ہے اس کی طبیعت کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس تقویت سے مرض کا ازالہ ہوتا ہے۔ مزید برآں اس سے باہمی اتفاق و رواداری بڑھتی ہے۔ جو موجب برکت و خیر ہوتی ہے۔

اسلئے جب بھی کسی کا کوئی عزیز۔ رشتہ دار، ہمسایہ۔ دوست۔ واقف یا تعلقدار بیمار پڑ جائے تو وہ اس کی طبع پرسی کے لئے ضرور جائے کہ یہ سنت ہے۔ اگر بیمار کے اس سے تعلقات اچھے نہ ہوں تو ان کو ایسے وقت خاطر میں نہ لائے۔ بلکہ جذبہ ہمدردی سے کام لے۔ اگر یہ بالکل گوارا نہ ہو۔ تو مریض کے رشتہ داروں کے پاس جاکر اس کی طبع پرسی کرے اور انہیں تسلی دیتا رہے۔

عیادت کے لئے جب جائے تو بہتر ہے کہ درود شریف اور دعائیہ کلمات سے گفتگو کا آغاز کرے۔ مریض اور مریض کے رشتہ داروں کو ہر طرح تسلی دے کہ انشاء اللہ جلد شفا ہو جائیگی اور اس تکلیف سے ازالہ گناہ یا ترقی درجات ہو گی اور اللہ تعالے رحم فرمائیگا وغیرہ۔ بیمار یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی کوئی بات نہ کرے۔ جس سے زندگی کی امید جاتی رہے۔ اور ان کا دل ٹوٹ جائے بلکہ ہر طرح تسلی کی بات کرے۔ تاکہ سب دکھ جاتا رہے۔

جب عیادت کے لئے جائے اور مریض سے [illegible] نہ ہو۔ اور مریض کو پاس بیٹھنے یا کلام کرنے سے تکلیف محسوس ہو تو اس میں تخفیف کرے تاکہ اسکی پریشانی کا باعث نہ ہو۔ ویسے بھی پردہ دار گھر میں زیادہ دیر عیادت کیلئے نہ

بیٹھے کہ اس طرح ان کی تیمار داری میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ اور اہل خانہ کو زیادہ دیر پردہ میں رہنے سے تکلیف ہو گی۔

آدابِ تیمارداری

انسان جب موسمی تغیرات۔ وبائی امراض۔ اتفاقی حادثات۔ قوٰی کی کمزوری اعضاء کی خرابی بے احتیاطی بے اعتدالی اور بدپرہیزی کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے تو وہ اہل خانہ کے لئے بڑی پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ ان کی ذمہ داریاں پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ اور وہ دورِ آزمائش میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اس وقت یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے عزیز و اقارب اس خدا کے بندے کی جان بچانے کے فریضہ کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔

ایسے موقعہ پر کنبہ کے سربراہ پر لازم ہے کہ مریض کے علاج میں غفلت نہ کرے بیماری کے آثار یا آغاز سے ہی اس کے دفعیہ کی تدابیر شروع کر دے۔ تاکہ وہ بڑھنے نہ پائے۔ ہر مرض کا علاج اس کے ماہر سے کرائے اور معالج کی ہدایات پر سختی سے عمل کرے۔ اس میں اپنی رائے یا مریض کی خواہش کو داخل نہ کرے بہتر ہے کہ علاج کے ساتھ خیرات بھی کرے۔ اور شفا کی امید صرف اللہ جل شانہ سے رکھے۔ دوا پر کلی انحصار نہ کرے۔ کہ اس کا استعمال صرف ایک تدبیر اور سنت ہے۔ مریض کے ارد گرد کا ماحول پرسکون رکھے۔ کسی قسم کا شور و غل نہ ہونے دے اس کے کپڑے۔ بستر۔ کمرہ وغیرہ بالکل صاف ستھرے رکھے۔ اگر مضر سمجھے تو اس کے پاس زیادہ آمد و رفت نہ رہنے دے۔ ورنہ اس کے خیالات کو مرض سے ہٹانے

کیلئے اس کا دھیان دوسری طرف لگانے کی خاطر اس کے ملنے والوں کو آنے دے
تاکہ اس کے دل بہلانے کا سامان ہوتا رہے۔ یا اسے کوئی اخبار یا رسالہ یا کتاب
مطالعہ کے لئے دے دے۔
مریض کے سامنے یا اس کی سماعت میں اس مرض کی شدت یا اضافہ کا ذکر
نہ کرے۔ اور نہ اسے قرائن سے ایسا یقین کرنے کا موقعہ دے۔ بلکہ اس کے
ذہن میں یہ خیال بٹھانے کی کوشش کرے کہ مریض میں افاقہ ہو رہا ہے۔ مرض کے
دوران میں اکثر مریض کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ تیمار داروں سے الجھتا رہتا ہے
ایسے موقعہ پر صبر و حکمت سے کام لے اور اپنے فرائض میں ہرگز فرق نہ آنے دے
نہ مریض کو سخت سست کہے۔

آدابِ طبابت

حکیم اور ڈاکٹر کا پیشہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت ہی معزز ہے اور اس
سے خلقِ خدا کی بے پناہ خدمت کی جا سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ پیشہ بھی اب خالص
نہیں رہا۔ اور خود غرضی و بدنیتی کی وجہ سے بہت حد تک بدنام ہو گیا ہے۔
ہر حکیم اور ڈاکٹر کا فرض ہے کہ حق تعالیٰ نے انسے جو خصوصی علم بخشا ہے اس کا
وہ حق ادا کرے۔ اس سے اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔ اس سے تنگی ترشی
سے پیش نہ آئے۔ اس سے عملی ہمدردی کا اظہار کرے۔ زیادہ سے زیادہ پیسے
بٹورنے کی کوشش نہ کرے۔ جائز اور مناسب پیسے لے۔ خورد و کلاں کی دوائی
کے یکساں پیسے وصول نہ کرے۔ بلکہ دوائی کی مقدار کے تناسب سے اس کی قیمت میں

بھی فرق رکھے اور سب کو ایک لاٹھی سے نہ ہانکے۔ اپنا روزگار بحال رکھنے کی خاطر ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے علاج کا کورس لمبا ہو جائے۔ بلکہ شروع سے ایسی تدبیر کرے کہ بیمار جلد شفایاب ہو جائے۔ دوائیوں میں ناخالص اجزا نہ ملائے۔ بازاری نرخ سے زیادہ دام وصول نہ کرے۔ علاج میں امیر و غریب کا امتیاز روا نہ رکھے۔ سب سے یکساں سلوک کرے۔ جبکہ حق تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ برابر کا سلوک کیا ہے۔ امیر کے روپیہ پیسے پر غریب کی دعا کو ترجیح دے۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے حلال و حرام کا بھی خیال رکھے۔ دوا میں شراب یا کوئی دوسری حرام چیز استعمال نہ کرے۔ کیونکہ حق تعالےٰ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی جو مرض اسکے علاج کے قابل نہ ہو اور اس کیلئے کسی ماہر سے علاج کرانے کی ضرورت ہو۔ تو محض اپنے پیٹ کی خاطر اس کا علاج جاری نہ رکھے۔ بلکہ اسے کسی دوسرے قابل حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کرانے کی ترغیب دے مگر ترغیب دیتے وقت ایسے الفاظ استعمال نہ کرے جس سے مریض مایوس ہو جائے۔ ہر نسخہ لکھتے وقت یا دوائی دیتے وقت نظر شافیٔ مطلق پر رکھے اور دل سے دعا کرتا رہے کہ مولا پاک میں صرف تدبیر کر رہا ہوں۔ شفا تیرے ہاتھ میں ہے۔ اسکے ساتھ اگر دیانت ہمدردی اور رحم سے بھی کام لے تو یقیناً خلق خدا کو اس کے ذریعہ زیادہ فائدہ پہنچے۔

جب بھی مریض کو دیکھے اس سے حوصلہ افزا اور تسلی بخش الفاظ میں خطاب کرے اسکا حوصلہ بڑھائے مرض کی شدت سے اسکا خیال ہٹائے اور اسے یقین دلادے۔ کہ بس چند یوم کی تکلیف ہے۔ انشاء اللہ یہ مرض جلد چھوڑ جائیگا۔ تاکہ مریض کی قوت ارادی مضبوط ہو کر مرض کے حملہ کا مقابلہ کر سکے۔

آدابِ
علم و اخلاق

★

ایم عبد الرحمٰن خان

★

شیخ اکیڈمی، بل روڈ، لاہور ۲